5
خطباتِ محمود
محمد فاروق غفرلہ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)
ناشر
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶
کسی بھی طرح کی چھپائی، ڈیزائننگ اور پرنٹنگ کے لئے رابطہ کریں
مجیب الرحمٰن قاسمی (مسکان پریس، سبھاش نگر، میرٹھ) 7895786325

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

## تفصیلات

نام کتاب:..........مواعظ فقیہ الامت (پنجم)
افادات:..........حضرت اقدس فقیہ الامت قدس سرہ
ترتیب جدید:..........محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ
تعداد:..........۵۰۰۰
کمپوزنگ:..........مجیب الرحمن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا
سن اشاعت:..........۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء
صفحات:..........۳۶۸
قیمت:..........

-:ناشر:-
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

# اجمالی فہرست

# مواعظ فقیہ الامت

## جلد: پنجم



تمت وبالفضل عمت

# تفصیلی فہرست

# مواعظ فقیہ الامت

## جلد: پنجم

**تمت وبالفضل عمت**

# بچوں کی تعلیم وتربیت
اور
# والدین کی ذمہ داری

## اس بیان میں

☆......بچوں کی تعلیم وتربیت کتنی ضروری ہے؟

☆......اور بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین کی ذمہ داری کیا ہے؟

☆......اور بچوں کی تعلیم وتربیت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے کیا کیا نتائج بد سامنے آرہے ہیں۔

☆......اس کا حل کیا ہے؟

..............................................................................................................

# بچوں کی تعلیم وتربیت
# اور
# والدین کی ذمہ داری

خطبۂ مسنونہ۔ امابعد!

## عورتوں کو دین سیکھنے کی درخواست

حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ چند عورتوں نے آ کر درخواست کی کہ حضور اقدس ﷺ مردوں کو تو دین سیکھنے کا موقع ملتا ہے، حضور اقدس ﷺ کے پاس بیٹھتے ہیں، حضور اقدس ﷺ سے دریافت کرتے ہیں اور (حضور اقدس ﷺ) کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، دین سیکھتے ہیں، پڑھنے جاتے ہیں، عورتوں کو موقع نہیں ملتا، ان کے لئے بھی کچھ تدبیریں کی جائیں، حضرت نبی کریم ﷺ نے ان کے اس مطالبہ کو پسند فرمایا کہ اچھا مطالبہ ہے، اور فرمایا فلاں کے مکان میں فلاں روز جمع ہو جانا میں وہاں آ ؤنگا، چنانچہ وہ مستورات وہاں جمع ہوگئیں، حضرت نبی کریم ﷺ نے وہاں جا کر ان کے سامنے دین کی باتیں بیان فرمائیں، ان کو تعلیم دی اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اس قسم کا مطالبہ کرنا درست ہے، اور کرنا چاہئے اور بہت ہی عمدہ بات ہے کہ عورتیں بھی دین سیکھیں، مردوں کے دین سیکھنے کی صورت یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوں، اور عورتیں کیسے دین سیکھیں؟

## عورتوں کے دین سیکھنے کا طریقہ

عورتوں کے واسطے حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں یہ بات تھی کہ جس مسئلے کی ضرورت پیش آئی تو حضور اقدس ﷺ کی بیویوں میں سے کسی کے پاس آ کر اس کو بیان کیا: ان کو معلوم ہوتا تو بتادیا نہیں معلوم ہوتا تو انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کر کے بتادیا، یہ طریقہ عام ہوتا ہے، پہلے زمانہ میں باپ اپنی بیٹیوں کو علم پڑھاتے تھے، بھائی اپنی بہنوں کو پڑھاتے تھے، شوہر بیویوں کو پڑھاتے تھے، یہ عام دستور تھا، یہ دستور اب اس دور میں ہمارے یہاں ختم ہوگیا، ہمارے اطراف میں تو اب بھی ہے، جو عورتیں پڑھی لکھی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پاس دو چار چھ لڑکیاں پڑھتی رہتی ہیں، اور سلسلۂ تعلیم جاری رہتا ہے، وہ بند نہیں ہوتا۔

## اسکول کی تعلیم کے نقصانات

آج کل بجائے اس کے اسکولوں کی تعلیم عام ہوگئی، لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے، اسکولوں میں جاتی ہیں، بڑی عمر کی ہوجاتی ہیں، برابر آتی جاتی ہیں، ان کے یہاں پردے کا اہتمام نہیں، اور جو کچھ بے دینی کی باتیں ہوتی ہیں، وہ ساری کی ساری سیکھتی ہیں، اور ان کے اندر سرایت کرتی چلی جاتی ہیں، یہ بڑی خطرناک بات ہے، اولاد کی تربیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کو دین سکھایا جائے، اس کو شوہر کے حقوق سکھائے جائیں، ماں باپ کے حقوق بتائے جائیں، مگر اسکولوں میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں، وہاں تو آوارگی کی چیزیں ہوتی ہیں، بداخلاقی کی چیزیں ہوتی ہیں، غلط تاریخ پڑھائی جاتی ہے، اس لئے اس کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔

..........

## گھروں میں تعلیم کا انتظام

ضرورت ہے کہ سب مسلمان اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی بچیوں کی تعلیم کا انتظام کریں، ان کی تعلیم درست ہوگی، تو وہ ماں باپ کے حقوق کو بھی پہچانیں گے، اور شرافت کے ساتھ رہیں گے، عفت کے ساتھ رہیں گے، اور دین میں بھی ترقی کرتی رہیں گی، ان کی جو اولاد اور نسل پیدا ہوگی، وہ بھی دیندار ہوگی، بچوں کی تعلیم کی ضرورت ابتداء سے ہے۔

## تحنیک

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا تھا کسی گھر میں تو وہ اس کو نہلا کر صاف کر کے حضور اقدس ﷺ کے پاس لاتے حضور اقدس ﷺ اس کے کان میں اذان فرماتے اور تحنیک کرتے تحنیک کا حاصل یہ ہے کہ کھجور کو منہ میں لیا، اس پر جس سے لعاب میں کھجور کا اثر آ گیا، وہ لعاب بچے کی زبان اور تالو پر لگایا تا کہ سب سے پہلے جو اس کے منہ کے اندر جائے وہ لعاب مبارک جائے حضور اقدس ﷺ کا اور مٹھاس جائے زبان میٹھی ہو طبیعت میٹھی ہو، یہ حضور اقدس ﷺ کا عام طریقہ تھا۔

## ابتدائی تعلیم

اور جب بچے نے بولنا سیکھا تو اسکو سکھاتے تھے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ"

یہ کلمہ طیبہ سکھاتے، جوں جوں بڑا ہوتا جاتا اس کی تعلیم ہوتی جاتی تھی، جو الفاظ ماں باپ کی زبان پر ہوتے ہیں۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ"

یہ الفاظ رات دن ماں باپ کی زبانوں پر جاری رہتے ہیں، بچے سنتے ہیں، بغیر سکھائے سیکھتے چلے جاتے ہیں، وہی الفاظ ان کی زبانوں پر ہوتے ہیں، اور اگر ماں باپ کی زبان پر الفاظ خراب ہوں گے تو بچے خراب الفاظ سیکھیں گے، اور وہ اسی طرح سیکھتے سیکھتے ان کے اندر پک جائیں گے، بڑے ہو کر ان سے خراب الفاظ کا چھوٹنا مشکل ہوگا، اسلئے اولاد کی تربیت کا حکم ہے۔

## مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت

ہمارے یہاں مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بزرگ گزرے ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کے والد محترم، ان کو دودھ چھڑانے کے زمانہ تک ایک پاؤ پارہ ان کو بچیوں نے یاد کرادیا تھا، جو بچیاں گود میں لئے پھرتی تھیں، یہاں تک کہ دودھ چھڑایا تو ایک پاؤ پارہ ان کو یاد تھا، اس کے بعد سارا قرآن شریف یاد کیا، سات سال کی عمر میں پورا قرآن پاک حفظ کرلیا تھا، اس کے بعد ان کے بڑوں کی طرف سے، یہ حکم تھا، کہ جب تک پورا قرآن نہیں پڑھوگے، اس وقت تک کھانا نہیں ملے گا، چنانچہ صبح کی نماز کے بعد شروع کرتے اور ظہر تک قرآن شریف ختم کرلیتے، پھر کھانا کھاتے، چھ مہینے تک یہ معمول رہا، اور اتنا پختہ ہوگیا تھا کہ قرآن شریف کے کبھی دیکھنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی، اس لئے بچوں کی تعلیم ابتداء سے ہونی چاہئے۔

## میدان حشر میں بچوں کا دعویٰ

ورنہ یاد رکھئے یہ بچے خداوند تعالیٰ کے یہاں میدان حشر میں دعویٰ کریں گے، دعویٰ کس طرح سے کریں گے؟ اس طرح سے کریں گے کہ یا اللہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے کھانے پینے کی فکر کی وقت پر کھلایا وقت پر پلایا ہمارے لئے کپڑے بھی بنائے ہماری خوشی کا

پورا انتظام بھی کیا، ہم بیمار ہوتے تو علاج بھی انہوں نے کیا، لیکن انہوں نے ہمیں دین نہیں سکھایا، ان سے دریافت کرلیں، اس وقت ماں باپ سے مطالبہ ہوگا، کہ دین کیوں نہیں سکھایا، ماں باپ کے پاس جو اولاد ہے، یہ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، امانت ہے، امانت کی حفاظت ضروری ہوتی ہے، اور نعمت کی قدردانی کی ضرورت ہوتی ہے، اور قدردانی یہی ہے، کہ اولاد کی تربیت کرکے، اس کو اعلیٰ اخلاق سکھائے جائیں، اعلیٰ اعمال سکھائے جائیں، ہمارے یہاں بچوں کو نماز عامۃً عورتیں سکھاتی ہیں، کسی کو بہن سکھا رہی ہے، کسی کو خالہ سکھا رہی ہے، کسی کو پھوپھی سکھا رہی ہے، کسی کو نانی سکھا رہی ہے، بچوں کی نماز ماں باپ کے گھروں کی ہے، مستورات کی سکھائی ہوئی پڑھیں گے، اور وہی پختہ ہوتی ہے، اور اسی پر آگے کو ان کی طبیعت رہتی ہے، جب تک بچے نماز نہیں پڑھ لیتے، شام کو کھانا ان کو نہیں ملتا، پہلے نماز پڑھو اس کے بعد میں ان کو کھانا ملے گا، اس واسطے ضرورت ہے اس کی، ورنہ بچے اسکولوں میں جا کر دین سے بہت دور ہوتے چلے جاتے ہیں، اخلاق ان کے خراب ہوتے ہیں، اعمال خراب ہوتے ہیں، عقائد خراب ہوتے ہیں، اور وہ بالکل ناواقف رہتے ہیں، قرآن وحدیث سے، خدا کے اور رسول ﷺ کے احکام سے، یہ سب ذمہ داری ماں باپ کے سر ہوتی ہے، جو بچے ماں باپ کی تربیت میں رہ کر دین سیکھتے ہیں، ان کے اخلاق بہت اچھے ہوتے ہیں، شائستہ ہوتے ہیں، انکی زبان بھی مہذب ہوتی ہے، بات تمیز سے کرتے ہیں۔

## ایک عورت کے سوالات

ایک جگہ پر بیان کرنے کے لئے نوبت آئی مستورات میں تو صاحب خانہ نے کہا کہ میری بیوی آپ سے کچھ سوالات کرے گی، اور اس کے لئے شرط یہ کہ میں موجود نہ ہوں، میں تو چلا جاؤں گا آپ سے وہ سوال کریگی، آپ ان کا جواب دیں، میں نے کہا آپ کو اختیار ہے جائیں یا رہیں، لیکن اور بھی آدمی موجود رہنے چاہئیں؟ کہا جی اختیار ہے، چنانچہ

چار پانچ مرد بھی تھے میرے پاس پردے کے پیچھے ان کی بیوی تھی، اس نے کچھ سوال کئے پہلے تو یہ کہا کہ میں نے یہ سوال فلاں عالم سے کیا، فلاں عالم سے کیا، مجھے کوئی مطمئن نہیں کرسکا۔

## قرآن پاک سے متعلق خیال

اس کے بعد میرے سامنے سوال پیش کیا وہ یہ کہ قرآن پاک کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اس میں جتنی باتیں ہیں وہ تو صحیح ہیں لیکن یہ قرآن پاک آسمان سے نہیں اترا، اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں انسانیت کیلئے مفید تھیں وہ اس میں جمع فرمادیں، اور قوم کو اطمینان دلانے کیلئے کہدیا، کہ یہ آسمان سے نازل ہوا ہے، باقی باتیں جو کچھ اس میں ہیں، وہ سب صحیح ہیں، یہ کاہے کی خرابی تھی، اس قسم کا خیال پیدا ہو رہا ہے طبیعت میں، اسکول میں تعلیم پائی تھی، انگریزی تعلیم پائی تھی، جو کورس میں چیزیں لکھی ہوئی ہیں، وہ چیزیں پڑھائی جاتی ہیں، وہ پڑھانے والے خود عامۃً دین سے واقف نہیں ہوتے، وہیں کے اثرات ہوتے ہیں، کہ مسلمان قرآن کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ یہ آسمان سے نہیں اترا، اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، تو اس کا ایمان کہاں سلامت رہا، ایمان کے لئے تو ضروری ہے، کہ قرآن شریف کو تسلیم کرے، کہ یہ خدا کی نازل کردہ کتاب ہے، ہدایت نامہ ہے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دیانت وذہانت اعلیٰ درجہ کی

میں نے اس سے کہا اچھا ایک بات بتائے، آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے؟ کہا کہ ہاں کیا ہے، اردو میں بھی کیا ہے انگلش میں بھی کیا ہے، میں نے کہا اچھا ساری سیرت پاک میں دو وصف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجے کے آپ کو نظر آئے، ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں دیانت اعلیٰ درجے کی تھی، دوسری یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ذہانت اعلیٰ درجے تھی، ایک دیانت دوسرے ذہانت، میں نے پوچھا یہ دونوں چیزیں

آپ کو ملتی ہیں؟ کہا: ہاں ملتی ہیں، خوب ملتی ہیں، میں نے کہا پھر جواب ہوگیا، آپ کے سوال کا اس نے کہا میری سمجھ میں نہیں آیا، کیسے ہوگیا، جواب مطئن کیجئے، میں نے کہا جو چیز اللہ کی طرف سے نہ اتری ہو اسکو یہ کہنا کہ اللہ کی طرف سے اتری ہے، یہ خلاف دیانت ہے، دیانتدار آدمی کوئی چیز اللہ کی طرف منسوب نہیں کرسکتا، جب تک وہ اللہ تعالیٰ نے نہ فرمائی ہو چاہے وہ بات نفس الامر میں کتنی صحیح اور سچ ہو، جو چیز خدا کی طرف سے نہیں اس کو یہ کہنا کہ خدا نے ایسا فرمایا، خدا نے کتاب نازل فرمائی، یہ خلاف دیانت ہے، بیٹا باپ کی جو بات نقل کرتا ہے، اگر دیانتدار بیٹا ہے، تو صحیح صحیح نقل کریگا، اور کسی بات کو جو کہ اپنی طرف سے ہو، اس کو باپ کی طرف منسوب نہیں کریگا، یہ نہیں کہے گا کہ باپ نے یہ بات کہی، چاہے وہ کتنی سچی اور اچھی ہو، اور بات غلط کہہ کر قوم کو یہ اطمینان دلادینا کہ آسمان سے نازل ہوئی کتاب ہے، غلط بات ہے، غلط بات پر ساری عمر پردہ نہیں پڑا رہتا، کبھی نہ کبھی وہ پردہ چاک ہوتا ہے، تو بدگمانی پیدا ہوجاتی ہے، حضور اقدس ﷺ کا نعوذ باللہ قرآن پاک کے متعلق یہ کہنا کہ یہ آسمان سے اترا، تو قوم کو اطمینان دلایا اس کا خیال نہیں آیا کہ ایک روز ایسا آئیگا کہ یہ بات فاش ہوجائے گی، اور قوم سمجھ جائیگی، جان لے گی کہ آسمان سے نازل نہیں ہوا بلکہ اپنی بات کہی، تو جتنی محنت قوم پر کی ہدایت کی وہ سب تباہ و برباد ہوجائیگی، اور لوگ کہیں گے، لیجئے صاحب ۲۳/سال کی مدت تک ہمیں دھوکے میں رکھا، کہہ دیا کہ قرآن آسمان سے نازل ہوا، اور جتنی محنت کی تھی، وہ ساری ختم ہوجائیگی، جتنی اصلاح کی تھی وہ ختم ہوجائیگی، تو اس انجام کو نہ سوچنا یہ خلاف ذہانت ہے، ہر شخص جو بات کہتا ہے اس کا انجام سوچ لیتا ہے، کہ اس کا نتیجہ کیا ہونے والا ہے، تو کہا اب سمجھ گئی، تو کہنا یہ ہے کہ جب صحبت اچھی نہ ہو اور ماں باپ تربیت کا خیال نہ رکھیں۔

## اسکول کی تعلیم کے اثرات

اسکولوں میں تعلیم ہو، وہاں تو یہی چیز ہوگی، کہ اسلام کے خلاف چیزیں ذہنوں میں

بیٹھیں گی، اور جو بچیاں اسکولوں سے پڑھ کر آئیں گی، اور وہ یہ سمجھ کر کہ قرآن پاک آسمان سے نازل نہیں ہوا، وہ یہ کہیں کہ رسول کوئی چیز نہیں، وہ یہ کہیں کہ فرشتہ کوئی چیز نہیں، وہ سمجھیں کہ نماز پڑھنا، رکوع سجدہ کرنا، جھکنا تو بے کار چیزیں ہیں اس قسم کی چیزیں جب سیکھ کر آئیں گی، نہ ان کے پاس پردہ ہوگا، نہ ان کا لباس درست ہوگا، آدھا بدن کھلا ہوا، آدھے سے زیادہ کھلا ہوا، اس حالت میں رہے گی، تو کیا انجام ہوگا، اسکا نہایت خراب انجام ہوگا، اور پھر اسکول اور کالج کی تعلیم پر روپیہ زیادہ خرچ کیا جاتا ہے، اتنا روپیہ تعلیم کے زمانہ میں خرچ ہوا، فراغت کے بعد وہ ملازمت کرے، ملازمت نہیں ملتی ملازمت ملے تو جتنے روپیہ اپنے اوپر طالب علمی کے زمانہ میں پڑھنے کے زمانہ میں خرچ کئے، اتنا روپیہ ملیگا، یا اس سے کم ملے گا، تو اس میں انکا گزارا کیسے ہوگا، اور پڑھنے کے زمانہ میں جو آزادی طبیعت میں پیدا ہوجائیگی، اور یہ کہا جائیگا، کہ کسی کی کسی پر حکومت نہیں، سب یکساں ہیں، تو پھر وہ شوہر کی اطاعت کیسے کریگی، شادی ہونے کے بعد، شوہر کی بات کیسے مانے گی، شوہر کے ماتحت کیسے رہے گی، نہیں رہے گی، تو شوہر اور اسکے درمیان نا اتفاقی ہوگی، یا تو دونوں کے دونوں بد دین ہوکر رہ جائیں گے، اور اگر کسی کا شوہر دین دار ہو، یہ بد دین ہو تو ان کے درمیان موافقت کا ہونا مشکل ہے، ان کا گھر جہنم بن جائیگا، آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے، اسلئے دین کو سب سے پہلے سکھانے کی ضرورت ہے۔

اسلئے حضرت نبی کریم ﷺ سب سے پہلے بچے کو جب زبان اسکی اٹھنی شروع ہو، بولنا شروع ہو تو اس کو کلمہ سکھاتے تھے، توحید کا اور شہادت کا سکھایا کرتے تھے، اور جوں جوں بڑھتا جاتا تھا، دین کی باتیں سکھاتے جاتے تھے، دین کی تعلیم مکمل ہوجائے، تو کسی دوسری چیز کا اثر نہیں ہوگا، اور جہاں دین نہیں سیکھا، غلط ماحول میں زندگی گزاری جائے، نہ پردے کی اہمیت رہے گی، نہ اخلاق کی، نہ قرآن کی اہمیت ہوگی، بلکہ بسا اوقات خدا کے اوپر بھی شبہ پیدا ہوجائیگا، کہ خدا موجود ہے یا نہیں، لڑکیوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے، لڑکوں کا بھی یہی حال

ہوتا ہے، رات دن ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، لڑکوں سے، لڑکوں سے کیا بلکہ ان کے باپ لاتے ہیں کہ صاحب یہ خدا کا شکر ہے، کہتا ہے کہ خدا موجود نہیں ہو تو مجھے دکھلادو، اس قسم کے اثرات پیدا ہوئے ہیں، یہی ہے، نہ علم ہے، نہ تربیت، لہٰذا خرابی ہی خرابی پیدا ہوگی۔

## والدین کی ذمہ داری

اس لئے اپنے بچوں کی نگہداشت ضرور کریں اور ماں باپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ روزانہ ان کو دین سکھائیں، ان کے اوپر محنت کریں، وقت خرچ کریں، دین کی تعلیم کے واسطے، ورنہ تو یہ بچے بڑے ہو کر، ماں باپ کا بھی کہنا نہیں مانیں گے، ماں باپ کی اطاعت نہیں کریں گے، ان کا کوئی حق نہیں سمجھیں گے، کہہ دینگے کہ آزادی کا زمانہ ہے، باپ میں ماں میں اور ہم میں کیا فرق ہے، سب ایک ہیں، اس لئے بہت بڑی ذمہ داری ماں باپ پر ہے۔

## پہلی درسگاہ ماں کی گود

اور بچہ جب پیدا ہوتا ہے، ماں کی گود میں ہوتا ہے، تو سب سے پہلی بچے کی درسگاہ جو ہے، وہ ماں کی گود ہے، ماں کی گود میں جو اس کی تربیت ہوتی ہے، ماں کو چھینک آتی ہے تو وہ کہے گی **الحمد للہ** بچہ بھی سمجھ جائے گا، کہ چھینک پر **الحمد للہ** کہا کرتے ہیں، ماں کو چھینک آئی تو اس نے کہا **الحمد للہ** کسی دوسرے نے کہا اس کے جواب میں **یرحمک اللہ**، بچہ بھی سمجھ جائے گا، **الحمد للہ** کے جواب میں **یرحمک اللہ** کہنا چاہئے، بچہ ماں باپ کو دیکھے گا کہ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، بچے کو بھی، عادت ہوگی، سلام کرنے کی، لہٰذا بچے کی جو پرورش ہے، تعلیم ہے، تربیت ہے، سب سے پہلے ماں کی گود میں ہے، ماں اگر اسے اچھے اخلاق سکھائے تو اچھے اثرات پیدا ہوں گے، اگر اس کی تربیت

نہیں کرے گی، بلکہ اپنے جذبات میں لگی رہے گی، کبھی غصہ آیا تو غصے میں اول فول بکنا شروع کردیا، محبت میں آئی تو اس کی پرہیزکی چیزوں کو بھی ملحوظ نہیں رکھے گی، کہ کس چیز سے اس کا پرہیز کرنا چاہئے، اس کے خلاف کرنے لگی، بچے کی زبان سے اگر گالی کا لفظ نکلا، تو اس کے اوپر خوش ہونے لگی، ہنسنے لگی، بچے نے گالی دی، یہ ہنسنے کی چیزیں تھوڑی ہی ہیں، یہ تو رونے کی چیزیں ہیں، بچہ کی زبان صحیح ہونی چاہئے، غرض یہ کہ بچہ جو کچھ اپنے ماں باپ کو دیکھتا ہے، وہ کرتا ہے، وہ سیکھتا ہے فطری طور پر اس کے اوپر اس کا اثر ہوتا ہے، اور وہی اثر پکتے پکتے پک جاتا ہے، بڑے ہوکر اس کی عادت چھوٹنا دشوار ہوتا ہے، لہٰذا ماں کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے، کہ اگر بچہ بیمار ہوجائے خدانخواستہ، تو اس کی دوا کرتے ہیں، حکیم کو دکھلاتے ہیں، ڈاکٹر کو دکھلاتے ہیں، اگر گھر میں رکھنے سے بد پرہیزی کا اندیشہ ہو کہ ڈاکٹر نے اس کو فلاں چیز کھانے کو بتایا اور گھر والے عمدہ چیزیں کھائیں اور یہ بچہ پرہیزی کھائے، بچہ برداشت نہیں کرتا، روتا ہے، یا تو سارے گھر والے پرہیزی چیز کھائیں، نہیں تو اس کو ہسپتال میں داخل کردیا جاتا ہے، جہاں بد پرہیزی کرنے کی صورت ہی نہ ہو، تو جسمانی بیماری میں تو یہ ہوتا ہے، اور جب بچہ بیمار ہوتا ہے، ماں بھی بیدار ہے، رات کو جاگ رہی ہے، آدھی رات ماں جاگ رہی ہے، آدھی رات باپ جاگ رہا ہے، بچے کی پریشانی کی وجہ سے، لوگ دوست احباب آتے ہیں، پوچھتے ہیں کہ بچے کا کیا حال ہے؟ بیمار ہے لیکن اگر بچے کے اندر بداخلاقی پیدا ہو، بچے کے اندر عادت ہوجائے برے لفظ بولنے کی، بچے کے اندر عادت پیدا ہوجائے، جھوٹ بولنے کی، اس کے سلسلہ میں نہ ماں کو فکر ہے، نہ باپ کو، نہ دوست احباب آتے ہیں، اس کی عیادت کرنے کو اور تعزیت نہیں کرتے کہ بچہ جھوٹ بولنے لگا ہے، بچے کے اندر جھوٹی عادت ہوگئی ہے، افسوس ہے، بیماری پر تو عیادت کرتے ہیں جسمانی بیماری پر، بخار ہوگیا، تو اس کی فکر ہے، لیکن اگر بچہ جھوٹ بول رہا ہے، بری عادت بچے

کے اندر پیدا ہوگئی، تو اس کی فکر نہیں، معلوم ہوتا ہے، یا تو ان جھوٹی عادتوں کو، خراب عادتوں کو مرض نہیں سمجھا جاتا ہے، ناجائز نہیں سمجھا جاتا ہے، تو قرآن وحدیث کی مخالفت لازم آتی ہے اور اگر ناجائز سمجھتے ہیں تو پھر بچے کے اندر یہ جو عادات پیدا ہوتی جارہی ہیں، اس کی فکر کیوں نہیں اس کی فکر کرنا لازمی چیز ہے، تب جاکر اصلاح ہوگی، اور بچہ سیدھا آدمی بنے گا۔ پہلے زمانے میں تربیت کرتے تھے۔

## عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تربیت

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ جہاد میں لیجایا کرتے تھے، گھوڑے پر سوار ہیں بچہ پیچھے گھوڑے پر بیٹھا ہوا ہے اور باپ کی کمر کو پکڑے ہوئے، چھوٹا بچہ ہے، میدانِ جہاد میں تیر آرہا ہے دشمن کی طرف سے اس کو بھی بچا رہے ہیں، اپنے آپ کو بھی بچا رہے ہیں، بچے کو بھی بچا رہے ہیں، اور گھوڑے کو بھی بچا رہے ہیں، اسی طرح سے تلواریں چمک رہی ہیں، ان سے بچ رہے ہیں تاکہ شروع میں ہی بچے کی طبیعت سے ڈر نکل جائے تیر کا، تلوار کا ڈر طبیعت کے اندر نہ رہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بڑے جری، بڑے بہادر تھے، کسی چیز سے ڈرنے والے نہیں تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اتنا حوصلہ دیا تھا، کیا تھا؟ وہی بچپن کے زمانے کی تربیت، وہاں جہاد ہوتا تھا گھوڑے پر سوار ہوکر وہاں تربیت کیلئے بچے کو ساتھ رکھا وہاں مناسب تھا، اور آج ایسی چیز نہیں ہے، نہ گھوڑے سواریں نہ جہاد ہے نہ تیر کمان ہے نہ تلوار ہے، کچھ نہیں لیکن نماز پڑھنے کیلئے جانا چاہئے، جب نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں جائے بچے کو ساتھ لیتے جائیں، بچہ انکا ہاتھ پکڑ کر جائے وہ بھی نماز پڑھے۔

## ایک چھوٹے بچہ کا واقعہ

ایک جگہ جانا ہوا تو وہاں دیکھا کہ ایک صاحب کے یہاں ایک بچہ ہے تین

چار برس کا میں نے کہا بیٹا چلو مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے تو انگلی پکڑ کر ساتھ ہولیا، تو ان دوسرے دوست نے کہا جانتے ہو کیسا ہے بچہ؟ بہت اچھا نماز کے لئے فوراً ساتھ آ گیا، اس نے کہا کہ ایک دفعہ اس کے دادا اس کو نصیحت کر رہے تھے، کچھ دیر تک نصیحت کرتے رہے، تو پھر اس بچے نے کہا تو خاموش نہیں ہوگا، بکواس کئے جائے گا، تو نے میرا مغز کھالیا میں نے کہا، اس بچہ نے کہا ہاں میں نے اس کی تلاش کی ٹوہ لگائی معلوم ہوا کہ بچے کے دادا بچے کی دادی کو نصیحت کر رہے تھے، یہ بھی سامنے بیٹھا سن رہا تھا۔

دادی نے یہ کہا کہ خاموش نہیں ہوگا، بکواس کئے جائے گا، تو نے میرا مغز کھالیا، تو بچے نے سمجھا کہ نصیحت کے جواب میں یہی کہا جاتا ہے، وہی اس نے سیکھا، اس واسطے نہایت خراب نتائج ہوتے ہیں، پہلے حضرات بچوں کو اچھے اچھے الفاظ سکھاتے تھے، قرآن پاک سکھاتے تھے، آداب سکھاتے تھے، اس کے اثرات عمدہ ہوتے تھے۔

## عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پوتا چھوٹا بچہ پاس بیٹھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس وقت نابینا ہوگئے تھے، کسی شخص نے آ کر کہا کہ مچھر پیر کے نیچے آ گیا اس کا کیا بدلہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا تم کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ کہا عراق سے آئے ہیں، فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر دو میدان کربلا میں، اس کو نہ پوچھو، مچھر پیر کے نیچے آ گیا اس کا مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہو، انھوں نے غصہ سے دیکھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف چھوٹا بچہ جو پاس بیٹھا تھا اس نے کہا:

"نظروا الیک باعین محمرۃ نظر الذلیل الی العزیز القاھر"

دادا ابا ان لوگوں نے آپ کو لال لال آنکھیں کر کے دیکھا ہے جیسے کوئی ذلیل آدمی کسی باعزت کو دیکھا کرتا ہے، غصہ میں اسطرح سے دیکھا بچے نے ان کا لفظوں کے

اشعار میں فوٹو اتار ہی دیا، سارے کا سارا حلیہ کھینچ دیا بچے کو اتنی تمیز تھی اتنی تہذیب تھی۔

## سلطان محمود غزنوی کا انداز تربیت

سلطان محمود غزنوی ہندوستان آئے تھے، یہاں کچھ لوگوں کو لڑکوں کو، بڑوں کو پکڑ کر بھی لے کر جاتے تھے، جہاد میں جو گرفتار ہوتے تھے، ان کو لے جاتے تھے، ایک ہندو لڑکے کو لیکر گئے، اس کی شاہانہ طریقے پر تربیت کی، شاہی آداب سکھائے عدالت میں بیٹھنا، دربار میں بیٹھنا لوگوں سے بات چیت کرنا سب سکھایا اور پھر اس کی تاج پوشی کی، اس کے سر پر تاج رکھا، وہ رونے لگا، پوچھا بھئی کیوں رو رہے ہو؟ یہ کوئی رونے کا وقت ہے، یہ تو خوشی کا وقت ہے، یہ تو خوشی کا موقع ہے، اس نے کہا میری ماں ڈرایا کرتی تھی، ہندوستان میں محمود آ گیا، محمود کا رعب اتنا بیٹھا ہوا تھا، سارے ملک پر کہ بچوں کو محمود کے نام سے ڈرایا جاتا تھا، تو آج میں رو رہا ہوں اس واسطے کہ اگر میری ماں زندہ ہوتی تو میں ماں سے کہتا کہ محمود برا آدمی نہیں ہے، محمود بہت اچھا آدمی ہے، محمود نے ایسا علم سکھایا، مجھے ایسی تربیت کی کہ ماں باپ ہرگز نہ کر سکتے تھے، اس واسطے رو رہا ہوں، تربیت کے بڑے فوائد ہیں۔

## تربیت کا طریقہ

بڑے حضرات جب کھانا کھائیں تو بچوں کو اپنے ساتھ کھلائیں تا کہ عادت ہو کہ بچے بھی دائیں ہاتھ سے کھائیں، بچے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھائیں، کھانا کھانے سے پہلے باقاعدہ ہاتھ دھوئے، کھانے میں نوالے چھوٹے اٹھائے، بار بار کھانے پر **الحمد للہ**، **الحمد للہ** کہتا جائے، پانی پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے، تین سانس میں پانی پیئے، اس پر بھی **الحمد للہ** کہے، جو مسنون طریقہ ہے، اس طریقے پر سب کام ہونا چاہئے، بچہ بیٹھے تو اس کو بتایا جائے، کہ اسطرح سے بیٹھنا چاہئے، جو حضور اقدس ﷺ کا طریقہ ہے بیٹھنے کا، کپڑا پہنے تو

دائیں آستین سے پہنے بائیں آستین کو بعد میں پہنے اسی طرح سے پاجامہ پہنے تو دائیں طرف سے پہنے یہ حضور اقدس ﷺ کا طریقہ ہے، لیٹے تو دائیں کروٹ پر لیٹے جو دعائیں احادیث میں آئیں، سونے کی، لیٹنے کی، سو کر اٹھ کر جاگنے کی، اور گھر سے نکلنے کی، گھر میں آنے کی، مسجد جانے کی مسجد میں سے آنے کی، وہ دعائیں بچوں کو تعلیم دی جائیں کہ اس طرح سے کریں، اس طرح بچوں کی تربیت ہوگی، انشاء اللہ وہ بچے دین کے حامل پیدا ہوں گے، ایسے حامل ہونگے کہ خود بھی روشن ہوں گے، اور دوسروں کو بھی روشن کریں گے، ورنہ تو پھر وبال جان بن جاتے ہیں، بعضے بعضے آدمیوں نے ہم سے شکایت کی، کہ ہمارا لڑکا ہم سے بات نہیں کرتا، سامنے نہیں آتا، مکان میں جاتا ہوں تو وہ نکل کے چلا جاتا ہے، کبھی پاس نہیں بیٹھتا یہ کیا چیز ہے، بچوں کے اندر جو مزاج میں نخوت پیدا ہوتی ہے، برائی پیدا ہوتی ہے، اسی وجہ سے ہوت ہے، کہ ان کی تربیت صحیح نہیں، صحیح تربیت ہو تو وہ ماں باپ کا ادب کریں، ان کے پاس بیٹھیں ان کو حق تعالیٰ کی نعمت سمجھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماں باپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم کر رکھا ہے، یہ اس کا بڑا احسان اور انعام ہے۔

## تربیت نہ ہونے کے نقصانات

غرض یہ کہ بچوں کی تربیت نہ ہونے سے دنیا کا بھی نقصان، آخرت کا بھی نقصان۔ کیا ہوتا ہے تربیت نہ ہونے سے؟ برے اخلاق سیکھنے سے، کسی بچے میں چوری کرنے کی عادت ہوگی، چوری کرنے کیلئے گیا، تو پکڑا گیا کسی کے یہاں ڈاکہ ڈالنے گیا تو پکڑا گیا، ہمارے ایک دوست کے بچے میں عادت ہوگئی، ڈاکہ ڈالنے کی تو گرفتار ہوگیا، پہنچ گیا جیل میں، باپ نے تذکرہ کرنا شروع کیا، کہ اس کا انتقال ہوگیا، باپ کو اتنا غصہ، اتنا رنج تھا اس کا اس کے باپ کو کہ اس کی وجہ سے ایک صاحب سے ہم نے پوچھا کہ آپ نے اپنے بچے کو تعلیم نہیں دی کہنے لگا کیا کروں، اب تو اتنا غصہ ہے۔

..........................................................................................................

میری طبیعت میں، بچوں کی طرف سے کہ کوئی شخص ایک لاکھ روپیہ مجھ سے لے لے اور میرے بچوں کو مجھ سے غائب کردے، یہ حال ہے بچوں کا جو بچے قوت باز و بننے چاہئے ماں باپ کے لئے ڈھارس کا ذریعہ ہو ماں باپ کو بچوں سے اتنا بوجھ ہو جائے، یہ غلط تعلیم، غلط ماحول کا نتیجہ ہے، اگر تعلیم صحیح ہو، ماحول صحیح ہو، ماحول اچھا ہو، تربیت درست ہو، تو ماں باپ کی طبیعت میں اولاد کی شفقت ہو اور اولاد کی طبیعت میں ماں باپ کی عظمت ہو، اس وقت اس صورت میں زندگی خوشگوار گزرتی ہے ورنہ یہی مکان جس میں رہنا سہنا ہوتا ہے، یہ جہنم کا نمونہ ہو جاتا ہے، باپ جب بیٹے کو دیکھتا ہے، تو اس کا خون کھولتا ہے، بیٹا باپ کو دیکھتا ہے تو اس کو جوش آتا ہے، اسی طرح ماں کا حال باپ ماں سے کہتا ہے، کہ میرے بیٹے کو کھانا مت دینا اب ماں کو محبت بھی ہے، بیٹے سے کیسے کھانا نہ دے، باپ سے چرا چرا کے کھانا کھلاتی ہے بیٹا ایسے موقعہ پر آتا ہے چھپ کر کہ باپ موجود نہ ہو گھر میں، غرض یہ طریقہ شریفانہ طریقہ نہیں، یہ تو بہت ہی غلط طریقہ ہے، اس سے سارا گھر برباد اور تباہ ہوتا ہے، اگر کسی کے بیٹے کو خدانخواستہ وارنٹ جاری ہو جائے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے، ماں باپ کو، سب اعزاء اقرباء کو لیکن بیٹے کے اندر اگر خراب عادتیں پیدا ہو جائیں جن کی وجہ سے وہ جہنم کا مستحق ہے، تو سمجھے کہ جہنم کا وارنٹ اس کے نام پر جاری ہو گیا، اگر بچہ کی گرفتاری ابھی نہیں ہوئی لیکن وارنٹ جاری ہو گیا، ایک وقت آئے گا کہ پکڑا جائے گا، اس کی فکر نہیں، اس کو جہنم سے بچانے کے لئے بھی کوشش کرنے کی ضرورت ہے، اور حکومت چلانے کیلئے نہیں بلکہ حسن تدبیر سے عمل کیا جائے۔

## حدیث پاک کی ہدایات

حدیث شریف میں آتا ہے، جب بچہ جوان ہوتا ہے، تو اس کو بھائی بنالو، یعنی اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرو، جیسے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس کے ساتھ ڈانٹ

ڈپٹ مار پیٹ نہ ہونی چاہئے، اب جوان ہوگیا وہ۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب بچہ جوان ہو جائے تو اس کی شادی کردو، اور اس سے کہو بیٹا! تمہارے جو کچھ حقوق تھے ہم نے ادا کئے جہاں تک ہو سکا تمہاری شادی ہوگئی، اللہ تعالیٰ تمہارے شر سے تمہارے فتنہ سے ہمیں بچائے، یہ دعا کرنے کے لئے کہا گیا ہے، اسی طرح بھائیوں کے آپس میں تعلقات ہوتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے، بڑا بیٹا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے، چھوٹا بھائی بمنزلہ اولاد کے ہوتا ہے، اس لئے ان رشتوں کو ان شفقتوں کو، ان محبتوں کو بروئے کار لانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر تربیت کرنے کی ضرورت ہے ورنہ یہ ساری چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں، لڑکے نے ایسی حرکتیں شروع کیں کہ برسہا برس کے خاندان کی ساری عزت تباہ ہوگئی، باپ کو منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہتی، بعضے دفعہ لڑکا ایسی حرکتیں کرتا ہے، کہ باپ کو کہیں منہ دکھانا مشکل کسی کے سامنے، شکایت کرے تو کیا کرے، اپنا لڑکا ہے، اپنے عضو کو کاٹ کر نہیں رکھتے، ہاتھ کو کوئی کاٹ کر نہیں پھینکتا، باپ اس کو کس طرح اپنے سے جدا کرے، اور کیسے اپنے ساتھ رکھے، یہ سب خرابی کاہے کی ہے، اسی کی ہے، کہ شروع میں اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام نہیں کیا، ورنہ تو حالات بہت اچھے ہوتے بہتر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین!

❑❑❑

..............................................................................................................

# اصل قرب اتباع میں ہے

یہ بیان دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر میں ہوا۔

## بیان کے اہم مضامین

☆......اتباع سنت کے بغیر تمام ریاضت ومجاہدات بیکار ہیں۔

☆......اتباع سنت سے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات مشائخ کے واقعات۔

☆......معاصی سے اجتناب اور توبہ واستغفار کی ضرورت۔

☆......مدرسہ کی ضرورت واہمیت۔

..........................................................................................

# اصل قرب اتباع میں ہے

خطبہ مسنونہ۔اما بعد!

## حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کا نام ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان کے فضائل احادیث میں آئے ہیں، اونچے درجہ کے صحابی ہیں، صحابہ کا عظیم دور ہے، اور ان میں بعضے زیادہ بوڑھے ہیں، بعضے باپ، بعضے دادا ہیں، بعضے بیٹے ہیں، بعضے پوتے ہیں، بعضے استاد ہیں، بعض شاگرد ہیں۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنایا، یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، یمن کے دو ڈویژن تھے ایک میں قاضی بنایا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک میں بنایا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو روانہ کیا ہے، اس طریقہ پر روانہ کیا ہے کہ ان کو سوار کرایا اور خود پیدل چلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہے کہ ان کے دل پر کتنا بوجھ ہوا ہوگا، کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے ہیں، اور میں سوار ہوں، لیکن وہاں تو خوشی اسی میں تھی، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں تھی، بہر حال برداشت کیا، اچھی بات ہے، مدینہ طیبہ کے باہر دور تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ چلے، جب وہاں سے واپسی کا وقت آیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! آئندہ جب تم آؤ مدینہ طیبہ مجھ سے ملنے، شاید مجھ سے تمہاری ملاقات نہ ہو، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے آنکھوں میں آنسو بہنے لگے کہ یہ آخری زیارت ہے اس کے

بعد زیارت نصیب نہیں ہوگی، جب رخصت ہونے لگے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف رخ فرمایا، اور فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ میرے دوست، میرے محبوب وہ ہیں جو تقویٰ اختیار کریں، جو بھی ہوں جہاں بھی ہوں

"مَنْ کَانُوْا اَیْنَ کَانُوْا"

جولوگ تقویٰ اختیار کریں وہ لوگ میرے محبوب ہیں، میرے بھائی ہیں چاہے وہ یہاں رہیں چاہے کہیں رہیں، یعنی فرمایا کہ چاہے تم مدینہ طیبہ میں نہ رہو اور یمن میں رہو اور وہاں تم تقویٰ اختیار کرتے رہو، تو بھی تم مجھ سے قریب ہو۔

## دور رہ کر بھی نزدیک

لہٰذا جسمانی اور بدن کی دوری کوئی دوری نہیں ہے، دل سے اگر نزدیک ہو تو جسمانی دوری کیا چیز ہے، ایک بادشاہ ہے. بہت ہی جلیل القدر بڑی مملکت پر اس کی سلطنت ہے، اس نے اپنے بیٹے کو کسی دوسرے شہر میں بھیجا، شہر کے انتظامات کے لئے وہاں سے روزانہ خیر وخبر باشاہ کے پاس پہنچتی ہے تو وہ بہت دور لیکن اس کے کارنامے پہنچتے ہیں، وہ کارنامے باپ کو بہت خوش کرنے والے ہیں، تو وہ بیٹا دور نہیں کہلاتا، بلکہ نزدیک ہی ہے۔

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک بزرگ گزرے ہیں، جن کا نام حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ صاحب حضوری تھے، صاحب حضور کون؟ صاحب حضوری وہ کہلاتے ہیں جن کو ہر روز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی ہے، اس کو صاحب حضوری کہتے ہیں، مدینہ طیبہ میں رہتے تھے، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان جاؤ، "سُبْحَانَ اللہ" حضور اقدس ﷺ کی محبت اور شفقت کہ اپنے خاص خادم کو، خاص آدمی کو وہاں سے بھیج رہے ہیں، ہندوستان اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا، کہ غریبان ہند پر نظر شفقت رکھنا، شفقت کی نظر سے ان کو دیکھنا انہوں نے عرض کیا کہ حضور! یہاں تو ہر روز مجھے حاضری کا موقع مل جاتا ہے، چلا جاؤں تو وہاں سے حاضری دشوار ہوگی، مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوگا کہ غیر حاضر رہوں، فرمایا کہ تم کو وہاں سے بھی موقع دیا جائیگا، بس یہ تعمیل ارشاد کیلئے چلے آئے، دہلی میں قیام کیا، دہلی میں قیام کیا اور یہ طریقہ رکھا کہ جہاں بھی کہیں معلوم ہوتا کہ کوئی اللہ اللہ کرنے والا بزرگ موجود ہے تو اس کی زیارت کیلئے جاتے ملاقات کرتے۔

ایک مرتبہ سنا کہ ایک درویش آیا ہوا ہے، یہ بھی گئے دیکھا جا کر کے کہ مجمع بہت سامنے موجود ہے انہوں نے جا کر ملاقات کی اس کے پاس ایک پیالہ رکھا تھا، شراب کا اس درویش نے ان سے کہا کہ لو اس میں سے پیو، انہوں نے انکار کیا کہ میں نہیں پیتا، اس نے اصرار کیا، انہوں نے نہیں پیا، بس یہ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے، رات کو اپنی قیام گاہ پر خواب میں دیکھا کہ لوگ جا رہے ہیں، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں کہا کہ فلاں مکان میں رسول اکرم ﷺ تشریف رکھتے ہیں، وہاں جا رہے ہیں، سب کے ساتھ یہ بھی گئے اور لوگ تو اندر چلے گئے، لیکن دروازے پر دیکھا وہی فقیر کھڑا ہے، ڈنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے، اور ڈنڈا اٹھا کر ان سے کہا تم نے پیالہ تو پیا نہیں اب تم کو اجازت نہیں گھبرا کر آنکھ کھل گئیں یہ صاحب نسبت آدمی تھے، انہوں نے کہا:

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

یہ شیطان رجیم ہے۔

"استغفر اللہ لاحول" پڑھی آج پھر گئے اس فقیر کے یہاں، فقیر نے دیکھتے ہی کہا کہ اب تو پی لو، کہا کہ او ہو یہ شعبدے کسی اور کو دکھائیو، میں ان شعبدوں میں آنے والا

نہیں، نہیں پیا، آج پھر خواب میں دیکھا کہ لوگ جارہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فلاں مکان میں تشریف فرما ہیں، یہ پھر چلے گئے دیکھا تو پھر وہی فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے، پھر آنکھ کھل گئی آج پھر فقیر کے یہاں گئے، تو اس نے کہا کہ تم محروم ہو تم نے پیالہ تو پیا نہیں، پچھتانا پڑے گا، انہوں نے جوابدیا کہ حضور اقدس ﷺ نے شراب کو منع فرمایا ہے حرام فرمایا ہے، میں کبھی نہیں پی سکتا، حضور اقدس ﷺ کے حکم کو میں توڑتا تو پچھتانا پڑتا شراب کو حضور اقدس ﷺ نے منع فرمایا، حضور اقدس ﷺ کے حکم کے خلاف کرنے سے پچھتانا پڑتا ہے، اب اگر دوروز حاضر نہ ہوا تو کیا بات ہے، میری خدمت تو قبول ہے وہاں، بھئی ظاہر بات ہے کہ اگر کسی سے قربت حاصل بھی ہوگی، لیکن خدمات قبول نہ ہو تو کیا فائدہ۔

## محبت بلا اتباع مفید نہیں

آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ایک چچا تھا، ابولہب جس کا تذکرہ قرآن میں بھی آیا:

"تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ" (سورۂ لھب: ۱)

[ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔] (بیان القرآن)

ایک باندی تھی اس کی جس کا نام تھا ثویبہ اس باندی نے آکر خبر دی ابولہب کو کہ تمہارے بھتیجا پیدا ہوا ہے، بہت خوشی ہوئی اور اس باندی کو خوشی میں آزاد کردیا، محبت بھی کرتا تھا، خدا جانے کتنی مرتبہ حضور اقدس ﷺ کو گود میں بھی لیا ہوگا، کھلایا بھی ہوگا، اتنا قریبی ہے، خاندان ایک ہے، لیکن حضور اقدس ﷺ کی بات کو نہیں مانا ایمان نہیں لایا، اطاعت نہیں کی پیار محبت کرنے نے کوئی فائدہ نہیں دیا، بلکہ جہنم میں جائیگا، جب حضور اقدس ﷺ پر ایمان نہیں لایا، اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی، تو

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر میں دو روز سے حاضر نہیں ہوا تو کیا حرج ہے، لیکن میں ان کی مانتا ضرور رہوں، تیسری رات پھر اسی طرح خواب میں دیکھا کہ فقیر اسی طرح ڈنڈا لیکر کھڑا ہے، تو سوچ رہے ہیں کہ یا اللہ عجیب بات ہے جو شراب پیئے اسے اندر جانے کی اجازت ملے، جو نہ پیئے اسے اجازت نہ ملے، اندر سے آواز آئی کہ حضرت نبی کریم ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں، کہ دو روز سے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئے، کیا بات ہے کہاں ہیں؟ یہ حاضر نہ ہوئے تو وہاں یاد ہو رہی ہے، حضور اقدس ﷺ یاد فرمارہے ہیں، انہوں نے زور سے آواز دی کہ حضرت میں آنا چاہتا ہوں مگر یہ فقیر کھڑا ہے اندر آنے نہیں دیتا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے، کسی نے عرض کیا کہ کھڑا ہے، ڈنڈا لیکر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"اخسا یا کلب"

دور ہو جا کتے اِدھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تلوار لیکر دروازے کیطرف دوڑے وہ جو فقیر دروازے پر کھڑا تھا، وہ بھاگا راستہ کھلا صاف ہوا، راستہ کھلا تو یہ اندر حاضر ہوئے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ تم دو روز سے آرہے تھے، یہ آنے نہیں دے رہا تھا، انہوں نے عرض کیا جی حضور، یہ مجھے شراب پینے کے کہتا تھا، حضور اقدس ﷺ نے تو شراب کو حرام فرمایا میں کیسے پی لیتا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بہت اچھا کیا اور بہت شفقت فرمائی، آج پھر گئے دیکھا فقیر کے وہاں مجمع ہے، مگر وہ خود موجود نہیں، لوگوں سے پوچھا تمہارے پیر کہاں ہیں؟ بتلایا اندر کمرے میں ہے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا کوئی آواز نہ آئی کواڑ کھولے، دیکھا وہاں کوئی موجود نہیں انہوں نے پوچھا اندر تو نہیں ہے، تم نے کسی چیز کو یہاں سے نکلتے دیکھا بھی ہے، انہوں نے بتایا کہ ایک کتا یہاں سے نکل کر گیا ہے، تب ان شیخ نے پورا واقعہ بیان کیا کہ جس کو حضور اقدس ﷺ نے کتا فرمایا وہ کتا ہی بن گیا، وہ حضور اقدس ﷺ کی شریعت کو مسخ کرنا چاہتا تھا،

اللہ پاک نے شریعت محمدیہ ﷺ کی تو حفاظت فرمائی اور خود اس شخص کو مسخ کر کے کتا بنادیا وہ مجمع سب ان کے ہاتھ پر تائب ہوا اور بیعت ہوا، پس جو شخص تقوی اختیار کرکے، وہ حضور اقدس ﷺ کے قریب ہے، چاہے کشمیر میں رہے، چاہئے کتنی دور رہے، چاہے مدینہ طیبہ میں رہے، وہ قریب ہے، جو حضور اقدس ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، یہی اصل چیز ہے، کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جو لوگ تقوی اختیار کریں وہ میرے دوست ہیں، خلیل ہیں، قریب ہیں، جو ہوں جہاں ہوں، دور ہوں، نزدیک ہوں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ وہ اپنی زندگیوں کو حضرت نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے مطابق بنانا چاہتے تھے، چاہے عبادات ہوں، معاملات وغیرہ ہوں۔

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباع

کسی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ دن بھر کیا کام کرتے تھے، انہوں نے جواب دیا: کہ صبح اٹھو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آجاؤ اور ان کو دیکھو جس طرح وہ کھاتے پیتے وضو کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، ارکان رکوع، سجود وغیرہ، بات، کلام، سلام، سلام کا جواب کرتے ہیں، یہی طریقہ تھا گویا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ڈھال لیا تھا، پورے طور پر حضور اقدس ﷺ کی اتباع اور اطاعت میں جو کام جس طرح حضور اقدس ﷺ نے کیا وہ کام اسی طریقہ پر آپ فرماتے تھے، چلنا پھرنا بھی اسی طرح سے ہوتا تھا، کھانا پینا غرض ہر کام اسی طرح ہوتا تھا، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہاں تک حال تھا۔

..................................................

## ایک صحابی کا اتباع نبوی ﷺ

ایک صحابیؓ ایک شخص کو لے گئے باغ میں وہاں اس وقت موسم تھا پتے جھڑنے کا ایک شاخ کو پکڑ کر اس کو ہلایا، جتنے اس پر پتے تھے، وہ سب جھڑ گئے، انہوں نے فرمایا تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا، اس نے کہا کہ بتائے ایسا کیوں کیا، بتایا کہ اس طرح سے حضرت نبی اکرم ﷺ مجھے لیکر گئے تھے، اور اس طرح سے شاخ کو پکڑ کر جھٹکا دیا تھا اور پتے جھڑ گئے تھے، اور مجھ سے فرمایا کہ تم پوچھتے کیوں نہیں میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے پوچھا حضرت بتلائیے تو فرمایا کہ فلاں کام کرنے سے اس طرح سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، جس طرح سے یہ پتے جھڑ گئے اس شاخ سے، اس بات کی ترتیب بتانے کے لئے جو طریقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا، وہی طریقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس کو بتانے کے لئے اختیار کیا یہاں تک اتباع کا یہ عالم تھا۔

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اتباع سنت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مکہ کے راستے میں اونٹ سے اُتر کر درخت کے نیچے کچھ دیر آرام کیا کسی نے پوچھا ایسا کیوں کیا تو فرمایا کہ میں نے دیکھا تھا کہ حضور اقدس ﷺ نے اسی جگہ پر اس طرح سے اُتر کر آرام کیا تھا، حالانکہ حضور اقدس ﷺ نے سنت کے بیان کیلئے نہیں کیا تھا، بلکہ ضرورت کے بنا پر کیا تھا، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے، اُترے تھے۔

لیکن جو کام حضور اقدس ﷺ نے کیا اس کام کو اسی طریقہ پر کیا، ایک مقام پر چلتے چلتے اونٹ سے اُترے اونٹ کو بٹھایا اور جس طرح سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے بیٹھا ہے ایسے بیٹھ گئے اور اس کے بعد پھر اٹھ گئے، پوچھنے پر بتلایا کہ اسی طرح

پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پہونچ کر قضائے حاجت کی تھی، غرض کہ اسی طریقہ کو اختیار کیا تھا۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اتباع سنت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہیں سفر میں جانے کے لئے اونٹ پر سوار ہو گئے، اور سوار ہو کر یہ کلمات پڑھے:

"سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، اَللہُ اَکْبَرُ"

اور اونٹ پر قمچی ماری اور ہنسے پھر دعا پڑھی اور چل دیئے، پوچھنے پر بتایا: کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اونٹ پر سوار ہوئے تھے، اس طرح دعا پڑھی تھی، قمچی ماری تھی، ہنسے تھے، اس لئے وہی طریقہ اختیار کیا، لہٰذا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اختیار کرنا چاہئے، اس طریقے کو اختیار کریں گے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقبول ہوتے چلے جائیں گے، اس سے زیارت بھی نصیب ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ خواب میں، اور وہاں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوگی۔

## درود شریف کی فضیلت

حدیث شریف میں آیا ہے:

**"ان للہِ تعالیٰ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام" (مشکوۃ شریف: ۸۶، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)**

فرشتے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھے ہیں، جہاں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ہوتا ہے، فرشتے جا کر ان تک پہونچا دیتے ہیں، حدیث شریف میں ہے:

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِی سمعته ۔ الخ"

(مشکوۃ شریف : ۸۷، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جوشخص میرے روضے کے پاس مجھ پرسلام پڑھتاہے، میں اس کو براہِ راست سنتا ہوں اور جوشخص دور سے پڑھتاہے، وہ میرے پاس پہونچایا جاتا ہے، غرض زیادہ قرب جو ہوتاہے، وہ اتباع سے حاصل ہوتاہے، اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔

## جذبۂ خدمت واطاعت

ایک جہاد کے موقع پر حضوراقدس ﷺ نے فرمایا ہماری حفاظت کون کریگا، ہمارا پہرہ کون دیگا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ اٹھے ان سے نام پوچھا، انہوں نے بتایا حضوراقدس ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، پھر دوبارہ فرمایا ہماری حفاظت کون کریگا، ہمارا پہرا کون دیگا؟ ایک صحابی اٹھے ان سے نام پوچھا، انہوں نے بتایا، حضوراقدس ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

تیسری مرتبہ پھر فرمایا: تیسرا اٹھا، اس کو بھی کہا بیٹھ جاؤ، پھر فرمایا تینوں آدمی یہاں آجاؤ، ایک صاحب آئے حضوراقدس ﷺ نے فرمایا تمہارے دونوں ساتھی کہاں ہیں؟ عرض کیا میں ہی ہوں، پہلی مرتبہ اپنا نام بتایا، دوسری مرتبہ بتایا تھا، فلاں کا بیٹا ہوں، تیسری مرتبہ بتایا تھا، فلاں کا باپ ہوں، ابوفلاں، ابن فلاں، اور ایک دفعہ اپنا نام، گویا کہ حضوراقدس ﷺ کی اطاعت کا اتنا جذبہ تھا کہ ہرشخص یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح سے میں اس سعادت کو حاصل کروں، حالانکہ وہ موقعہ ایسا تھا، کہ جان خطرے میں تھی، لیکن کوشش یہ تھی کہ کوئی اور نام مجھ سے پہلے نہ آئے سب سے پہلے میں ہی اٹھوں۔

## حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اتباعِ سنت

حضوراقدس ﷺ نے اپنی اخیر حیات میں ایک لشکر روانہ فرمایا تھا، جہاد کیلئے

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا، اور اپنے دست مبارک سے جھنڈا بنا کر ان کے حوالے کیا اور روانہ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت خراب ہوئی، لشکر نے یہ خبر سنی تو واپس آ گیا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہو گئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا کہ اب لشکر کو روانہ کریں، جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تھا، مشورہ دیا گیا کہ ابھی روانہ نہ کریں، اس واسطے کہ تازہ تازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے، ایسا نہ ہو کہ فتنہ پیدا ہو جائے، دشمن چڑھائی کر آئیں، مدینہ طیبہ پر، اگر یہ لشکر یہاں موجود ہوگا، تو ان کا مقابلہ کرنا آسان ہوگا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں نہیں مانتا سب سے پہلے اسی لشکر کو روانہ کرنا ہے، وحی ختم ہو چکی ہے، اب وحی آنے والی نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے، اب کوئی نبی آنے والے نہیں، کیا دین کے اندر نقصان پیدا ہو سکتا ہے، اور میں زندہ رہوں۔

"اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ"

کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین کے اندر کوئی نقصان پیدا ہو سکتا ہے، سب سے پہلے اسی لشکر کو روانہ کیا جائے گا کسی نے عرض کیا اگر بھیجنا ہی ہے، تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار نہ بنائیے، اس واسطے کہ وہ ابھی لڑکے ہیں، پرانے صحابیؓ تجربہ کار موجود ہیں، ان میں سے کسی کو بنائیے فرمایا کہ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سپہ سالار بنایا اسی کو بناؤں گا انہوں نے اعلان کر دیا چلنے کا، اور یہ مشورہ دینے والے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ لیکن کسی ذاتی خواہش کی بناء پر مشورہ نہیں دے رہے تھے، بلکہ عین خیر خواہی مقصود تھی، مگر ان کے پاس یہ دلیل تھی، کہ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہو، میں اس کو نہ رکھوں یہ نہیں ہو سکتا، چنانچہ اعلان کر دیا چلنے کا جہاد کے لئے سب لوگ تیاری میں لگ گئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ کسی طرح سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ جائیں، یہیں ٹھہر جائیں تا کہ ان سے مشورہ لینا آسان رہے، تازہ تازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے، مسلمانوں کے قلوب میں سخت ترین صدمہ

ہے، پریشانی کے عالم میں ہیں، مشورے کی ضرورت پیش آئیگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود رہیں گے، تو مشورہ لینا آسان رہے گا، چاہتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے حکم سے فرمادیتے کہ تم ٹھہر جاؤ میرے پاس، تم لشکر میں مت جاؤ، ایسا نہیں کیا، چاہتے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہتے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو روک لیا ہے، ایسا بھی نہیں کیا بلکہ خود حضرت اسامہؓ کے پاس گئے، اور جا کر اس طرح بیٹھے جیسے ایک شاگرد اپنے استاد کے سامنے بیٹھتا ہے، ایک ماتحت اپنے افسر کے سامنے بیٹھتا ہے، چونکہ سپہ سالار کا منصب ان کو عطا کر چکے تھے، اس لئے انکے سامنے اس مرتبہ کے ادب واحترام کا لحاظ کرتے ہوئے بیٹھے اور ان سے عرض کیا کہ آپ نے اعلان کر دیا جہاد میں جانے کا، سب لوگ تیاری میں لگے ہوئے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ بھی جانے کی تیاری کر رہے ہیں، ان کو کوئی عذر نہیں ہے جانے میں جانے کے لئے تیاری کر رہے ہیں، لیکن مجھ کو ان کے مشورے کی ضرورت ہے، اگر آپ خوش دلی سے اجازت دیں، تو عمر یہاں رضی اللہ عنہ ٹھہر جائیں گے، ورنہ تو ہم کو کوئی انکار نہیں وہ ضرور جائیں، تو انہوں نے اجازت دی، کہا اچھی بات ہے آپ کو ان کے مشورے کی ضرورت ہے، ان کو روکنا چاہتے ہیں، تو بہت اچھا۔

انہوں نے اجازت دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانے سے روکا ہے، تو منصب کا لحاظ اتنا کیا جاتا ہے، جس شخص کا جو منصب تجویز کیا جائے اس کا لحاظ کرنا ضروری ہے، آج مسلمانوں میں جہاں بہت سارے نقصانات ہیں، ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے، کہ کسی کے منصب کا لحاظ نہیں کیا جاتا، ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میری بات قبول کی جائے، میری بات بلند ہو جائے، میری رائے کو سب مانیں، میں اونچا بن کر رہوں، یہ اتنی خطرناک بات ہے، کہ سب جگہ اسی کے فسادات ہیں، باپ بیٹے میں لڑائی ہے، بھائی بھائی میں لڑائی ہے، شوہر بیوی میں لڑائی ہے، خاندان والوں میں لڑائی ہے، ہر جگہ ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی ہے، بدزبانی ہے، ساری بنیاد یہ ہے، کہ ہر شخص چاہتا ہے، کہ میری رائے مانی جائے

میری بات اونچی رہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے میں اتنی برکت دی کہ مشرکین نے دیکھا جب وہ لشکر چلا ہے، تو تعجب میں پڑ گئے کہ ہم تو سمجھ چکے تھے اسلام کی کمر ٹوٹ چکی، مگر ان کے اندر تو ابھی جان ہے، کہ یہ دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے جارہے ہیں، پھر وہ لشکر چلا اور اس کی مدد کرنے کے لئے آہستہ آہستہ آدمیوں کو بھیجتے رہے، اس بستی میں پہنچے، اس بستی میں پہنچے یہاں پہنچے وہاں پہنچے بڑا کام کیا اس لشکر نے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق مشورہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چاہے کہ ان کو اونچے عہدے سے معزول کر دیجئے، فرمایا: کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عہدہ عطا فرمایا ہے میں ان سے واپس نہیں لے سکتا۔

## حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کا اتباعِ سنت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا، تو انہوں نے ایک بات پر معزول کر دیا، وہ یہ کہ انہوں نے کسی کو انعام زیادہ دیا تھا، ان کو بلایا گیا ان سے باز پرس کی کہ ایسا کیوں کیا، بلا کر سامنے سوال کرتے رہے، مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش کھڑے رہے، ڈانٹ کے پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، پھر بھی جواب نہیں دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ تو بولتے نہیں، جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ پھر بھی جواب نہیں دیا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے اٹھ کر ان کو عمامہ سے باندھ دیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ یہ جواب اس واسطے نہیں دے رہے ہیں کہ ان کو اس بات پر غصہ ہے کہ مجرم کو تو باندھ کر کھڑا کیا جاتا ہے، میرے ساتھ یہ غلط رعایت کیوں برتی جارہی ہے، بغیر باندھے مجھ سے جواب لیا جارہا ہے، اس واسطے خاموش کھڑے رہے، چنانچہ جب ان کو باندھ دیا گیا، تب انہوں نے جواب دیا یعنی مجرم کو باندھ کر کھڑا کرنے کے واسطے وہ اپنے اوپر پہلے اس قانون کو نافذ کرنے کیلئے تیار تھے، اقرار کر رہے تھے کہ مجھے باندھ کر کیوں نہیں کھڑا کیا گیا، لہذا میں جواب

نہیں دونگا، حضور اقدس ﷺ کا منشاء پورا کرنے کے لئے یہاں تک کہ جب انہیں معزول کر دیا گیا کسی نے اطلاع دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری قدر نہیں کی مجھے معزول کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلا کر ڈانٹا کہ کیا فقرے ہیں جو مجھ تک پہنچ رہے ہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جس نے نقل کیا آپ سے غلط نقل کیا، میں نے یہ نہیں کہا ہے، میں نے تو یہ کہا کہ عہدے سے ہی تو مجھے معزول کیا ہے اسلام کی خدمت سے تو مجھے نہیں روکا ہے، میرا مقصود تو اسلام کی خدمت کرنا ہے، پہلے میں عہدے دار ہو کر کرتا تھا، اب میں سپاہی ہو کر کرونگا میرا مقصود تو کوئی عہدہ نہیں ہے، بلکہ خدمت کرنا ہے، میں نے یہ کہا تھا۔

## حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے معزول کرنے کی حکمت

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھایا تمہارے ہاتھ پر فتوحات بہت ہوئیں، دشمن کے دل میں تمہارا رعب بیٹھا ہوا ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام سے دشمن کانپتا تھا لیکن بھائی موت وحیات سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے، آج اگر آپ کی موت ہو جائے، آنکھیں بند ہو جائیں، ڈر یہ ہے کہ اسلام کا رعب کفار کے دل سے ختم ہو جائے گا، ہم چاہتے ہیں کہ رعب جو کچھ ہو اشخاص کا نہ ہو، بلکہ اسلام کا ہو کسی شخص خاص کا نہ ہو، چنانچہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی میں ان کو ہم دکھلائیں کہ ہمارے نزدیک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی یہ حقیقت ہے، کہ جب چاہا معزول کر دیا، انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، معزول ہو گئے، ختم ہو گئے، اور پھر ان کا حال یہ تھا:

## حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات

جس وقت ان کا انتقال ہوا ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تو رو رہے تھے، پوچھنے

پر فرمایا: کہ جہاد میں گیا ہوں، اس شوق اور خوشی میں نہیں گیا، کہ مجھے فتح نصیب ہوگی، دشمنوں کو ختم کروں گا، اسلئے نہیں گیا، بلکہ میں اسلئے گیا کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے خدا کے راستے میں میری جان قربان ہو جائے اللہ تعالیٰ کے یہاں میرا خون قبول ہو جائے، اس واسطے گیا تھا، میں اس جگہ گھستا تھا جہاں مجھے اندازہ ہوتا کہ یہاں گھسنے سے میری موت آ جائے گی، میں گھستا چلا گیا لیکن موت مجھ سے خود کو چھپاتی رہی، میرے سامنے نہیں آئی، ہائے افسوس آج بوڑھی عورتوں کی طرح بستر پر موت آ رہی ہے اسکے بعد یہ دعا دے گئے خدا کرے کہ بزدل کی آنکھ سے نیند اڑ جائے جو بزدل ہو یعنی بہادر نہ ہو اس کو نیند نہ آئے اس کی آنکھوں سے اڑ جائے۔

## حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا رونا

حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل جس وقت شہید ہوئے ہیں ان کے جنازے کے قریب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رو رہے تھے کھڑے ہو کر، کہہ رہے تھے کہ جن لوگوں نے اسلام کے مقابلے میں تلوار اٹھائی ہے ہم کو توقع نہیں تھی کہ ان کو شہادت نصیب ہوگی، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں تلوار اٹھائی ہے اسلام لانے سے پہلے، لیکن عکرمہ رضی اللہ عنہ تو کامیاب ہو گئے، ان کو تو شہادت نصیب ہوگئی، اب دیکھئے کہ میرے متعلق میرا کیا حال ہوتا ہے، غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کو پورا کرنا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو ہر چیز پر غالب رکھنا یہ بڑا کام ہے، اور حدیث میں آیا ہے:

## کمال اطاعت کمال ایمان کے لئے شرط ہے

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ"

(مشکوۃ شریف: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

............................................................

تم میں سے کوئی شخص ایماندار کہلانے کا مستحق نہیں جب تک کہ اس کے دل کی خواہش میری رائے کے میرے احکام کے تابع نہ ہوجائے، یہ ہے کام، لہذا جو کام آدمی کرے، جس کام کو آدمی کرنا چاہئے اس کو پہلے سوچ لے کہ یہ کام حضور اقدس ﷺ کے منشاء کے مطابق ہے یا نہیں، اگر منشاء کے مطابق ہے تو بہت اچھا اگر منشاء کے خلاف ہے تو نہ کرے چھوڑ دے۔

## سونے کی انگوٹھی کو نہ اٹھانا

ایک صحابی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے ایک انگوٹھی سونے کی پہنے ہوئے تھے، حضور اقدس ﷺ نے ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر اس سونے کی انگوٹھی کو نکال کر پھینک دیا، فرمایا یہ تو اہل جہنم کا زیور ہے اس کے بعد وہ تشریف لے گئے، وہ انگوٹھی وہاں پڑی رہی، کسی نے کہا یہ انگوٹھی تمہاری ہے، یہ کام آئے گی، اس کو اٹھا لو، انہوں نے جواب دیا، جس چیز کو حضور اقدس ﷺ نے پھینک دیا، اس کو اٹھا نہیں سکتا یہ محبت کا تقاضا ہے، یہ اطاعت وفرمانبرداری کا تقاضا ہے، جانثاری کا تقاضا ہے، کہ سردار دو جہاں آقائے نامدار حضرت رسول کریم ﷺ کی نظروں میں جو چیز ناپسند ہے، وہ اٹھانے کے لائق بھی نہیں ہے، اٹھانے کے قابل ہی نہیں، حضرت عمرؓ ایک ریشمی جبہ پہن کر حاضر خدمت ہوئے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ریشم کا لباس مرد کیلئے جائز نہیں۔

## ریشمی جبہ آگ میں جلا دیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر گئے ہیں جا کر وہ جبہ تنور جس میں آگ جل رہی تھی اٹھا کر اس میں ڈال دیا، پھر دوسرے روز خدمت میں حاضر ہوئے حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا جبے کو کیا کیا؟ عرض کیا کہ حضرت میں نے جلا دیا، آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کیوں؟ تمہارے لئے تو ناجائز تھا، لڑکیوں کے لئے کپڑا بنا دیتے، بچیوں کیلئے تو جائز تھا، مگر بھائی جس کے دل میں محبت کی آگ لگی ہوئی ہے، وہ دیکھتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کو جو چیز ناپسند ہے تو وہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ وہ چیز کسی کے بھی کام آسکتی ہے، اسکے نزدیک تو وہ جلانے ہی کے قابل ہے، تو بھائی جس طور وطریقے کو حضور اقدس ﷺ نے پھینک دیا، ناپسند فرمادیا اس کو حضور ﷺ کا نام لینے والا، امتی کہنے والا، حضور اقدس ﷺ کی محبت اختیار کرنے والا اختیار کرے، یہ طریقہ تو بہت ہی غلط طریقہ ہے۔

## حب نبوی ﷺ کی دلیل

ہر چیز کے دعوے کیلئے، دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، مسلمان ہو کر دعویٰ کرتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس سے محبت ہے، تو اس کے دعوے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے، اور دلیل اس کی پوری زندگی ہے، پوری زندگی کو حضور اقدس ﷺ کے منشاء کے مطابق بنائے تو اس کا یہ دعویٰ قابل قبول ہوگا، اور اگر حضور اقدس ﷺ کی زندگی کے خلاف زندگی اختیار کر رہا ہے، تو وہ دعویٰ کب اور کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے، روپیہ وہ حاصل کرسکتا ہے، ایسی جگہ سے جس کو حضور اقدس ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

## سود خور پر لعنت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ" رواہ مسلم۔ (مشکوۃ شریف: ۲۴۴، باب الربا)

سود لینے والے پر بھی لعنت فرمائی سود کی گواہی دینے والے پر بھی لعنت فرمائی، آدمی مسلمان ہو کر اگر وہ روپیہ حاصل کرتا ہے، سود کے ذریعہ سے مکانات بناتا ہے، شان و

شوکت کے ساتھ رہتا ہے، عیش و عشرت کی زندگی گزارتا ہے سود لیکر، سود پر حضور اقدس ﷺ نے لعنت فرمائی، تو مسلمان ہو کر لعنت کے پیسے کو لے گا۔

## رشوت اور غصب

مسلمان دعویٰ کرتا ہے، آنحضرت ﷺ سے محبت کا، لیتا ہے رشوت، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: رشوت لینے اور دینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے، یہ کیسے اختیار کرتا ہے رشوت لینے کو دعوی تو کرتا ہے، حضور اقدس ﷺ سے محبت کا، لیکن کرتا ہے دوسرے کی زمین کو غصب حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک بالشت بھر زمین کسی کی غصب کرے گا تو ساتوں زمین کا طوق بنا کر محشر میں قیامت کے دن اسکے گلے میں ڈالا جائے گا، دعویٰ کرے کہ مجھ کو حضور اقدس ﷺ سے محبت ہے، میں حضور اکرم ﷺ کا امتی ہوں، اس کے دعوی ثبوت کیلئے ساری زندگی میں ہر چیز کو دیکھا جائے گا۔

## دھوکہ دہی

ایک شخص دھوکا دیتا ہے، دھوکہ دیکر روپیہ حاصل کرتا ہے، سودا کھوٹا ہے لیکن اس کو کھرا بنا کر فروخت کرتا ہے، سیدھا آدمی دھوکہ میں آ کر خرید لیتا ہے، حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ تشریف لے جا رہے تھے، ایک کی دکان کے سامنے دیکھا غلے کا ڈھیر پڑا ہوا ہے، اس غلے کے اندر ہاتھ دے کر حضور اقدس ﷺ نے نکالا دیکھا کہ اندر بھیگا ہوا تھا، پوچھا یہ کیا اس نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ بارش میں بھیگ گیا، میں نے بھیگا بھیگا اندر کر دیا، اور سوکھا سوکھا اوپر کر دیا، تا کہ خریدار کو پتہ نہ چلے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" (ترمذی شریف: ۱/۲۴۵، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراهية الغش الخ)

.................................................................

جو ہم سے دھوکہ بازی کرے وہ ہمارے جماعت سے خارج ہے، تو مسلمان دعویٰ کرتا ہے حضور اقدس ﷺ سے محبت کا حضور اقدس ﷺ کے امتی ہونے کا، لیکن طریقۂ زندگی اختیار کرتا ہے، وہ جس کو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ہم میں سے نہیں ہے، تو کہاں جائے گا حضور اقدس ﷺ کی جماعت سے خارج ہو کر۔

## غیر مسلم رعیت پر ظلم

اگر کسی جگہ پر مسلمانوں کی حکومت ہے وہاں کوئی غیر مسلم بھی رہتا ہے، رعیت بن کر رہتا ہے، قانونی حیثیت سے رعیت ہے کچھ کر نہیں سکتا، اگر کوئی مسلمان اس غیر مسلم پر زیادتی کرتا ہے، چاہے گھور کر اس کو غصے سے دیکھ لے، چاہے گالی دیدے، چاہے تھپڑ مار دے، چاہئے اس کی کوئی چیز غصب کرلے، غرض کہ اس پر زیادتی کرتا ہے، اس خیال سے اس گھمنڈ سے جبر کرتا ہے، کہ یہ تو رعیت کا آدمی ہے، کیا کرسکتا ہے، تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اس کی طرف سے میں دعویدار بن کر آؤں گا۔

## محبت کیلئے حضور اقدس ﷺ کا طریقۂ زندگی ضروری ہے

اس واسطے بھائی مسلمان کی زندگی کے سدھرنے کے لئے حضور اقدس ﷺ کی احادیث حضور اقدس ﷺ کا طریقہ زندگی ضروری ہے آج ہمارا مسلمان بھائی دیکھتا ہے یورپین اقوام کی طرف، کبھی جرمن کی طرف، کبھی جاپان کی طرف، کبھی امریکہ کی طرف، کبھی روس کی طرف دیکھتا ہے، اس نظر سے دیکھتا ہے وہ مکان کیسے بناتے ہیں، میں بھی ایسے ہی مکان بناؤنگا، وہ صورت شکل کیسی بناتے ہیں، میں بھی ایسی ہی بناؤنگا، وہ لباس کیسا پہنتے ہیں، میں بھی ویسا ہی لباس پہنوں گا، غرض اپنی اصل زندگی کو مطابق بنایا جارہا ہے کس کے؟ اللہ کے دشمنوں کی زندگی کے، اللہ کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی زندگی کے، اور دعویٰ کرتا

ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے، ارے محبت ہوتی تو اپنی زندگی کے لئے تلاش کرتا حضور اقدس ﷺ کی احادیث کو صحابہ کرامؓ کے حالات کو تلاش کرتا، ان کے مطابق بناتا اپنی زندگی مگر یہ دعویٰ محبت کرتا ہے، اور اختیار کرتا ہے کسی اور چیز کو:

نظر سوئے دنیا قدم سوئے مرقد
کدھر جا رہا ہوں کدھر دیکھتا ہوں

نظر تو ہے دنیا کی طرف اور پیر قبر کی طرف، زندگی چل رہی ہے، قبر کی طرف خدا جانے کب موت آ جائے اور نظر ہے دنیا کی طرف، ارے جدھر جا رہے ہو ادھر دیکھنا چاہئے نا، جا رہا ہے ادھر کو اور دیکھتا ہے اُدھر گرے گا ٹکر کھائے گا، زندگی کا رخ قبر کی طرف ہے، تو یہ دیکھنا چاہئے کہ قبر میں کیا چیز کار آمد ہے، کس چیز کی ضرورت قبر میں ہے، کیا چیز کار آمد ہے، قبر میں کیا سوال ہوگا کس چیز کا حساب دینا ہوگا، اس چیز کو دیکھنا چاہئے، مگر جاتا ہے قبر کی طرف دیکھتا ہے دنیا کی طرف، یہ کام بھی کرلو، مکان بھی بنالوں، دوکان لے لوں، دوسری دکان لے لوں، تیسری دکان لے لوں، غرض یہ منصوبے بنا رکھے ہیں، سب کی سب چیزیں اس کے دعوئے محبت کو جھٹلانے والی ہیں، تمہارا دعویٰ سچا نہیں ہے، تمہارا دعویٰ غلط ہے، اگر تمہارا دعویٰ سچا ہوتا، تو دوسرا رخ ہوتا زندگی کا۔

## حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنہوں نے ملک فارس کو فتح کیا بڑے شہ سوار تھے، اس زمانے میں دو ہی سلطنتیں بڑی بڑی سمجھی جاتی تھیں، ایک فارس کی ایک روم کی، باقی جو سب سلطنتیں تھیں، وہ ان ہی دو کا سہارا لیتی تھی، ان کے اندر کوئی زیادہ طاقت وجان نہیں تھی جیسے آج بھی سلطنتیں دنیا میں مشہور ہیں، باقی سب ان ہی کا سہارا لیتی ہیں، کوئی اِدھر کا سہارا لیتی ہے، کوئی اُدھر کا وہاں بھی یہی تھا، اس وقت میں ملک فارس کو فتح کرنے

والے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں، یہ تیسرے نمبر پر اسلام لانیوالے ہیں، ان سے پہلے دو آدمی مسلمان ہوئے تھے، پھر یہ اسلام لائے، اتنا تو قدیم اسلام ہے ان کا، مہاجر تھے کیسے مہاجر تھے، ابتداءً ہجرت کرنے والے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی، جنتی ہیں۔

## غذا کی سادگی

آپ سمجھتے ہوں گے، جب ملک فارس کو فتح کیا، بڑا شاندار ان کا مکان ہوگا، بڑا دربار لگتا ہوگا، بڑے پہرے دار کھڑے رہتے ہوں گے، بڑا مال و دولت ہوگا، بینکوں میں ان کا روپیہ بھرا ہوا ہوگا، خدا جانے کتنے جوڑے کپڑے ان کے پاس ہونگے، کیا کیا ہوگا ان کا، حال یہ تھا چلے آرہے ہیں کسی شخص نے اپنے مکان کی صفائی کر کے کباڑ باہر پھینکا اس کباڑ میں چمڑے کا ایک پرانا گلا ہوا ٹکڑا بھی تھا، انہوں نے آگے بڑھ کر اٹھالیا، اس چمڑ کے ٹکڑے کو اور صاف کیا اور کہا: کہ الحمدللہ تین روز کے لئے کھانے کا انتظام ہوگیا، اس چمڑے کے ٹکڑے کو اٹھا کر دھو کر صاف کر کے سکھا کر اسے جلا کر اس کی جو راکھ تھی اس راکھ کو تین روز تک کھایا ہے، غذا کے طور پر یہ ان کا حال تھا، اور انہوں نے فتح کیا فارس کو کس شان کے ساتھ فتح کیا۔

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نصیحت

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو رخصت کیا ہے سپہ سالار بنا کر تو ان کو سوار کرایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور خود پیدل چلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ، سارے لشکر نے دیکھا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مقام کیا ہے، کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے شخص پیدل چل رہے ہیں، ان کو سوار کرائے ہوئے، ان کی

رکاب تھامے ہوئے چل رہے ہیں، اور ان کو نصیحت کر رہے ہیں، فرمایا اے سعدؓ! اس گھمنڈ میں مت رہنا کہ تم حضور اقدس ﷺ کے ماموں کہلاتے ہو، اللہ کے یہاں رشتے ناطے کارآمد نہیں، اللہ کے یہاں تو دینی خدمات کارآمد ہیں، اپنے آپ کو نیکی کا عادی بنانا، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں دھوتے، برائی کو بھلائی سے دھوتے ہیں، قرآن پاک میں ہے:

"اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" (سورۂ ھود: ۱۱۴)

[یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔]

بھلائیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو، ہر کام میں حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنا، دشمن سے لڑائی کے لئے جا رہے ہو، لیکن ابتداءً لڑائی نہ کرنا، بلکہ ابتداءً ان کو اسلام کی دعوت دینا، بڑی محنت و شفقت سے اسلام کے بنیادی اصول ان کو سمجھانا، اگر وہ قبول کر لیں، تو بہت اچھا، ان کی کسی بھی چیز کو ہاتھ نہ لگانا، اگر وہ قبول نہ کریں تو ان سے کہو کہ تم ذمی بن کر رہو گے، اسلام کا دین غالب رہے گا، اگر وہ قبول کر لیں تو ان کی سلطنت کو اور کسی بھی چیز کو نہ چھیڑنا اگر اس کو بھی نہ مانیں تو اللہ کے بھروسے پر جنگ کرنا، اور دین کو بلند کرنے کیلئے جنگ کرنا، اور اگر وہ اثنائے جنگ میں صلح کی طرف آمادہ ہوں تو صلح کیلئے تیار ہو جانا۔

"وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"

[اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جائیے۔(بیان القرآن)

اور بھی نصیحتیں کیں، اور رخصت کیا۔

## شاہِ فارس کے نام خط

انہوں نے فارس کے بادشاہ کو خط لکھا، اس میں لکھا:

"اِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ"

[میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کو اس طرح محبوب رکھتی ہے جس طرح عجمی لوگ شراب کو محبوب رکھتے ہیں ۔]

اس میں جو کچھ اظہار کیا ہے، دشمن کے سامنے یہ نہیں کہا کہ میرے پاس اتنی تلواریں ہیں، میرے پاس اتنی فوج ہے، میرے پاس اتنے گھوڑے ہیں، بلکہ یہ کہا کہ میرے پاس ایسی قوم ہے جو موت کی عاشق ہے، موت کو تلاش کرنے کیلئے نکلے ہیں، جیسے فارس کے لوگ شراب کے شیدائی ہیں، موت کو تلاش کرنے کے لئے نکلے ہیں، تو جو موت کو تلاش کرنے کے لئے نکلے ہوں، ان کا مقابلہ کرنا آسان نہیں، بہت مشکل ہے ۔

## مکان کی چھت سے فوج کی کمان

تو یہاں پر جنگ کی نوبت آئی طبیعت خراب تھی اس زمانہ میں ان کی کمر میں پھوڑے نکلے تھے بڑے بڑے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دنبل تھے، اس وجہ سے میدان جہاد میں نہیں جاسکتے تھے، مکان کی چھت پر بیٹھ کر وہیں فوج کی کمانڈ کرتے تھے، ایک ایک کو دیکھتے تھے، ہر ایک کو رائے دیتے تھے، تم آگے بڑھو، تم پیچھے ہٹو، تم یہ کرو، تم پیچھے ہٹو، ساری فوج کو سارے لشکر کو پہنچانتے تھے، ہر ایک کو ہدایت دیتے تھے، ہر ایک کے پاس آواز پہونچتی تھی، ایک روز زوردار لڑائی ہوئی، اور اس روز انہوں نے اتر کر مکان سے اپنے زخم دھلوائے، کمر کھول کر سب کے سامنے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ میدان جنگ میں کیوں نہیں جاتے ۔

## حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مستجاب الدعوات ہونا

اس وقت ایک شاعر نے کچھ شعر پڑھے جن کا حاصل یہ تھا کہ آج کا معرکہ بہت زوردار رہا، ہم میں سے بہت سوں کے بچے یتیم ہوگئے، بہت سوں کی عورتیں بیوہ ہوگئیں،

..............................................................................................................

مگر ہمارے سپہ سالار عیش وعشرت کے ساتھ آرام فرمائیں، یہ آواز ان کے کان میں پہنچی تو انہوں نے فوراً کہا:

"اللّٰھم اقطع لسانہ عني"

یا اللہ اس کی زبان کو مجھ سے قطع کردے، پس یہ کہنا تھا کہ دشمن کا ایک تیر آ کر اس شخص کے حلق میں لگا، اور وہ ختم ہوگیا، آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی یا اللہ ان کو "مُسْتَجَابُ الدَّعَوَات" بنادے، جو دعا کریں وہ قبول ہو، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوتی تھی، اور ایسی قبول ہوتی تھی کہ دیکھنے والے حیرت میں رہ جاتے تھے۔

ایک مرتبہ مجلس میں چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اور وہ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق کچھ ناشائستہ کلمات کہہ رہے تھے، کہ انہوں نے آپس میں لڑائی کی، یہ ایسے ہیں ویسے ہیں، یہ بات حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہاں پہونچ گئے، فرمایا بھائی ان کو برا مت کہو، یہ لوگ اچھے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے ان کو جنتی فرمایا مگر کہنے والے نے پھر کہا پھر فرمایا ان کو برا نہ کہو ان کو جنتی ہونے کی بشارت ہے۔

اس نے پھر کہا فرمایا اچھی بات میں دعا کرتا ہوں، انہوں نے ہاتھ اٹھا کر بددعا کی، یا اللہ! تیرے رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے متعلق جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، اگر واقعی یہ بشارت صحیح ہے تو یہ لوگ تیرے محبوب ومقبول بندے ہیں، تو جو شخص ان کو برا کہہ رہا ہے اس پر ایسا عذاب مسلط فرما کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوجائے ابھی تک یہ کہہ کر انہوں نے منہ پر ہاتھ بھی نہیں پھیرے تھے کہ سامنے سے اونٹوں کی قطار جاری تھی کہ اس میں سے ایک اونٹ بگڑا، وہ فوراً آ کر اِدھر اُدھر دیکھا اور یہ شخص جو برا کہہ رہا تھا اس کی کھوپڑی کو پکڑ کر منہ سے چبا کر ختم کرڈالا اور پھر جا کر اپنی قطار میں شامل ہوگیا، تو ان کی دعا میں قبولیت کا یہ عالم تھا، کوفے کے گورنر تھے، ملک فارس کے فاتح تھے، لیکن زندگی کا کیا حال تھا، زندگی کا یہ حال تھا، کہ چمڑے کے ٹکڑوں کو صاف کرکے اور جلا کر اس کی راکھ تین روز فاقے میں گزارہ

کیا، میرے محترم دوستو اور بزرگو! بزرگوں کے واقعات اہل اللہ کے حالات جو بیان کئے جاتے ہیں، اسی وجہ سے بیان کئے جاتے ہیں، کہ ہم لوگوں کو عبرت ہو، سننے والوں کو بھی عبرت ہو، بیان کرنے والوں بھی عبرت ہو، دونوں اپنی اپنی زندگیوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق بنانے کی کوشش کریں، یہی راستہ نجات کا ہے، یہی راستہ سعادت مندی کا ہے، اسی کے ذریعے سے مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔

## مجاہدین کی صفات

سجستان کا علاقہ وہاں کے بادشاہ نے مسلمان امیر المؤمنین کو محصول دینا بند کر دیا، وہ مسلمان نہیں تھا، بادشاہ نے محصول دینا بند کر دیا، یہاں سے گھوڑے سواروں کی جماعت گئی ہے، اس نے کہا جو لوگ پہلے آیا کرتے تھے، وہ کہاں گئے کیا ہوئے، انہوں نے پوچھا ان لوگوں کی کیا علامت تھی، جو ہم سے پہلے آتے تھے، تو اس نے بتایا کہ گال ان کے پچکے ہوئے، آنکھیں ان کی اندر کو، پتلے دبلے کمزور لوگ ہوتے تھے، جن کے چپل گھسے ہوئے، کمبل پھٹے ہوئے، ان کے گھوڑوں پر زین نہیں ہوتا تھا، ان کی تلوار پر نیام نہیں ہوتی تھی، کپڑا چیتھڑا لپیٹے ہوئے اس شان کے لوگ ہوتے تھے کہا وہ کیا کام کرتے تھے، کہا ان کا حال یہ تھا، کہ وہ رات بھر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، اس کے سامنے رویا کرتے تھے، سجدے میں پڑ کر دعائیں کرتے تھے، اور دن میں مخلوق خدا کی خدمت کیا کرتے تھے، کسی کے گھر پانی نہیں تو پانی پہونچا دیا کسی کے گھر لکڑی نہیں تو لکڑی پہونچا دی، اور ضروریات لوگوں کی پوری کیا کرتے تھے، اور ان کا یہ حال ہوتا تھا، کہ جیسے ہی وہ میری حکومت میں قدم رکھتے تھے میرا دل کانپنے لگتا تھا، میں ان کو محصول دیتا تھا، وہ کہاں ہیں انہوں نے بتایا کہ انکا تو دور گذر چکا یہ ہمارا دور ہے، کہا تمہارا دور ہے، بہت اچھا تمہارے پاس گھوڑے بھی عمدہ ہیں، گھوڑوں پر زین بھی ہے، لباس بھی تمہارا اعلیٰ درجے کا ہے، لیکن تمہارا کوئی

اثر میرے قلب پر نہیں، اب تو تلوار سے مقابلہ ہے، تم بھی لڑو میں بھی لڑوں تم میں طاقت ہو تو مجھ سے محصول لے لو، تو درحقیقت اثر باطن کا پڑتا ہے، باطن میں جب اللہ کا خوف ہوتا ہے، تو دوسرے پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

## رعب کی وجہ

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ دو ڈر ایک دل میں جمع نہیں ہوتے ہیں مخلوق کا ڈر بھی ہو خالق کا ڈر بھی ہو، ایسا نہیں ہوسکتا، جس کے دل میں خالق کا ڈر رہو گا مخلوق کا ڈر اسکے دل میں نہیں ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"**نصرت بالرعب**" (مشکوۃ شریف: ۵۱۲، باب فضائل سید المرسلین)

میری جو نصرت ہوئی وہ رعب کے ذریعے سے ہوئی آدمیوں کی زیادتی کی وجہ سے نہیں ہوئی، دل کے اندر اگر بات ہوتی ہے، تو اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے، آج ہم لوگ کتنی کتنی دیر تک تقریر کرلیں، بیان کرلیں، مگر نہ ہمارے قلب میں وہ چیز موجود ہے، نہ ہماری زندگی کے اندر موجود ہے، نہ ہمارے پاس وہ اخلاق ہوتے ہیں، نہ وہ اعمال ہیں، اس کا اثر نہ ہمارے اوپر ہوتا ہے، نہ دوسروں کے اوپر ہوتا ہے، جن کے اندر وہ چیز ہوتی ہے، ان کا یہ حال ہوتا ہے۔

## حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ میرے استاذ میرے شیخ تھے، ایک صاحب آئے اور لوگ پہلے سے وہاں موجود تھے، ان کے ساتھ آکر مصافحہ کرنے کیلئے ذرا جھک کر کھڑے ہوگئے، حضرت نے فرمایا آپ میرے سامنے جھکتے ہیں، اللہ کے سامنے جھکئے ایسے طریقے پر فرمایا کہ سارا مجمع کانپ اٹھا، اور آنکھوں سے آنسوں جاری ہوگئے، ان

کے قلب کے اندر وہ بات تھی، مجمع پر اثر ہوا۔

## فدیہ کی ضرورت

اس واسطے بھائی ہم سارے گنہگار خطا کار ہیں، اور دیکھو میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں، یہ بھی حدیث میں موجود ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّ بنى آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوابُونَ الْمُسْتَغْفِرُوْن"

(مشکوۃ شریف: ۲۰۴، باب الاستغفار و التوبۃ)

آدم کی ساری اولاد خطا کار ہے، سب کے سب خطا کار ہو، خطائیں سب سے ہوتی ہیں، کوئی ایسا نہیں جس سے خطا نہ ہوتی ہو، اور سب سے اچھے خطا کار وہ ہیں، جو زیادہ توبہ کرنے والے ہیں اور استغفار کرنے والے ہیں، اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے دل میں نادم ہو کر اللہ کے سامنے توبہ کرنے والے وہ لوگ زیادہ اللہ کو پسند ہیں۔

## دعائے صدیق رضی اللہ عنہ

امت میں سب سے اونچا درجہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے، ان کو حضور اقدس ﷺ نے ایک دعا تلقین فرمائی تھی، وہ دعا جو آپ سب حضرات انشاء اللہ پڑھتے بھی ہوں گے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْماً كَثِيْراً وَّلايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ...اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْم"

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کئے گناہوں کے بس تو ہی بخش سکتا ہے، اور کوئی بخشش کرنے والا نہیں، میرے گناہ تو بخش دے، مجھے معاف کر دے، مجھ پر رحم کر دے، تو غفور رحیم ہے، یہ اس دعا کا حاصل ہے، ان کو بھی حکم تھا، کہ یہ دعا پڑھا کریں، ہر مسلمان کو حکم ہے کہ یہ دعا پڑھا کرے۔

..........................................................

## دعا کا ادب

دعا کے الفاظ دھیان میں رکھنے چاہئیں، الفاظ پڑھنا اور چیز ہے اور معنی کو دھیان میں رکھنا اور چیز ہے، اثر جو ہوتا ہے، معنی کو دھیان میں رکھ کر ہوتا ہے، لہذا دل میں سوچتے ہوئے، اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہوئے، اللہ کے سامنے مجرم سمجھتے ہوئے، توبہ کی نیت سے مغفرت طلب کرنے کی نیت سے آدمی پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا پڑھنا بہت زیادہ مفید ہوتا ہے، بہ نسبت اسکے کہ محض الفاظ پڑھے اس لئے حضور اقدس ﷺ نے بھی فرمایا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ آدمی سارے خطا کار ہیں۔

## حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا کہ دیکھو اللہ کے یہاں جو بخشش ہوگی، وہاں نامۂ اعمال جب دیکھا جائے گا، تو اپنا کیا تو کچھ ہے نہیں، زندگی میں جتنا کام کیا ہے۔

دین کے نام پر اپنا کام کیا تو کیا ہی کچھ نہیں ایک سجدہ بھی حق تعالیٰ کی شان کے مطابق نہیں کیا، کبھی کوئی کام اللہ کی شان کے لائق کیا نہیں اللہ کے یہاں تو بخشش ہوگی، وہ زیادہ تو اس طرح ہوگی کہ فلاں شخص نے اس کو گالی تھی وہ اس پر چپ ہوگیا تھا، اس نے جواب نہیں دیا تھا، فلانے شخص کا روپیہ مارلیا تھا، اس نے بدلہ نہیں لیا، دنیا میں تکلیفیں اور اذیتیں پہونچتی ہیں، اس نے ان تکلیفوں پر صبر کیا، انتقام نہیں لیا، زیادہ تر جو بخشش ہوگی اس طرح سے ہوگی۔

## مخلوق پر رحم کھانا

کیونکہ حدیث میں ہے:

..........................................................................

"اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الارْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ"

(مشکوۃ شریف: ۴۲۳، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

تم زمین والوں پر رحم کروں آسمان والا تم پر رحم کریگا، حدیث میں ہے:

"مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ"

[جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔]

قرآن پاک میں ہے:

"اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ"

[کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردیں، بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔] (بیان القرآن)

تم دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرو، کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف کرے، تم دوسروں کی خطاؤں کو معاف کروگے، تو اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف کریگا، اور بھائی جو شخص دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اپنا حق چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہو تو کس منہ سے اللہ تعالیٰ سے کہے گا، یا اللہ میری خطاؤں کو معاف کردے، بندہ جو معاملہ مخلوق کے ساتھ کرتا ہے رحم کا۔ اللہ تعالیٰ ویسا ہی معاملہ بندے کے ساتھ کرتے ہیں، جو بندہ رحم کا معاملہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اسکے اوپر رحم نہیں کرتا، اس سے انتقام لیتے ہیں سزادیتے ہیں، سب کو تلاش کرکے حضرت نبی کریم ﷺ کے پاکیزہ اصول کو اپنی زندگی میں جاری و نافذ کرنے کی ضرورت ہے، یہی فائدہ ہے پڑھنے کا، یہی فائدہ ہے وعظ کا، یہی فائدہ ہے کتابوں کے مطالعہ کرنے کا، اگر اسکے بجائے تفریح کے لئے کتابیں پڑھ لیں، لوگ اخبار بھی پڑھ لیتے ہیں، رسالے بھی پڑھتے ہیں، ناول بھی پڑھتے ہیں، دینی کتابیں بھی کسی نے پڑھ لیں لیکن ان پر عمل نہیں کیا ان کے اوپر یقین نہیں کیا، تو ان کو بھی کوئی فائدہ نہیں بہت مختصر سا معمولی فائدہ ہے، پورا فائدہ جبھی ہوگا جب ان پر یقین ہو اعتقاد ہو، اس پر عمل کرے

اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرے، اسی سے فائدہ ہوگا۔

## مدرسہ کا قیام

آپ کی بستی میں ماشاء اللہ یہ مدرسہ قائم ہوا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو فروغ عطا فرمائے زیادہ سے زیادہ اس کا فیض جاری ہو، لوگوں کو توفیق ہو کہ وہ اپنے بچے زیادہ سے زیادہ یہاں داخل کریں، اور یوں سمجھتے ہوئے، داخل کرلیں کہ ہم نے اس بچے کو اللہ کے نام پر وقف کر دیا، یہ بچے پڑھیں گے، اور پڑھنے کے بعد جو علم دین حاصل کریں گے، فائدہ مند ہوگا۔

## حافظ کا مقام

حدیث شریف میں آتا ہے، حافظ سے کہا جائے گا، قیامت کو تیرے خاندان کے دس آدمی جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں، اور ان کا نام جہنم میں لکھ دیا گیا ہے، ان کی سفارش کر کے جہنم سے نکال لے، کتنے بڑے فائدے کی بات ہے، ایسے موقعہ پر جہاں ایک بھی نیکی کسی کو دینے پر کوئی تیار نہیں وہاں دس آدمیوں کی بخشش کرنے والا ہوگا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حافظ کے ماں باپ کو میدان حشر میں ایسا تاج پہنایا جائیگا، جس کی روشنی سے چاند، سورج شرما جائیں گے۔ جن لوگوں کو خود توفیق نہ ہوئی ہو، موقعہ نہیں ملا ہو، قرآن پاک پڑھنے کا اور حفظ کرنے کا اور اللہ نے ان کو اولاد عطا فرمائی ہو وہ اپنی اولاد کو لگادیں میں پڑھنے میں، اور دوستو اگر نہ خود پڑھنے کی توفیق ہوئی، اور نہ انکے اولاد ہے، یا اولاد بڑی ہو چکی ہے، اب وہ کہنا نہیں مانتی پڑھنے کیلئے تیار نہیں، تو انکے خاندان کی، دوستوں کی، پڑوسیوں کی جو اولاد ہے، ان کو لا کر داخل کریں، غرض یہ ہے کوئی شخص محروم نہ رہے، یہ چشمۂ فیض ہے جو اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہے، جتنا ہم اس کے فیض کو حاصل کریں گے،

..............................................................

اتنی ہی خوش قسمتی ہے اور نجات کا ذریعہ ہے، عزت کا ذریعہ ہے، بقاء کا ذریعہ ہے۔

## حلال مال سے امداد

اور ہر شخص اس بات کا بھی خیال کرلے، جو امداد اور اعانت کرے وہ حلال اور پاک مال سے امداد کرے، پاک مال سے توفیق ہوتی ہے، اعمال صالحہ کی اور جو شخص حرام مال کھاتا ہے، اور اعمال صالحہ سے محروم رہتا ہے، معاصی میں مبتلا ہوتا ہے، اس واسطے انسان جیسا کھانا کھاتا ہے، اور خون اس کے بدن میں تیار ہو کر اس کے اعضاء میں پہونچتا ہے، ویسے ہی اس سے اعمال صادر ہوتے ہیں، پاکیزہ مال کھائے گا، تو پاکیزہ اعمال اس سے صادر ہوں گے، ناپاک مال کھائے گا تو ناپاک اعمال صادر ہوں گے، یہاں تک کہ اس کا دل بالکل مردہ ہو جائے گا، وہ سمجھ بھی نہ سکے گا، کہ حلال کیا چیز ہے، حرام کیا چیز ہے، اس سے تو یہ فکر ہوگی، کہ جس طرح سے بھی ہو میرے پاس مال آنا چاہئے، اس لئے بھائی مال حلال رہنا چاہئے، میرے پاس ایک صاحب نے منی آرڈر بھیجا اس میں لکھا کہ میرا روپیہ بینک میں جمع تھا وہاں سے مجھے سود ملا ہے، یہ میں بھیج رہا ہوں، آپ حدیث پڑھنے والے طلباء پر خرچ کریں، اسے میں نے واپس کر دیا، میں نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے، مجھے بڑی تکلیف ہوئی اس بات سے کہ جس مال کو آپ خود نہ کھا سکیں اپنے بیوی بچوں کو نہ دے سکیں ناپاک ہے، نجس گندہ ہے، کیا حدیث کی یہی قدر ہے آپ کے دل میں کہ حدیث پڑھنے والے طلباء کے واسطے ایسا مال بھیجتے ہیں، کیا آپ کے پاس اور پاکیزہ مال نہیں ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کے واسطے ایسا مال بھیج رہے ہیں آپ، واپس کر دیا میں نے اس واسطے یہ نہ سمجھیں بھائی یہ تو مدرسہ ہے، اس میں ہر طرح کا سب کھپت ہو جاتا ہے لہٰذا لاکر سب دیدو ایسا خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ چھانٹ کر تلاش کر کے پاکیزہ مال دینا چاہئے، آپ ہی بتائے آپ کے یہاں کوئی معزز مہمان آجائے تو آپ اسے

عمدہ مال کھلائیں گے، یا گھٹیا مال کھلائیں گے؟ اس کی خاطر کریں گے، عمدہ مال کھلائیں گے نہ کہ گھٹیا مال تو جومہمان حضور اقدس ﷺ کے مہمان ہیں حضور اقدس ﷺ کا علم حاصل کرنے وہ آتے ہیں کیا انکو گھٹیا، ناپاک، گرا، پڑا، نجس اور سود کا مال کھلائیں گے، "استغفر اللہ" ہرگز نہیں ان کو پاکیزہ مال کھلانے کی ضرورت ہے، لہٰذا اس کی بھی کوشش کی جائے، اور بھائی دعا تو ہر شخص کے اختیار میں ہے۔

## دعا کی ضرورت

اگر کوئی شخص نہ اپنی اولاد کو بھیج سکتا ہے مدرسہ میں نہ دوسروں کی اولاد کو مشورہ دیکر بھجوا سکتا ہے، نہ مالی خدمت کرسکتا ہے، نہ کسی اور طرح کی خیر کا مشورہ دے سکتا ہے، ایسا ضعیف بوڑھا پرانا آدمی ہے جو کچھ نہیں کرسکتا ہے، صاحب فراش ہے، پڑا ہوا ہے، دعائے خیر تو کرسکتا ہے، اس سے گیا گزرا ہے ہی نہیں وہ اللہ سے دعا کرسکتا ہے، لہٰذا یہ دین کا کام تو ایسا ہے، کہ جس کی مدد کرنے سے، جس کی خدمت کرنے سے کوئی شخص بھی عاجز نہیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر شخص خدمت کرسکتا ہے، لہٰذا کسی شخص کو محروم نہیں رہنا چاہئے۔

## مدرسہ کی شان

یاد رکھو جو طلباء یہاں پڑھ کر تیار ہوں گے، یہ بہت بڑی فوج ہوگی دین اسلام کی اشاعت کیلئے، بدعات کو رد کرنے کیلئے، رسموں کے رد کرنے کیلئے غلط طور طریقے جو پھیلے ہوئے ہیں، ان کو ختم کرنے کیلئے، دشمنان اسلام سے مقابلہ کرنے کیلئے، دشمنان اسلام جو اعتراضات کرتے ہیں دین پر، ان اعتراضات کا جواب دینے کیلئے فوج تیار ہوگی، لہٰذا بہت زبردست قلعہ کی شان رکھتا ہے مدرسہ، اور اس سے تیار ہونے والے یہ فوجی ہیں، جن کی ٹریننگ ہو رہی ہے، اور انشاء اللہ بہت جلد تیار ہونگے، دین کی خدمت کے لئے آمادہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ

ان کے ہاتھ میں جھنڈا اسلام کی بلندی کا، عطا فرمائے گا، اور دنیا میں اسلام زیادہ سے زیادہ دور تک پہنچائیں، آپ ہی بتائیے آپ کے کشمیر میں کتنے اللہ کے بندے ہیں، جو باہر سے آئے ہیں، ہمدان سے، ایران سے، توران سے، اور جانے کہاں کہاں سے آئے اور آ کر کتنی خدمات کی ہیں انہوں نے بہت خدمت کی ہے، اور خود کشمیر میں کتنے پیدا ہوئے، اور کتنے بڑے عالم ہوئے، کہاں گئے، کہاں کہاں خدمات کی تو نہیں معلوم اللہ تبارک وتعالیٰ ان میں سے کس کس سے خدمات لیں کس کس کو کیا مقام عطا فرمائیں، لہذا اس کے ساتھ میں خیر خواہی کرنا سب کے لئے لازم ہے۔

## دعا کا ادب

حدیث شریف میں آتا ہے، جس دعا کے شروع میں جس دعا کے آخیر میں درود شریف نہ ہو تو وہ دعا اوپر نہیں چڑھتی، درمیان میں اٹکی رہتی ہے، اسلئے دعا کے آداب میں سے ہے پہلے بھی درود شریف پڑھیں اور بعد میں بھی درود شریف پڑھیں، اور دعا میں جو آمین کہی جاتی ہے، وہ زور سے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ آہستہ آہستہ بھی کہتے رہیں، اور خود دعا بھی کریں، اور میں بھی دعا کروں، اور جن صاحب کو خود دعا نہ کرنا ہو وہ میری دعا پر آمین آہستہ کہتے رہیں۔

❑❑❑

..........

# مشائخ کی سختی

اور

# طلبہ کی بیعت کا مسئلہ

## اس بیان میں دو اشکالوں کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱)......مشائخ اتنی سختی کیوں کرتے ہیں کہ طالبین سے بڑے بڑے مجاہدات کراتے ہیں؟

(۲)......پہلے مشائخ طلباء کو بیعت نہیں کرتے تھے اور اس زمانہ میں کر لیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

..............................................................

# مشائخ کی سختی
# اور
# طلبہ کی بیعت کا مسئلہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

## اشکال مع جواب

بعض عزیز طلبہ کی طبیعتوں میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے، طالب علمانہ حیثیت سے اس اشکال کو حل کرنا چاہتا ہوں، اشکال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ بعضے مشائخ بہت سختی کرتے ہیں، جیسے کہ حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ابوسعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر سختی کی تھی، یہ بظاہر اخلاق کے خلاف ہے، تصوف اور سلوک تو نام ہی تصحیح اخلاق کا ہے، اور اس کے اندر اس قسم کا تشدد کرنا ایسی سختیاں کرنا یہ تو اخلاق کے خلاف ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو رؤف تھے، رحیم تھے، شفیق تھے، بڑی شفقتیں ہیں آپ کی اس میں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے، کسی چیز سے نقل کرنے کی ضرورت تو ہے نہیں، صرف غور کرنا ہی انشاء اللہ کافی ہوگا۔

## دل کا آپریشن

ایک شخص کے دل میں سوراخ پیدا ہوگیا، دل کا دورہ پڑتا ہے، ڈاکٹر اس کو بیہوش کرتا ہے، سینہ اس کا چاک کرتا ہے، پسلیاں اٹھاتا ہے، دل کے اندر آپریشن کرتا ہے، اسکو کوئی

نہیں کہتا کہ سختی کر رہا ہے، دل کو چیر رہا ہے، سینہ کو چیر رہا ہے، پھیپھڑے کا آپریشن کرتا ہے، پھیپھڑے کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے، پسلیاں نکال کر پھینک دیتا ہے، اس کو کوئی نہیں کہتا، کیا بات ہے؟ دماغ کا دورہ پڑتا ہے تو دماغ کا آپریشن کرتا ہے، ہوش کو ختم کر دیتا ہے، بیہوش کر دیتا ہے، بعض دفعہ کئی کئی روز تک بلکہ افریقہ میں تو کئی کئی مہینہ تک دیکھا ہے بیہوش پڑے ہوئے، ایک صاحب نے آکر بتلایا تھا کہ میری والدہ کا آنکھ کا آپریشن کرنے کیلئے ڈاکٹر نے بیہوش کیا تین مہینے ہو گئے ہوش ہی نہیں آتا وہاں بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ ڈاکٹر بہت تشدد کرتا ہے، سختی کرتا ہے، اس لئے کہ ڈاکٹر پر اعتماد ہے، وہ جو کچھ کرتا ہے، ہماری خیرخواہی کیلئے کرتے ہیں تو ذرہ برابر یہ خیال نہ پیدا ہوا کہ وہ بہت سختیاں کرتے ہیں۔

## فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کا آپریشن

مجھے خود کلکتہ میں ڈاکٹر نے لٹایا آنکھ کے آپریشن کے سلسلہ میں تو ایک چلہ کے قریب لیٹا رہا، آپریشن کیا پونے دو گھنٹے خرچ ہوئے آپریشن میں، آنکھ کا آپریشن کر کے بجلی کے سامنے کیا، اسکی گرمی پہونچانے کے لئے تو بڑی سخت تکلیف ہوئی اور بار بار معافی بھی مانگتا جا رہا ہے، کہ معاف کرنا ہم آپ کو تکلیف دے رہے ہیں۔

بس میری زبان سے کیا نکلتا تھا، اوں، اوں، اوں کراہنے تک کی طاقت نہیں رہی یہ کیفیت رہی مگر اتنی سی دیر کیلئے (انگلی کے سرے سے اشارہ فرمایا) بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ ڈاکٹر نے میرے ساتھ بدخواہی کی ہے، حالانکہ وہ مسلمان نہیں تھا، غیر مسلم تھا، جتنا اعتماد ڈاکٹر پر ہوتا ہے، اتنا اعتماد بھی مشائخ پر نہیں درانحالیکہ ڈاکٹر تو صرف جسمانی صحت کا علاج کر کے اصلاح کرتا ہے، اور مشائخ تو قلب کی اصلاح کرتے ہیں، یہ اپنی کمزوری اعتقاد کی بات ہے۔

## دھوبی کا کپڑے دھونا

دھوبی ہے کپڑے کو دھوتا ہے، اسے اٹھا کر پتھر پر دیکر مارتا ہے، کیا کپڑے پر

ظلم کر رہا ہے، لاٹھی لیکر اس کے ذریعہ سے کپڑے کو پیٹتا ہے، کپڑے پر رہیہ پھیلاتا ہے ،اس کو بھٹی میں رکھتا ہے، آگ کے اندر پکاتا ہے اس کو کاہے کیلئے؟ اس کے ایک ایک دھاگے سے میل کچیل نکل جائے یہ اس قابل ہوسکے کہ شہزادہ کے بدن پر چست آسکے شہزادہ پہن سکے اس کو شہزادہ کے استعمال کے قابل بنادیا ہے، اسی طریقے پر یہ مشائخ جو کچھ بھی کررہے ہیں، اور اب تو مجاہدہ کا دور ہی ختم ہوگیا رہا ہی نہیں جو مجاہدہ وہ حضرات کراتے تھے، وہ قابل اور صالح بنانے کے لئے کراتے تھے۔

## شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تربیت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی عورت اپنا بچہ لے کر آئی تربیت کے واسطے خانقاہ میں چھوڑ کر چلی گئی، کچھ عرصہ کے بعد دیکھنے کیلئے آئی بچہ کو تو دیکھا کہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا، ہڈی سے چمڑا لگ گیا ہے، اس کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے گال پچک گئے، ہونٹوں پر خشکی ہے، سوکھی روٹی کا ٹکڑا لے کر بیچارہ چبا رہا ہے، دیکھ کر بہت ترس آیا اس کو یہاں تک تو ترس آیا، آگے گئی حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دیکھا تو وہ مرغ کا پلاؤ کھا رہے ہیں، اب اس بڑھیا کو غصہ آتا ہے، کہ میرے بچے کا تو سکھا سکھا کر یہ حال کردیا اور خود مرغ کا پلاؤ کھا رہے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ مرغ کا پلاؤ کھانے کے قابل بنا رہا ہوں، اس کو، بڑھیا نے کہا جی آپ قابل ہیں وہ قابل نہیں! فرمایا ہاں آواز دی، او مرغ! وہ جو پلیٹ میں ہڈی تھی، سب اکھٹی ہو کر تیار ہو کر مرغا بن کر گردن اٹھائی اور کیا ککڑوں کوں! آواز دی مرغ نے۔

فرمایا: تیرا بچہ جب اس قابل ہو جائے گا، کہ اس طرح پکا ہوا، مرغ اس کی آواز پر اٹھ جائے، اس وقت وہ کھانے کے قابل ہوگا۔

ایک مشاہدہ کرادیا انہوں نے لیکن ہر جگہ تو مشاہدہ نہیں کرایا جاتا ہے، اور خاص طور پر امتحان لیا جاتا ہے، تو ایسے طریقے پر۔

.......................................................

## یا بھیک! یا بھیک! کا وظیفہ

ایک بزرگ تھے ان کا نام تھا شاہ بھیک انکا تذکرہ بھی آ چکا شاہ ابوالمعالی صاحب کے خادم خاص، وہ جمنا پار جانا چاہتے تھے، کنارے پر دیکھا ایک طالب علم ہے عربی داں، پوچھا کیا بات ہے؟ کہا پار جانا چاہتا ہوں، جمنا میں پانی زیادہ ہے، کہا اچھا پیچھے آ جا یا بھیک بھیک کہتا رہ، چنانچہ وہ داخل ہو گئے، خود تو کہہ رہے ہیں یا اللہ یا اللہ اور یہ کہہ رہا ہے، یا بھیک! بھیک آگے چل کر اس کو خیال آیا خود تو اللہ اللہ کر رہے ہیں، مجھ کو یا بھیک! میں لگا دیا، خود بھی کہا یا اللہ یا اللہ پیر زمین سے اٹھ گئے لگا غوطہ کھانے ڈوبنے انہوں نے کہا کہو یا بھیک اس نے کہا یا بھیک یا بھیک یا بھیک اس پر انہوں نے فرمایا کہ تو نے بھیک کو تو پہچانا نہیں، اللہ کو کیا پہچانے گا۔

اس طریقہ پر اہل علم کا امتحان بہت لیتے ہیں، اور ہر ایک کا امتحان اسکی لائن کے مطابق ہوتا ہے، مقصود کیا ہے؟ زعم اور پندار کا ختم کرنا اپنے جی کے اندر جو بڑائی ہے، اس بڑائی کو نکالنا ہے، یہ بڑائی نکل جائے تو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں ہے۔

## رذیلۂ حب جاہ

اسی وجہ سے شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے پہلے پیر اور دوسرے پیر میں کیا فرق پایا؟ انکے پہلے پیر تھے ان کا نام بھی میاں عبدالرحیم تھا، سہارنپور کے رہنے والے تھے، انکی خدمت میں رہے انکی طرف سے مجاز بھی ہو گئے، وہ بڑے صاحب قوت صاحب تصرف تھے، انکے انتقال کے بعد مولانا گنگوہیؒ کی طرف رجوع کیا تھا، تو کیا فرق پایا؟ انہوں نے ایک لفظ بتایا کہ دوسرے پیر کے یہاں حب جاہ کا سر قلم پایا، حب جاہ نہیں ہے یہ خاص بات دیکھی، اور حب جاہ یہی تو بنیاد ہے، سب باطنی امراض کی اسی لئے اکابر نے لکھا ہے، کہ جو رذیلہ سب سے اخیر میں نکلتا ہے، وہ حب جاہ ہے، وہ ختم ہے تو سب کام ٹھیک ہے۔

## دھوبی پر اعتراض

اسلئے جس طرح سے دھوبی پر اعتراض کرنا غلط ہے وہ ایک ایک دھاگے سے میل نکال دیگا، اور نکال کرکے اس پر استری کرے گا، (پریس کریگا) گرم گرم لوہا اس پر پھیرے گا، اس کے اوپر برق ڈالے گا، جس کے ذریعہ چمک پیدا ہوجائے، تب وہ شہزادے کے استعمال کرنے کے قابل بنے گا، تو اپنے قلب کی اصلاح کرنے کے بعد حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل بنانا ہے، اسی طریقے پر جہاں اعتماد ہو وہاں سب کچھ ہوتا ہے، آج کل تو حکیموں نے بھی ڈاکٹروں کا سا طریقہ اختیار کرلیا ہے۔

## حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن میں مسہل پینا

مجھے یاد ہے مجھے بچپن میں مسہل دیا جاتا تھا، اتنا بڑا پیالہ بھرا ہوا ہوتا تھا، کاہے سے؟ املتاس، اس کے اندر بدبو نا قابل برداشت ہوتی تھی، مجھے پاس نہیں آنے دیتے تھے، پیالہ تیار کرنے کے بعد دیتے تھے میں اسکو پیتا تھا ناک پکڑ کر آنکھ بند کرکے آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی تھی کہ اس سارے پیالہ کو پیو، پیتا تھا، اور اس کے بعد دیر تک ناک سے سانس نہیں لیتا تھا، اس کی بدبو کی وجہ سے جبھی پان کھاتا اور اس میں چونکہ کا سٹرائل بھی ملا ہوتا تھا، اس کی چکناہٹ ہوتی، اس کو پان کے ذریعہ ختم کیا جاتا تھا اور پھر تاکید ہوتی تھی، کہ تصور باندھو کہ بیت الخلا جارہا ہوں، ضرورت پیش آرہی ہے، اس تصور کو باندھنا پڑتا تھا، چونکہ اعتماد تھا کہ جو کچھ کیا جارہا ہے، میری خیر خواہی کے لئے کیا جارہا ہے، اس لئے کوئی برا خیال بھی جی میں نہیں آیا کہ خود تو پیتے نہیں ہمیں پلارہے ہیں۔

اسلئے ہر لائن کی ریاضت ہر لائن کا مجاہدہ الگ الگ ہوتا ہے، سلوک میں جو کچھ مجاہدہ کرایا جاتا ہے، وہ اسی لئے کرایا جاتا ہے، کہ دل کے اندر سے یہ ''میں'' نکال دی جائے

''میں''، معنی بڑائی، تکبر یہ نکل جائے اور میں کو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ناپسند فرمایا۔

## انا انا

کسی صاحب نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون؟ انہوں نے کہا میں انا، آپ نے ناپسند فرمایا، کہا: نام بتاؤ انا انا کیا چیز ہے۔ اسلئے جب تک اعتماد نہ ہو اسوقت تک کوئی مجاہدہ کافی نہیں، یہ بھی یاد رکھئے جس شیخ نے جو طریقہ بتایا ہے مجاہدہ اور ریاضت کا اس کے اوپر اعتماد کرتے ہوئے یہ سمجھنا چاہئے میری اصلاح اسی میں ہے۔

ایک اشکال یہ تھا، دوسرا اشکال یہ ہے کہ پہلے مشائخ طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، اب بیعت کرنے لگے بلکہ مجاز بھی بنا دیں، طالب علمی کے زمانہ میں یہ کیا بات ہے۔

## حضرت مولانا عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ طالب علمی

پہلے سنئے! طالب علم کس یکسوئی کے ساتھ طالب علمی کیا کرتے تھے طالب علمی خود مستقل مجاہدہ تھا، بڑی ریاضت ہوتی تھی اسکے اندر حضرت مولٰنا عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، کہ جب میں دہلی گیا پڑھنے کیلئے تو ایک مسجد میں گیا، ڈھونڈتا بھالتا، وہاں ایک طالب علم تھا، اس نے کہا کہ آپ کو کس نے بھیجا ہے یہاں؟ میں نے کہا کہ کسی نے نہیں میں تو خود ڈھونڈتا ڈھانڈتا آ گیا، کہا اچھا بس دیکھو دہلی میں اتنی مسجدیں ہیں، ان کی گنتی بتلائی، کوئی مسجد خالی نہیں ہر مسجد میں طالب علم ہے صرف یہ مسجد خالی ہے، تم کہیں مت جانا یہیں ٹھہر جانا، خیر خواہی کی بات بتائی، وہاں کے جو متولی تھے، وہ نابینا تھے انہوں نے کہا تھا، کہ جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو نماز کے لئے مسجد میں لائے گا، میں اسکو دو روٹیاں دیا کروں گا، میں نے کہا اچھی بات ہے، میں کروں گا۔

چنانچہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لاتا تھا مسجد میں اور وہ روٹی مجھے ملا کرتی تھی، ایک اور

طالب علم آ گیا اس نے کہا سنا ہے، کوئی مسجد خالی نہیں، اس زمانہ میں دارالاقامے کے دارالطلبہ اور مطبخ یہ تو تھے نہیں کوئی کسی مسجد میں بیچارہ رہتا ہے وہاں سے اس کے کھانے کا انتظام ہے کوئی کہیں ہے کوئی کہیں ہے، کوئی مسجد خالی نہیں ہے، میں نے کہا مجھے دو روٹی ملا کرتی ہیں، ایک روٹی میں کھالیا کرونگا، ایک تم کھالیا کرنا، یہ ایثار ابتدا سے تھا، اس کے بعد ایک اور آ گیا روٹی رہی دو ہی آدمی ہو گئے تین، پھر ایک اور آ گیا، ہم نے متولی صاحب سے کہا کہ بجائے روٹی کے آپ ہمیں آٹا دیدیا کریں، چنانچہ دو روٹی کے بقدر وہ آٹا دیتے تھے، اس آٹے کو پانی میں گھول کر نمک ڈال کر ہم پیتے تھے، طالب علمی کی یہ شان تھی۔

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانۂ طالب علمی

ایک اور عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ سنا کہ شام کو مغرب کے بعد جب سبزی منڈی سے دوکاندار اپنی دکانیں اٹھا کر چل دیتے تھے، تو جو پتے وہاں پڑے رہ جاتے شلجم کے مولی کے گاجر کے وہ پتے اٹھالاتے لاکر ان کو دھو کر پاک کر کے اور پانی میں ابال کر بڑے بڑے گولے بنا کر رکھ لیتے ان کو ایک صبح ایک شام کھالیا کرتے نمک ڈال کر کے اس طریقہ پر زندگی گذارتے تھے، طالب علمی ایسی یکسوئی کے ساتھ ہوتی تھی، کہ دوسری طرف کا دھیان نہیں آتا تھا۔

## خطوں کو گھڑے میں ڈالنا

خود مولانا عبدالقادر صاحبؒ فرماتے تھے، کہ میرے متعلق مشہور تھا کہ یہ خط نہیں لکھتا ہے گھر کو خط لکھوں تو کہاں سے خاک سے پیسہ تو پاس ہے نہیں، ایک پرانا گھڑا تھا مٹی کا پاس میں، جو خط آتا بغیر پڑھے اس میں رکھ دیتا پڑھنے کی نوبت نہیں آتی تھی، جب تعلیم سے فارغ ہوا تو اس وقت گھڑے کو الٹ کر پڑھنے کی نوبت آئی، کسی نے لکھا کہ فلانے کے گھر

میں بچہ پیدا ہوا ہے تو کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" فلانے کا انتقال ہوگیا ہے، تو کہا: "اِنَّا لِلّٰہ" سب کو کسی پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" اور کسی پر "اِنَّا لِلّٰہ" پڑھ کر ختم کر دیا۔

## شہزادے کی سواری

دہلی میں شہزادے کی سواری نکلی اس زمانہ میں بجلی تو تھی نہیں، لالٹینوں کا گیس کا انتظام کرتے تھے، چنانچہ رات کا وقت تھا راستہ پر انتظام کیا گیا ایک طالب علم نے دیکھا کہ اوہو اچھا ہے روشنی کا انتظام ہے اسکے پاس چراغ کے تیل کیلئے پیسے نہیں تھے، وہ بھی آ کر ایک کھمبے سے لگ کر کتاب کا مطالعہ کرنے لگا، مطالعہ کرتا رہا یہاں تک کہ شہزادے کی سواری نکل گئی اور سارا جلوس گزر گیا، اور وہ اسی طرح مطالعہ میں مشغول رہا، جب کھولنے لگے گیس کو تو کہا کیا بات ہے، کیوں کھول رہے ہو؟ کہا شہزادے کی سواری نکلنی تھی نکل گئی، کہا کہاں گزری؟ کہا یہیں کو تو گزری! اس کو خبر نہیں ہوئی کہ شہزادے کی سواری گزری جب کہ وہیں کھڑا ہوا وہ کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہے، اس طالب علم نے مڑ کر دیکھا کہ شہزادہ اس سے کہا اس طالب نے کہ پھرے ہے اتراتا ہوا ہاتھی پر بیٹھ کر، کوئی مسئلہ پوچھلوں تو بتایا بھی نہ جائے کاہے کا مسئلہ کافیہ کا یعنی اسکی ساری شان وشوکت کی اتنی قدر نہیں تھی اس کی نظر میں جتنی نحو کے ایک مسئلہ کی تھی، اسی یکسوئی کے ساتھ طلبہ کرام محنت کرتے تھے، پڑھتے تھے، کھانے کو کبھی ملا کبھی نہیں ملا۔

## دو جہاں کے بادشاہ کے پاس تجھے پڑھتے دیکھا

حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما دہلی میں پڑھتے تھے، مدرسہ جاتے ہوئے راستہ میں ایک مجذوب رہتے تھے، حضرت گنگوہیؒ تو بہت بچتے تھے ان سے اس راستہ پر نہیں چلتے تھے، حضرت نانوتویؒ کبھی کبھی ان کے پاس جاتے بھی تھے مجذوب کے پاس، ان مجذوب کا طریقہ کلام یہ تھا کہ جب کوئی بات اپنے پیر کی نقل کرتے تو کہا

کرتے تھے، کہ میرے بادشاہ نے یوں کہا اور جب کوئی بات حدیث رسول ﷺ کی نقل کرتے تو کہا کرتے تھے، کہ دو جہاں کے بادشاہ نے یوں کہا یہ طریقہ گفتگو تھا حضرت نانوتوی ؒ نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے! انہوں نے کہا کہ قاسم! تو مجھ سے دعا کیلئے کہتا ہے؟ میں نے دو جہاں کے بادشاہ کے پاس تجھے پڑھتے دیکھا ہے، وہ روحانی فیض تھا، روح قاسمی روح محمدی ﷺ سے براہ راست اکتساب کرتی تھی، وہاں سے وہ فیض ان تک منتقل ہوتا تھا۔

## حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا اور پھر فرمایا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے اُردو رسائل میں وہ عالی مضامین ہیں کہ تلاش کر کے دیکھو سید شریف، قاضی بیضاوی، قاضی عضد الدین، اور امام رازی کے کلام میں موجود نہیں ہے۔

براہ راست نبوت سے علوم منتقل ہوتے تھے سینہ میں، حضرت تھانوی ؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رازی اور غزالی پیدا ہونے بند ہو گئے میں کہتا ہوں غلط ہے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کسی طرح امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے کم نہیں تھے، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے کم نہیں تھے۔

## فقیہ النفس

حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ہندوستان اور بیرون ہند کا سفر کیا جگہ جگہ کے علماء سے ملاقاتیں کیں لیکن مولانا گنگوہی جیسا فقیہ النفس شخص ہم نے نہیں دیکھا۔

تو ان حضرات کا طالب علمی کا زمانہ اتنی یکسوئی کے ساتھ گزرتا تھا، کہ اِدھر اُدھر کی

چیزیں نہیں آتی تھیں، وہ خطرات رات و دن کے جھگڑوں سے بالکل بے نیاز تھے جو فائدہ کسی صوفی کو کسی حجرہ میں بیٹھ کر گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر حاصل ہوتا ہے، وہ ان کو طالب علمی کے زمانہ میں حاصل ہوتا تھا۔

## حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا ارشاد

خود میرے زمانہ میں جس سال میں نے پڑھا جس روز بخاری شریف شروع ہوتی تھی، بکثرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے تھے، آج کل کا حال تو ہم کو معلوم نہیں، ایسی حالت میں طالب علم کو بیعت کرنا جو اتنی یکسوئی کے ساتھ تحصیل علم دین میں منہمک ہے اسکی توجہ کو اُدھر سے ہٹاتا ہے جو مضر ہے، میرے والد صاحب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ تم سے کہاں پڑھا جاتا ہے۔

سہارنپور سے گنگوہ جاتے ہو سواری تلاش کرتے ہو مجھے تو طالب علمی کے زمانہ میں کبھی سواری میسر نہیں آئی گنگوہ سہارنپور، دیوبند ہمیشہ پیدل ہی آنا جانا ہوا، ایک دفعہ گنگوہ سے دہلی بھی پیدل گئے تھے، وہ ایسے مجاہدات کرتے تھے، محنتیں کرتے تھے۔

## شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک طالب علم کی درخواست بیعت

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے آکر بیعت کی درخواست کی، فرمایا تعلیم پوری ہوگئی؟ کہا جی! پوری ہوگئی، مگر ایک کتاب رہ گئی سراجیہ سراجی رہ گئی، فرمایا اسکو پورا کرلو پہلے، عرض کیا حضرت کی عمر زیادہ ہوگئی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں محروم نہ رہ جاؤں، فرمایا اگر ایسا ہو تو میرے لڑکے رکن الدین سے بیعت ہو جانا، تو علم کو ایسی یکسوئی کے ساتھ حاصل کرتے تھے، اور اسکے بعد بیعت ہوتے تھے، تو جو فیض علم کا تھا اسکے ساتھ مخلوط ہو جاتا یہ فیض جو اب شیخ کی طرف سے اسکو حاصل ہو رہا ہے، دونوں جمع ہو کر عطر مجموعہ بن جاتا تھا۔

# سہارنپور میں ایک طالب علم

خود سہارنپور میں ایک صاحب تھے بہت ضعیف میری طالب علمی کے زمانہ میں موجود تھے وہ پڑھ کر فارغ ہوئے شعبان میں گئے تھانہ بھون رمضان میں وہیں رہے شوال میں وہاں سے گھر گئے، تو اجازت وخلافت لے کر گئے لوگ انہیں دیکھ کر حیرت کرتے تھے، کہ ہمیں اتنے روز ہو گئے ضربیں لگاتے ہوئے یہ کیا بات ہے، ان کو اتنی جلدی اجازت مل گئی، اور یہ معلوم نہیں کہ طالب علمی کے زمانہ میں کتنا مجاہدہ کیا، کیا وہ بےکار گیا، ایسا نہیں ہے۔

# طلباء کی حالت

اور بھئی اب تو جو طالب علم ہیں، اللہ معاف فرماوے ہم تو یا سلام یا سلام پڑھتے رہتے ہیں، طالب علم کے لئے کہ خدا کرے یہ سال تو بے چارے کا گزر جائے عافیت سے۔

پچاس کام ان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اخبار یہ دیکھتے ہیں، بغیر اخبار کے کھانا ہضم نہیں ہوتا ناول یہ پڑھتے ہیں، رسالے یہ دیکھتے ہیں، مضامین یہ لکھتے ہیں ایک دوسرے کا مقابلہ یہ کرتے ہیں، مشاعروں میں یہ جاتے ہیں، اور خدا جانے کیا کیا؟ اِلٰی آخِرِہٖ۔

اس واسطے تعلیم کے ختم ہونے سے پہلے پہلے دماغ کی صلاحیت کا بڑا حصہ ختم ہو جاتا ہے، غلط چیزوں میں لگ جاتا ہے۔

# زمانہ طالب علمی میں شیخ سے تعلق

اسلئے چاہتے ہیں، کہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں ان کا تعلق کسی شیخ سے قائم ہو جائے، اسکی نسبت ان کو گھیر لے غلط راستہ پر نہ چلیں ورنہ درمیان میں ہی تعلیم چھوڑ کر طب میں لگ گئے شروع کر دی یونیورسٹی کے امتحانات میں لگ گئے مولوی، عالم، فاضل، ادیب کامل،

ان میں لگ گئے غرض جو مقصود ہے تعلیم کا وہ مقصود بہت پیچھے رہ جاتا ہے، دوسری قسم کی چیزیں اِدھر اُدھر کی لگ لگا کر تعلیم کی صلاحیت کا ناس کر دیتی ہیں، میں نے خود ایسے طلبہ کو دیکھا کہ بیچارے جماعت کے پابند صف اول کے پابند تکبیر اولیٰ کے پابند ایک آفت آئی اسٹرائک کی مقابلہ کی ہنگامہ کی، نماز سب سے پہلے چھوڑ دی ڈاڑھی منڈا دی انگریزی بال رکھ لئے اسواسطے مشائخ نے کہا ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں بیعت کر لی جائے البتہ ان سے وہ کام نہ لیا جائے جو فارغین سے لیا جاتا ہے، ہر ایک کے نصاب بھی الگ الگ تجویز کر دیئے حضرت تھانویؒ نے تعلیمی نصاب بھی الگ الگ تجویز کر دیئے، سلوکی نصاب بھی الگ الگ تجویز کر دیئے علمائے کرام کیلئے یہ ہے عوام کیلئے یہ ہے، انگریزی داں طبقہ کیلئے یہ ہے، جو کاروبار کرنے والے تجارت پیشہ ہیں ان کے واسطے یہ ہے تاکہ ہر ایک کو اس کے مزاج کے مطابق چلایا جاسکے اس لئے یہ فرق پیدا کیا، جیسے کہ ڈاکٹر لوگ نئے نئے انجکشن ایجاد کرتے ہیں، حالات کے اعتبار سے اسی طرح سلوک کے مشائخ ہیں یہ بھی مجتہد ہیں معالج ہیں۔

## طالب علم کا ہندو اسکولوں میں داخلہ

ایک شخص نے شکایت کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میرا لڑکا انگریزی پڑھتا ہے مگر وہ دین کا مذاق اڑانے لگا ہے، نماز چھوڑ دی، فرمایا اچھا؟ ایسا ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مشورہ دیا کہ ہندو اسکولوں میں داخل کر دو، داخل کیا وہاں ہندوؤں سے مقابلہ ہوا بڑا سچا نمازی بن گیا، وہاں کوئی روک ٹوک کرنے والا تھا نہیں، یہاں جس قسم کے اعتراضات وہ کرتے تھے، ان کے جوابات یہ دیتا تھا، ان کا مقابلہ کرتا تھا، اسلئے پختگی آگئی۔

یہ کیا چیز ہے؟ وہ اجتہاد ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت کے جی میں یہ ڈالا کہ اس طریقہ پر اس کی اصلاح ہو جائے گی، اجتہاد بھی حق تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، جس چیز کی ضرورت پیش آتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مجتہد کو وہ چیز بتلاتے ہیں یہ سب جتنے مسائل مجتہدات ہیں یہ

سب حق تعالیٰ کی طرف سے الہام شدہ ہیں اور قواعد کے مطابق ہیں یہ حضرات دلائل بھی بیان کرتے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ، اور اس کے ذریعہ سے پڑھنے والوں کو اطمینان ہو جاتا ہے ،کہ ہاں قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

## ایک بزرگ کا امتحان

ایک جگہ پر ایک بزرگ تھے، خانقاہ تھی، ایک صاحب تازہ تازہ فارغ ہوئے فاضل بنے، انہوں نے کہا لیجئے فلاں صاحب بھی بیٹھ گئے خانقاہ میں پیر بن کے، ہدایہ پڑھانے کی قابلیت ہی نہیں ان میں، مشکوٰۃ پڑھانے کی قابلیت ہی نہیں ان میں اچھا میں، چلتا ہوں، گئے ان کے پاس جا کر کہا کہ سنتیں جو مشروع ہوئی ہیں، وہ فرائض کی تکمیل کے لئے ہیں، وضو میں چہرہ دھونا تو ہے فرض گٹوں تک ہاتھ دھونا، کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا یہ ہے سنت پہلے فرض ادا کیا جاتا ہے، پھر سنت تاکہ فرض کی تکمیل ہو جائے یہاں کیوں نہیں ایسا کرتے؟

وہ سمجھ گئے کہ مسئلہ پوچھنا مقصود نہیں اپنی قابلیت اور علمیت کا سکہ جمانا مقصود ہے کہ ہم میں پڑھانے کی صلاحیت ہے، ایک لڑکا جو ان کی خدمت کرتا تھا، استنجاء کے لئے ڈھیلے لے کر آیا تھا فرمایا اس سے پوچھو لڑکے سے! انہیں تامل ہوا اسکی طرف دیکھنے میں بھی، فرمایا نہیں پوچھو! پوچھو! انہوں نے سوال کر دیا لڑکے نے جواب دیا حضرت آپ کو خبر بھی ہے، پانی کے تین اوصاف ہیں ایک ہے لون! پہلے ہاتھ دھلے جاتے ہیں گٹوں تک تاکہ آنکھوں سے معلوم ہو جائے کہ اسکا لون صحیح ہے لون میں تغیر نہیں ہے، دوسرا وصف طعم ہے پھر کلی کی جاتی ہے تاکہ زبان سے چکھ کر معلوم ہو جائے کہ اس کے ذائقہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، تیسرا وصف ریح (رائحہ) ہے پھر ناک میں پانی دیا جاتا ہے، تاکہ سونگھ کر معلوم ہو جائے کہ اس کے رائحہ میں کوئی تغیر نہیں آتا ہے جب تینوں وصف صحیح ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ پانی؛

"وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا" (سورۂ فرقان: ۴۸)

[اور ہم نے ہی آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا ہے۔] (توضیح القرآن)

کے وصف پر ہے، یہ "مَاءٌ طَهُوۡرٌ" ہے اس کے اندر صلاحیت ہے کہ اسکے ذریعہ سے چہرہ دھلا جائے اور وضو کیا جائے اب یہ سن کر حیرت میں رہ گئے، باہر آ کر لڑکے سے کہا وہ جو وہاں تقریر کی تھی ذرا اسے دہرادو میں لکھ لوں، اس نے کہا کیسی تقریر؟ مجھے کیا خبر۔

اس واسطے کسی کا امتحان لینے کی کوئی ضرورت نہیں آپ کو عقیدت ہو استفادہ کرنا چاہتے ہو، بہت اچھا ان کی طرف سے کوئی انکار نہیں ہے استفادہ نہ کرنا چاہیں تو امتحان لے کر انہیں ذلیل وحقیر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

اس واسطے اپنے آپ کو سب سے کم درجے کا سب سے چھوٹا سمجھنا یہ ہے یہ چیز اگر نفس کے اندر ہو جائے تو پھر تکبر نکل جاتا ہے اور جتنے امراض تکبر سے پیدا ہوتے ہیں، تکبر کے نکل جانے سے سب ختم ہو جاتے ہیں۔

اس وقت تو یہی دو چیزیں بیان کرنی تھیں ایک یہ اشکال کہ مشائخ اتنا تشدد کیوں کرتے ہیں، ریاضت اور مجاہدات کیوں کراتے ہیں اور یہ کہ طالب علموں کو بیعت کیوں کر لیتے ہیں پہلے تو نہیں کیا کرتے تھے ان دو چیزوں کو بیان کرنا تھا۔

بس۔ اللہ حافظ۔

..............................................................................

# تصور شیخ اور صرف ہمت

## اس بیان میں

☆......تصور شیخ کیا ہے؟

☆......اس کے مفاسد کیا ہیں؟

☆......تصور شیخ کی ضرورت اور اس کا حکم۔

☆......صرف ہمت کیا ہے؟

☆......اس کی ضرورت اور حکم۔

☆......اس سلسلہ میں غلط فہمی کا ازالہ۔

..............................................

# تصورِ شیخ اور صرف ہمت

خطبۂ مسنونہ۔ امابعد!

کل ایک صاحب نے دریافت کیا تھا کہ تصورِ شیخ کیا چیز ہوتی ہے؟ کس طرح کرنا چاہئے، میں نے ان سے کہا تھا کل دن میں دس بجے آ جانا مگر وہ ایسا تصور میں غالباً مشغول ہوئے کہ آئے نہیں۔

اصل ہادی حق تعالیٰ ہیں اور جتنے طبیب ہیں ڈاکٹر ہیں، دوائیں ہیں یہ سب کے سب اس کے مظہر ہیں جیسے رزاق حقیقی حق تعالیٰ ہیں اور دنیا میں جسکو جس کے ذریعہ جو کچھ ملتا ہے، یہ سب اس کے ذرائع اور وسائل ہیں۔

ذرائع اور وسائل میں اس طرح سے منہمک ہو جانا کہ ان کو حقیقی سمجھ لیا جائے اور جو منعم حقیقی ہے، اس سے صرف نظر کر لیا جائے ایسا نہیں ہونا چاہئے وسیلہ کو وسیلہ رکھیں اور حقیقی منعم کو منعم رکھیں تب جا کر راستہ صاف ہوتا ہے۔

بعض اذہان ایسے ہیں کہ جلدی صلاحیت کو قبول کر لیتے ہیں، کہ ادھر اُدھر کی چیزوں سے ہٹا کر انہیں راستہ پر لگا دیا جاتا ہے، بہت آسانی سے چل جاتے ہیں، ان کی قوت متخیلہ میں دنیا بھر کی چیزیں بھری ہوئی نہیں ہوتیں جو اپنا مقصد ہوتا ہے، وہ پیش نظر ہوتا ہے، اور سب چیزوں سے قطع نظر ہوتی ہے۔

## زبان سے نیت

بعضے ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر قادر نہیں ہیں، کہ اپنے ذہن کو حاضر کر سکیں فقہاء

نے بھی ان کی رعایت کی ہے، کہ جو شخص دل سے نیت کو نہ کر پائے حاضر نہ کر سکے کہ وہ کون سے وقت کی نماز پڑھ رہا ہے تو وہ زبان سے کہدے تو زبان سے کہنا قائم مقام ہو جاتا ہے، اس کی نیت قلب کے، ورنہ نیت تو اصل میں ارادۂ قلبی کا نام ہے۔

اسی لئے بعض فقہاء نے لکھا ہے، کہ زبان سے نیت کرنا یا اسکو ضروری سمجھنا یہ بدعت ہے، مگر بات یہی ہے کہ زبان سے کہد ینا یہ قائم مقام ہو جاتا ہے، ارادۂ قلبی کے، جب کوئی شخص اپنی نیت کو مستحکم اور پختہ نہ کر پائے۔

## خیالات کا حال

بعضے حضرات کے اذہان ایسے ہیں، کہ ان میں خیالات کا ایک ہجوم ہوتا ہے، حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے ایک مرید نے کہا کہ میں انطاکیہ جانا چاہتا ہوں، وہاں آدمی کے ذرائع بھی ہیں آب وہوا بھی اچھی ہے، یہاں آمدنی کم ہے، انہوں نے فرمایا کہ انسان کے دماغ میں بھی کیسے کیسے خیالات آتے ہیں، اور بعض دفعہ خیالات کا اتنا ہجوم ہوتا ہے، کہ انسان ان کے روکنے پر قادر نہیں ہوتا بڑے سمندر کی طرح سے ایک لہر آئی دوسری آئی ایک سلسلہ چلتا رہتا ہے، یہ خیالات آہوانِ صحرائی اور پرندگانِ ہوائی کی طرح سے ہیں، جیسے آسمان پر اڑنے والے پرندے انکی بیع ناجائز کیوں کہ بیع کیلئے ضروری ہوتا ہے اس کو تسلیم کر دینا، مشتری کے حوالے کر دینا، جو پرندہ آسمان پر اڑ رہا ہے، اس کو تسلیم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں، یہ بیع درست نہیں جنگلی ہرن ہے اس کی کوئی شخص بیع کرنا چاہئے درست نہیں، ہاں جب پکڑ لے گا اپنے قبضہ میں لے آویگا، تب بیع کر سکتا ہے۔

اسی طرح جو خیالات بے اختیار انسان کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں، وہ بے شمار ہیں انسان ان کو روکنے پر قادر نہیں ہوتا ان کے اوپر کوئی پکڑ نہیں ہے حق تعالیٰ کی طرف سے، البتہ اگر ان کو زبان سے کہہ لیگا یا دل میں پختہ ارادہ کر لے گا، ان پر عمل کر لے گا،

تو اس پر گرفت ہے زبان سے کہہ لیگا اس کی گرفت ہے، دل سے پختہ ارادہ کرلے گا، تو اس کی گرفت ہے، جوارح سے عمل کرے گا، تو اس کی گرفت ہے، بغیر اس کے نہیں۔

یہ خیالات اتنے لطیف ہیں کہ اگر یہ خیالات جو اتنی طرح کے انسان کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اگر دماغ کو چاک کرکے دیکھا جائے تو وہاں ایک خیال بھی نظر نہیں آئیگا، جب یہ خیالات اتنے لطیف ہیں، تو ان کا پیدا کرنے والا کتنا لطیف ہوگا، جل جلالہٗ اسے سمجھایا اسے نہیں سمجھ میں آیا مرید کو۔

جب دیکھا کہ وہ اصرار کررہا ہے، وہاں جانے پر تو فرمایا کہ اچھا وہاں کے اللہ میاں کو ہمارا بھی سلام کہہ دینا! اس نے پوچھا کہ کیا مطلب کیا وہاں کے اللہ تعالیٰ کوئی اور ہیں کیا؟ فرمایا ہاں تم تو ایسا ہی سمجھتے ہو کہ وہاں کے اللہ تعالیٰ کوئی اور ہیں، اور یہاں کے اللہ تعالیٰ یا تو بخیل ہیں کہ اس کے پاس ہے تو موجود مگر دیتا نہیں، یا فقیر ہے کہ ہے ہی نہیں اس کے پاس وہ دے کہاں سے اور جہاں تو جانا چاہ رہا ہے وہاں کا اللہ تعالیٰ نہ بخیل ہے نہ فقیر ہے، اب اس کے سمجھ میں آئی بات، اس نے کہا: کہ میں نہیں جاتا۔

تو ان خیالات پر گرفت نہیں کثرت سے ذاکرین پریشان ہوتے ہیں کہ ہم کو نماز میں خیال آتا ہے، ذکر میں خیال آتا ہے، کیا کریں؟ خیال آتا ہے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے، صاحب وساوس آتے ہیں، تو تمہارا کیا بگڑتا ہے، جب ان کے اوپر کوئی پکڑ نہیں۔

دیکھو علاج ہوتا ہے، مرض کا اس راہ میں مرض وہ ہے جو معصیت ہو اور معصیت ہوتی ہے، اپنے اختیار سے، ان خیالات پر اختیار نہیں ان خیالات کا آنا معصیت نہیں، معصیت تو یہ مرض نہیں مرض نہیں تو ان کے علاج کی کیا ضرورت ہے؟ کیوں پریشان ہوتے ہو۔

## وساوس کا علاج

اور وساوس کا حال ایسا ہے، جیسے آپ اپنے کسی محبوب آقا کے مکان پر جانا چاہتے

ہیں، اس کے دروازے پر راستہ میں کتے بندھے ہوئے ہیں، آپ کو پہچانتے نہیں وہ کتے آپ کے اوپر بھونکتے ہیں، کاٹنے کو دوڑتے ہیں کہ ہمارے مالک کے مکان پر کہاں جارہا ہے، اب آپ کے لئے تین صورتیں ہیں۔

یا تو ان کتوں سے ڈر کر بھاگیں آپ، بھاگیں گے کہیں ٹکر لگے گی، کہیں ٹھوکر لگے گی، کہیں کسی آدمی کا نقصان ہوجائیگا، کسی کے مال کا بھی نقصان ہوجائے گا، اور کتے زیادہ پیچھے دوڑیں گے، جو بھاگتا ہے کتے اس کے پیچھے زیادہ دوڑتے ہیں، بھونکتے جائینگے دوسرے کتے بھی شور سنیں گے تو "شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ" ہوجائے گا، نیز اگر بھاگ کر آپ نے جان بچالی اتنے خدشات کے باوجود جان تو بچ گئی لیکن جو مقصود تھا وہ فوت ہوگیا، محبوب آقا کے پاس جانا مقصود تھا اس سے ملاقات مقصود تھی وہ فوت ہوگئی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ڈنڈا لے کر وہیں کھڑے ہوجائیں، ان کتوں سے لڑنے کیلئے وہ آپ پر بھونکے آپ اسے ڈنڈا دکھائیں اگر آپ غالب آگئے اور کتے کو مار بھی دیا، اور کتا مغلوب ہوگیا، مرگیا تو محبوب آقا کے کتے کو مارا آپ نے یہ کونسا اچھا کام کیا آپ نے۔

اور اگر کتا غالب آگیا تو کاٹ لے گا آپ کو، لہٰذا یہ دو راستے تو غلط ہیں کتے سے ڈر کر بھاگنا بھی غلط اور کھڑے ہوکر انکا مقابلہ کرنا بھی غلط۔

تیسرا راستہ جو عافیت اور سلامتی کا راستہ ہے وہ یہ کہ وہیں کھڑے ہوجائیں نہ بھاگئے نہ اسکو ماریئے بلکہ آواز دیجئے مالک کو کہ فلاں صاحب میں آپ کے مکان پر آنا چاہتا ہوں یہ کتے نہیں آنے دیتے، وہ وہیں سے ایک ڈانٹ پلائے گا کتوں کو، کتے اسکی آواز پر خاموش ہوجائیں گے، آپ کو راستہ ملجائے گا، آقا تک جانے کیلئے۔

جب کسی شخص پر وساوس کا ہجوم ہو تو اسکو حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہیئے کہ اے مالک الملک یہ کیا بلا ہے؟ کیسی مصیبت ہے جو میرے دماغ پر مسلط ہے، کسی چیز کو ڈھنگ سے سوچنے نہیں دیتی تصور نہیں کرنے دیتی، تلاوت میں بھی جی نہیں لگتا اس بلا سے

........................................

بچا لیجئے اس بلا کو دور کیجئے۔

مالک الملک سے کہا جائے اور جو وسوسے ڈالتا ہے شیطان خیالات لاتا ہے، آپ مثلاً نماز پڑھ رہے ہیں نماز میں قسم قسم کے خیالات لاتا ہے، آپ سلام پھیر کر کہہ دیجئے میری تو نماز ہوگئی، کرلے کیا کرے گا۔

جب وہ شیطان دیکھے گا کہ اس کے وسوسوں سے اس کے ڈالے ہوئے خیالات سے ہم متاثر نہیں ہوئے ہم نے نماز پڑھ لی اور بے فکر ہوگئے، تو وہ کہے گا، کہ ہم نے اتنی دیر بے کار محنت کی کسی دوسرے صاحب کے پاس جا کر محنت کرتا تو محنت کامیاب ہوتی نتیجہ برآمد ہوتا۔

لیکن جس شخص پر یہ خیالات اور وساوس نہیں ہیں، اطمینان کی اور عافیت کی نماز وہ پڑھتا ہے دوسرے کو وہ میسر نہیں ہے، عافیت کے ساتھ وہ ذکر کرتا ہے، مراقبہ کرتا ہے، وہ دوسروں کو کہاں میسر ہے۔

## خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کی سلطان نظام الدین اور خواجہ صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہما سے ملاقات اور تبصرہ

حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے ان سے کہا میرا جی چاہتا ہے، کہ آپ کے خلفاء کی زیارت کروں، انہوں نے دو نام بتائے ایک کلیر حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک دہلی حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا۔

وہ شخص آیا سفر کر کے دہلی پہنچا وہاں بتایا کہ میں آپ کے شیخ کا خادم ہوں، بس کیا تھا، اتنا اعزاز واحترام کیا گیا اس کا اعلیٰ درجے کے کپڑے اسکے لئے سلوائے گئے، اعلیٰ درجے کے کھانے، اعلیٰ درجے کے میوے پھل، جب تک قیام کیا بہت شان وشوکت کے ساتھ

رکھا، جب وہ چلنے لگا تو بہت سے تحفے تحائف دیکر دور تک رخصت کرنے کیلئے آئے۔

کلیر گئے یہاں ان کے خدام سے پوچھا تمہارے پیر کہاں ہیں؟ کہا وہ بیٹھے ہیں کونے میں! کیا کوئی وقت ملاقات کا ہے؟ کہا ان کے یہاں تو ہے ہی نہیں ملاقات، انکے خادم نے کندھا پکڑ کر ہلایا کہ آپ کے شیخ کا خادم آیا ہے، سلام کرتا ہے کہا اچھا میرے شیخ اچھے ہیں؟ کہا ہاں اچھے ہیں، انہوں نے اپنے خادم سے فرمایا آج گولر میں نمک ڈال دینا معزز مہمان آیا ہے، گولر میں نمک ڈلوا دیا، جب تک ٹھہرا دوبارہ ملنے کی نوبت نہیں آئی۔

جب وہ واپس گیا ہے، تو اس نے دہلی والوں کی تو بہت تعریف کی، شیخ نے پوچھا اور کلیر والوں نے کیا کہا، کہا حضرت وہ تو بات بھی نہیں کرتے فرمایا مجھے بھی کچھ پوچھا، کہا بولتے ہی نہیں، کہا: اچھا مجھے بھی کچھ پوچھا؟ کہا ہاں بس اتنا پوچھا تھا کہ میرے شیخ اچھے ہیں، بس ان کو وجد آ گیا رو پڑے کہ ان کا بڑا احسان ہے کہ ایسے مقام پر بھی انہوں نے مجھے یاد رکھا اتنی مدت سے ان کے دل میں غیر اللہ کا گذر نہیں اس پائے کے آدمی ہیں، غیر اللہ کا گزر نہیں ہے، اس نے قلب میں تو یہ چیز ہر ایک کو کہاں حاصل، نہ ہر ایک اس کا مکلف ہے اس لئے جو کیفیت ان حضرات کی ہوتی ہے، وہ اور کچھ ہوتی ہے۔

## حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے دشمن ولی ہو گئے

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ کسی سمندر کے کنارے پر بیٹھے تھے، اس زمانہ کے وزیر امیر اکبر چل رہے تھے کشتی میں کشتی میں کچھ تفریح کی ضرورت تھی کچھ گانا بجانا ہونا چاہئے، اس کیلئے ضرورت تھی کہ کوئی سر پٹا ہو جو بیچ میں بیٹھا ہو کسی نے اُدھر سے چپت مارا کسی نے اِدھر سے چپت مارا سب ہنس رہے ہیں، مذاق کر رہے ہیں، اسلئے آدمی نکلا تلاش کرنے کیلئے کہ ایسا کوئی شخص ملجائے۔

یہ بیچارے بیٹھے ہوئے تھے، بس انہیں کو پکڑ کر لے گئے، کشتی میں بٹھالیا اور وہاں

ان کے ساتھ یہ معاملہ شروع ہوگیا۔

یہ بجائے کہ ان لوگوں کی طرف توجہ کرتے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرتے ان سے نفرت کرتے کچھ نہیں، اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہوگئے، وہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں جو چیز بھی موجود ہوتی ہے، صادر ہوتی ہے، وہ مولیٰ کی اجازت سے موجود ہوتی ہے، اور صادر ہوتی ہے جب مولیٰ کی اجازت سے ہے تو اس پر سر ہلانے کی اور بچانے کی کیا بات ہے، اگر انکی مرضی، یہی ہے بہت اچھا ان کا منشاء یہی ہے۔ بہت اچھا لیکن حق تعالیٰ کو بہت غیرت آتی ہے جب ان کے ولی کو کوئی ستاتا ہے۔

## حدیث قدسی

جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے:

"مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ اَوْ کَمَا قَالَ"

(بخاری شریف: ۹۶۳/۲، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث: ۶۲۵۳)

جوشخص میرے ولی سے عداوت رکھے میں اس پر اعلان جنگ کرتا ہوں۔

تو غیرت خداوندی کو جوش آتا ہے! ان کو الہام ہوتا ہے، کہ کہو تو ہم ان سب کو ڈبو دیں، غرق کردیں، کشتی کو الٹ دیں! تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اے پروردگار جس طرح آپ کو یہ قدرت ہے کہ ان کو غرق کردیں، سب کو ختم کردیں، یہ بھی تو قدرت ہے کہ ان اندھوں کی آنکھیں کھول دیں، یہ دیکھ لیں کہ کیا کررہے ہیں، جبھی توجہ دی اور سب کے سب بڑے ولی ہوگئے۔

## طائف کا واقعہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے طائف میں، ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے، فرشتہ ملک الجبال آکر عرض کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا ہے کہ آپ کی قوم آپ کے ساتھ

کیا معاملہ کر رہی ہے، میں ملک الجبال ہوں، پہاڑوں کی خدمت میرے سپرد ہے، آپ کہیں تو ان دونوں پہاڑوں کو ملادوں ٹکرادوں جس سے کہ سارے کے سارے ختم ہو جائیں جنہوں نے آپ کے ساتھ یہ گستاخیاں کی ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو کیا بعید ہے کہ ان کی ذریت میں سے کوئی اللہ کا نام لینے والا پیدا ہو جائے۔

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن"

(اتحاف السادۃ: ۲۵۸/۸، باب بیان علاج کراھیۃ الذم)

اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دیدے یہ لوگ مجھے جانتے نہیں میرے رتبہ سے واقف نہیں، اپنے عمل کی غلطی اور خرابی سے واقف نہیں ہیں، ان کو خبردار کردے، یہ کیفیت تھی۔

وہی طریقہ صوفیائے کرام نے اختیار کیا کوئی شخص کتنا ہی ستاتا ہے، باقی یہ کسی کو بددعا بھی نہیں دیتے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جو سکون ان حضرات کو اپنی یکسوئی میں حاصل ہوتا ہے، بغیر ادنیٰ خیال کے آئے ہوئے وہ بہت اونچی چیز ہے، ہر شخص کے بس کی بات نہیں، لیکن کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہئے پورا نہیں کچھ نہ کچھ تو ہو اس کے واسطے یہ تدبیریں کرتے ہیں۔

## تصورِ شیخ

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب بیعت ہوئے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی ؒ سے اور انہوں نے ان کو تصورِ شیخ کی تعلیم دی انہوں نے انکار کیا کہ اس سے تو بوئے شرک آتی ہے فرمایا اچھا راہ نبوت سے تمہارا سلوک طے کرائیں گے، پھر مولانا اسماعیل شہید بیعت ہوئے سرسید صاحب سے تو سید صاحب ؒ نے بھی تلقین کی جس چیز کو پہلے شرک کہہ چکے تھے انہوں نے کہا:

"مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ" (سورۃ الانبیاء: ۵۲)

[ یہ کیا مورتیں ہیں جن کے آگے تم دھرنا دیئے بیٹھے ہو۔ ] (آسان ترجمہ)

تماثیل قرار دیا خیر، تصور کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کسی ایک چیز کا تصور اس طرح قائم کرے کہ کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ رہے کہیں، تا کہ سارے خطرات ووساوس سارے خیالات ختم ہو جائیں، صرف ایک چیز باقی رہے۔

اب تو میں ہوں اور شغل یاد دوست

سارے دھندوں سے فراغت ہوگئی خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

سارے دھندوں سے فراغت ہو جائے یادِ دوست کا شغل باقی رہ جائے آگے کوئی چیز باقی نہیں مگر بعض دفعہ آدمی اس تصورِ شیخ میں مبتلا ہوتا ہے، تو وہ شیخ کو مقصود بالذات قرار دیتا ہے، حالانکہ شیخ مقصود نہیں شیخ تو ذریعہ اور وسیلہ ہے آگے تک پہونچنے کا، مقصود تو آگے ہے اسلئے خطرہ ہوتا ہے۔

## صرف ہمت

اور پھر ایک اصطلاح ہے صوفیائے کرام کے یہاں "صرف ہمت" حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے، مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اور مولانا عبدالحیؒ بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جمع کردہ ملفوظات ہیں ان میں صرف ہمت کی بحث ہے صرف ہمت کا حاصل ایسا سمجھئے جیسے کسی شخص کی دکان پر ایک آئینہ لگا ہوا ہے قد آدم، راستہ میں جو چیز گزرتی ہے اسکا عکس اس میں آتا ہے، اس کا عکس نہ آئے تو کیا اس کیلئے تدبیر کرے گا، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کالا کپڑا اسکے اوپر ڈال دے۔

اس کالے کپڑے نے سارے آئینہ کو گھیر لیا، اب اس میں کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں رہی یہ ہے "صرف ہمت"، کسی ایک چیز کے ساتھ کسی ایک چیز کے تصور میں

قلب کو اس قدر محو کر دینا اس قدر مشغول کر دینا کہ کسی دوسری چیز کی گنجائش باقی نہ رہے۔

اس کیلئے کسی چیز کا حتی کہ بعض حضرات نے کسی آدمی کے لئے بھینس کا تصور تجویز کیا، بس وہ بھینس کا تصور جما کر بیٹھے ہیں، یہاں تک ان کو ہر طرف بھینس ہی نظر آتی ہے، حتی کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے مراقبہ کے لئے بٹھادیا چلہ میں، چلہ سے فارغ ہو کر اس سے کہا اب باہر آجاؤ، تو وہ باہر نہیں نکلتا کہ بھینس کھڑی ہے کیسے آؤں۔

تصور اس درجہ قائم ہوا کہ خارج میں بھی بھینس نظر آتی ہے، کسی کو کسی اور چیز سے محبت ہے تو اس کا تصور دل میں جمایا اب اس میں یہ ہے کہ بسا اوقات شرک تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ اس لئے صرف ہمت سے منع کر رہے ہیں، حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف ہمت غیر اللہ کی طرف کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ سختی سے منع کرتے ہیں۔

## حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ہمت

اگر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا کوئی اور مقدس ہستی ہو خاص کر نماز کی حالت میں اگر صرف ہمت کی جائیگی تو صرف ہمت کا حاصل وہی ہے کہ آئینہ پر کپڑا ڈال دیا جس نے سارے آئینہ کو گھیر لیا کسی چیز کے عکس کی اسمیں گنجائش نہیں رہی، اگر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف کسی شخص نے اپنے قلب کو اس طرح متوجہ کیا اور صرف ہمت کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور چیز کا تصور اسکے قلب میں نہیں آئے گا۔

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ"

[(اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔]

کہے گا، تو کس کو کہے گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو، رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" [میرا رب پاک ہے جو عظمت والا ہے۔] سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الاَعْلٰى" [میرا رب پاک ہے جو بہت بلند و بالا ہے۔] کس کو کہے گا؟ یہ شرک ہے، کیونکہ عبادت دو چیزوں

کے مجموعہ کا نام ہے، اعلیٰ درجہ کی عقیدت اور اعلیٰ درجہ کی محبت۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی عقیدت بھی ہے، اور اعلیٰ درجہ کی محبت بھی ہے، اس اعلیٰ درجہ کی عقیدت اور اعلیٰ درجہ کی محبت کے ساتھ ساتھ جب صرف ہمت کیا جارہا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اب شرک آ گیا، اسمیں بخلاف اور چیزوں کے کہ اگر کسی اور چیز کا مثلاً اپنے کھیت کا اپنے گدھے کا اپنے بیل کا تصور کرتا ہے، اور فرض کیجئے صرف ہمت بھی کرتا ہے، وہاں شرک کا احتمال نہیں، کیونکہ بیل اور گدھے کیساتھ نہ وہ محبت اور عظمت وابستہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور نہ وہ عقیدت ہے بلکہ یہ صرف ہمت کرنے والا خود پشیمان ہوتا ہے، کہ نماز جیسی عبادت میں کہاں بیل اور گدھے کا تصور آ گیا "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" اس کو مخرب صلوٰۃ سمجھتا ہے، مکمل صلوٰۃ نہیں سمجھتا وہ شرک کیلئے تیار نہیں گدھے اور بیل کو وہ مقام دینے کیلئے تیار نہیں ہے، اس لئے اسمیں عبادت کئے جانے کا سوال نہیں بخلاف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے وہاں یہ احتمال ہے۔

غلطی ترجمہ کرنے والے نے کی، صرف ہمت کا ترجمہ کردیا خیال، کسی اور چیز کی طرف صرف ہمت کرنا یعنی کسی اور چیز کا خیال آنا یہ گاؤ خر کے خیال سے بدتر ہے، یہ ترجمہ کردیا۔

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا

اب "بھائی لوگ" اسکو لے اڑے کہ دیکھو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال آنا گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر ہے۔

حالانکہ نہ یہ ان کا مقصد ہے اور نہ یہ صرف ہمت کا حاصل ہے صرف ہمت کو جانتے ہی نہیں ایسے ہی ہے جیسے اسم نحو کی اصطلاح ہے، اب کوئی شخص اسم کا ترجمہ کرنے لگے:

"اَلاِسْمُ کَلِمَۃٌ دَلت عَلٰی مَعْنیً فِی نَفْسِھَا غَیْرَ مُقْتَرِن بِاَحَدِ الازمِنۃ الثَّلٰثَۃ"

نحویوں کے یہاں تو اسم اسکو کہتے ہیں، اسم کا ترجمہ کوئی نام کرنے لگے تو یہ غلط ہے،

جو کتاب جس فن کی ہوگی، اس میں جو اصطلاحی لفظ ہوگا، اس سے اس فن کا اصطلاحی معنی مراد لیا جائے گا، تصوف کے فن کی کتاب ہے، اس میں صرف ہمت کا لفظ ہے تو صوفیاء سے پوچھو اگر تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صرف ہمت کسے کہتے ہیں، تو صوفیاء سے پوچھو وہ بتادینگے۔

## تقویۃ الایمان پر پیشاب

اب اس کو اتنا پھیلایا اتنا پھیلایا جس کی حد نہیں، جگہ جگہ کفر کے فتوے نکل رہے ہیں، حتی کے کانپور کے قریب ایک جگہ ہے ضلع اٹاوہ وہاں ایک مقام پر تقویۃ الایمان جس کا نام ہے اس پر پیشاب کیا گیا، دراں حالانکہ اسمیں قرآن پاک کی آیتیں بھی لکھی ہوئی ہیں، حدیث شریف بھی ہے، حضور پاک ﷺ کا نام مبارک بھی ہے مگر کوئی پرواہ نہیں کی اسکی یہاں تک نوبت پہونچی۔

تو صرف ہمت کو منع کرتے ہیں، کسی کی طرف بھی صرف ہمت نہ ہونا چاہئے ورنہ شرک کا اندیشہ ہے اور بہت سے لوگ شرک میں مبتلا بھی ہو گئے، یہ تو اس کتاب میں صرف ہمت کی تعلیم نہیں دے رہے بلکہ اس کی تعلیم سے روک رہے ہیں، اور اس کا نقصان بتا رہے ہیں اور تقابل کر رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف صرف ہمت کرنے میں شرک کا مظنہ ہے، اور گاؤخر کے تصور میں شرک کا مظنہ نہیں ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ گاؤخر کے تصور کو اعلیٰ مقام دے رہے ہیں، حضور اقدس ﷺ کے تصور سے، ایسا نہیں، یہ زبردستی کی بات ہے، اس میں جو اہل علم ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں اس بات کو، وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں، مگر کیا کریں ان کا گزارہ اسی میں ہے کہ عوام کو غلط فہمی میں مبتلا رکھا جائے، اس لئے ہمارے اکابر تصور شیخ سے منع کرتے ہیں، کہیں علاج کیلئے کسی شخص کیلئے تجویز بھی کر دیتے ہیں، مگر عامۃً منع کرتے ہیں۔

## سنکھیا سے علاج

ایسے ہی جیسے سنکھیا سم الفار زہر ہے مگر علاج کیلئے تجویز کرتے ہیں، میرے ماموں

طبیب تھے، انکے پاس کسی نے رات کے وقت آ کر کہا کہ سانپ نے کاٹ لیا بالکل سیاہ سانپ تھا بڑا زہریلا، رات کے وقت دوائیں ملنا بھی مشکل بازار بند، ان کے پاس سنکھیا رکھا ہوا تھا کہا یہی کھلادو! حالانکہ سنکھیا کھانے سے آدمی خود مرجاتا ہے، مگر انہوں نے دیدیا کہ اسے کھلادو اور کہا کہ یہ پانی مانگے تو پانی مت دینا، وہ بیچارہ رات بھر پانی کیلئے تڑپتا رہا مگر زندہ رہا، جب صبح ہوگئی تو فرمایا اب میں نمٹ لوں گا۔

اب کوئی شخص بیوقوف سنکھیا دینا شروع کردے کہ فلاں حکیم صاحب نے دیا تھا، بے وقوفی کی بات ہے، انہوں نے سمجھ کر دیا ہے دوا کے طریقہ پر دیا ہے، اسی طریقے سے اگر کسی خاص شخص کیلئے تصورِ شیخ تجویز کردیں اسکے حالات کے اعتبار سے اس کے شیخ انہیں اسکا حق ہے لیکن انکی دیکھا دیکھی کوئی دوسرا شخص بھی تجویز کرنے لگے تو یہ تو ایسا ہی ہے جیسے جوتے کھائے ہیں۔

## جوتے کھانے کا قصہ

جوتے کھانے کا قصہ نہیں معلوم؟ ایک حکیم صاحب کوئی مریض دیکھنے گئے، ساتھ ساتھ صاحبزادہ بھی ہیں، حکیم صاحب نے نبض دیکھی اور کہا آپ نے ترشی کھائی ہے، انہوں نے اقرار کیا، صاحبزادہ کو بہت تعجب ہوا، کہ ابا نے نبض دیکھ کر پہچان لیا کہ ترشی کھائی ہے گھر آ کر پوچھا کہ ابا آپ نے نبض دیکھ کر کیسے پہچان لیا کہ ترشی کھائی ہے، انہوں نے کہا بیٹا نبض میں سرعت تھی رفتار تیز تھی، چارپائی کے نیچے نارنگی کا چھلکا پڑا ہوا تھا نارنگی میں عام طور سے ترشی ہوتی ہے کہا اچھا یہ بات ہے۔

ابا کے انتقال کے بعد صاحبزادے مسند پر بیٹھے کسی مریض کو دیکھنے گئے وہاں چارپائی کے آس پاس دیکھا کہیں کوئی چھلکا نہیں نظر آیا، جوتے پڑے ہوئے تھے، کہا آپ نے جوتے کھائے ہیں؟

اس واسطے بغیر بات کو سمجھے ان کے طریقہ پر چلنا غلط ہے جو چیز آپ کے لئے تجویز

کی اسے آپ اختیار کیجئے جو چیز دوسرے کے لئے تجویز کی ہے اسے وہ اختیار کرے، ایک دوسرے کو دیکھ کر تبادلہ کرنے لگیں آپس میں یہ حق نہیں پہونچتا یا خود بھی بغیر سمجھے ہوئے تجویز کرنے لگیں یہ حق نہیں پہونچتا اس میں خرابیاں زیادہ ہیں

## کشف سے روکنا

اور ہمارے اکابر کا جو سلسلہ ہے، وہ تو بہت ہی عافیت کا سلسلہ ہے کوشش کرتے ہیں کہ سالک کو کشف نہ ہو، اگر کشف ہونے لگتا ہے تو اسکو دبا دیتے ہیں۔

حضرت شیخ نے بھی ایک جگہ لکھا ہے، آپ بیتی میں کہ گنگوہ کے ایک صاحب (جن کو میں بھی جانتا ہوں) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ﷺ کے ساتھ ان کا بیعت کا تعلق، انہوں نے خط میں اپنے حالات لکھے کہ میں نے مراقبہ میں ایسا ایسا دیکھا عرش دیکھا یہ دیکھا وہ دیکھا۔

چونکہ حضرت سہارنپوری کی ڈاک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھا کرتے تھے، شیخ فرماتے ہیں جب میں نے سنایا تو اپنے جی میں سوچا کہ یہ لڑکا پہونچ گیا، اب شاید حضرت اجازت دیدیں، اب میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب حضرت نے لکھوایا کہ ”سنن موکدہ اور فرائض وواجبات کے علاوہ تمام معمولات کو یک قلم بند کردیں“، مثل مشہور تھی، کہ یہ تو گارا لگا دیتے ہیں۔

گارا لگانا نہیں جانتے بھڑ جب اپنا گھر بناتی ہے دیوار کے اندر تو اس کو روکنے کیلئے گارا لگا دیتی ہے۔

تو یہ جو کشف ہوتے ہیں، اِدھر اُدھر کے یہ ایسے ہی ہے جیسے دیوار میں سے بھڑیں نکل رہی ہیں، اس پر گارا لگا دیا، کہ نکلنا بند ہو جائے کوشش کرتے ہیں، کہ یہ چیزیں نہ آئیں سامنے۔

## صاحب کرامت کا حکم

اس میں کلام ہے کہ جس ولی سے کرامت صادر ہو وہ اعلیٰ ہے یا جس سے کرامت

صادر نہ ہو وہ اعلیٰ ہے، بعض مشائخ نے لکھا ہے، کہ جس سے کرامت صادر نہ ہو اسکی ولایت قوی ہے وہ محض ایمان بالغیب پر چل رہا ہے، اسے کچھ نظر نہیں آتا، اور جس کو کرامتیں ہوتی ہیں، اسکے ایمان بالغیب میں تو فرق ہے، اگرچہ ان کو دیکھنے سے یقین میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مگر جو ایمان بالغیب کی کیفیت تھی وہ اسکو حاصل نہیں، اور ہمارے اکابر کے یہاں جو کچھ سلوک ہے جو کچھ بیعت کا طریقہ ہے یہ سارا کا سارا اتباع شریعت ہے کوشش اسکی ہوتی ہے کہ شریعت کے مطابق کام ہو ہر چیز سنت کے موافق رہے۔

## وساوس کا علاج

لہٰذا نہ تصور شیخ کی ضرورت ہے، نہ خیالات و وساوس کو دور کرنے کیلئے ان سے لڑنے کی ضرورت ہے، بس اسکا طریقہ تو یہ ہے کہ انکی طرف متوجہ نہ ہوا جائے۔

جب شیطان دیکھتا ہے کہ خیالات و وساوس سے یہ شخص متأثر نہیں ہوتا شیطان خود ہی خیالات ڈالنے چھوڑ دیتا ہے، اور اگر یہ دیکھتا ہے کہ میں نے خیال اس کے جی میں ڈالا تھا، اور اس نے سوچا کہ او ہو میری تو نماز خراب ہوگئی، نماز تو ایسی ہونی چاہئے کہ جس میں کسی کا خیال نہ آئے، دوبارہ پڑھی، دوبارہ پڑھی پھر خیال آیا سہ بارہ پڑھی، غرض ایک اُدھیڑ بن میں ایسا لگ جاتا ہے، کہ خدا کی پناہ کہیں پہونچ کر اسکو اطمینان نہیں ہوتا۔

ہمارے اکابر کہتے ہیں، کہ بس نماز پڑھو سنت کے مطابق کوئی خیال آئے غیر اختیاری طور پر اسکی پرواہ نہ کرو، اگر تمہاری نماز کو اس طرح خراب کر دیا کہ کوئی واجب رہ گیا، تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ سہو کر لو۔

## رونا مقصود نہیں

لہٰذا ان حالات کے درپے نہیں ہونا چاہئے بعضے آدمی شکایت کرتے ہیں کہ ان کو

رونا نہیں آتا، ارے رونا نہیں آتا اس پر جو افسوس ہے، یہ رونے سے کچھ کم تو نہیں ہے، اگر واقعی اس پر افسوس ہو تو اس کی قیمت حق تعالیٰ کے یہاں رونے سے کم نہیں زیادہ ہے۔

اگر رونا ہر ایک کو آتا تو حضور اقدس ﷺ کیوں فرماتے کہ روؤ! اگر نہ روسکو تو رونے والے کی سی صورت بنالو۔

رونے والی کی صورت جو بنانے کو فرمایا تو جانتے تھے کہ رونا ہر ایک کے بس میں نہیں ہے اپنے قبضہ میں نہیں ہے، لہٰذا صورت بنالو رونے والے کی سی، حق تعالیٰ اسکو بھی وہی اجر مرحمت فرمائیں گے، جو رونے والے کو دینگے، پھر مقصود رونا بھی نہیں ہے، مقصود جو کچھ ہے وہ حق تعالیٰ کی اطاعت اور اسکی رضا کو طلب کرنا ہے، رونے پر بھی رضا مرتب ہوتی ہے، اور رونا نہ آئے اس کا افسوس ہو تو اس افسوس پر بھی رضا مرتب ہوتی ہے۔

اسلئے حق تعالیٰ نے کوئی ایسا راستہ نہیں رکھا ہے جس کے اندر آدمی بس اٹک کر، رک کر رہ جائے، چلنے کی کوئی صورت ہی نہ رہے بلکہ ہر چیز کیلئے راستہ موجود ہے اس کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا نہ تصورِ شیخ کی ضرورت ہے ہر ایک کو۔

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علاج تجویز فرمایا

ہاں اگر کسی کو تجویز کر دیا جائے تو اسکے لئے ہے تصورِ شیخ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے شکایت لکھی کہ میں فلاں صاحب سے بیعت تھا، انکا انتقال ہو گیا، میں گھر میں رہ گیا، ایک عورت سے محبت ہو گئی بس اسی کے نام کا وظیفہ ہے، سارے معمولات ترک ہو گئے ہیں، یہ ہو گیا وہ ہو گیا، تو حضرت نے جواب میں لکھا کہ ایک بات غور سے سنیں کہ بغیر ہمت کے اور محنت کے کوئی کام نہیں ہوا کرتا، ہر ایک کام کیلئے ہمت اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے، اور جس شخص سے تم کو عقیدت ہو اسکا تصور کرو کہ وہ قلب میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور دل کے اندر اس عورت نالائق کی محبت ہے اسکو کاٹ کاٹ کر ریزہ ریزہ کر کے ہٹا رہے ہیں، تصور بتایا اس کو۔

تو کسی شخص کیلئے اگر اس طریقہ پر تصور تجویز کیا جائے ایک بڑی مصیبت اور بلا سے نجات دلانے کیلئے تو اس پر ہر شخص اپنے آپ کو قیاس نہ کرے، نہ اس تصور کو خود اختیار کرے، نہ وہ دوسرے کو بتائے۔

## مشائخ کو الہام

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مسند مشیخت پر قائم فرمادینگے تو خود ہی رہنمائی فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ جب طالب آئے گا، ویسا ہی اسکے لئے علاج تجویز کریں گے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الہام کی بات تھی، انہوں نے فرمایا کہ لوگ میرے متعلق سمجھتے ہیں، کہ ہر بات پر الہام ہوتا ہے، یہ غلط ہے، البتہ سالک کیلئے جو چیز تجویز کرتا ہوں، وہ الہامی ہوتی ہے، سالک کے لئے، مریض کے لئے، طالب کیلئے جو چیز تجویز کرتا ہوں، وہ الہامی ہوتی ہے، اور کچھ اور بھی ہے کئی امور ہیں۔

## بیان القرآن الہامی ہے

بیان القرآن کے متعلق ایک دو عبارت کے علاوہ بقیہ ساری کی ساری الہامی ہیں۔

تو خود الہام سے اگر کسی شخص کے متعلق القاء ہو تو جیسے کہ ڈاکٹروں کے دل میں ایک چیز آتی ہے، کہ یہ علاج مفید ہوگا، حکیموں کے قلب میں بات آتی ہے، کہ یہ چیز مفید ہوگی، جیسے ماموں کے دل میں یہ بات آئی کہ سانپ کے کاٹے ہوئے کو سنکھیا دیدینا مفید ہوگا یہ اور چیز ہے، لیکن آدمی اس کو اپنے واسطے خود تجویز کرلے بغیر مرشد کے اسمیں خطرات ہیں۔

## وسوسہ اور خیال میں فرق

اس لئے ان خیالات اور وساوس سے پریشان نہ ہوں ایک اور چیز ہے ایک خیال

ہے ایک وسوسہ ہے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔

وسوسہ کا حاصل یہ ہے کہ جس سے ایمان متزلزل ہو جائے۔ جیسے: اس کو کس نے پیدا کیا؟ اللہ نے۔ اسکو کس نے پیدا کیا؟ اللہ نے، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ یہ تو حدیث ہی میں موجود ہے۔

اس قسم کی چیزیں جن سے ایمان میں خلل آتا ہو یہ ہے وسوسہ۔

"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس" اسکے لئے پڑھنا بہت مفید ہے۔

وساوس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے۔

اور خیال ادھر اُدھر کے ذہنوں میں جو آتے ہیں خراب بھی آتے ہیں اچھے بھی آتے ہیں، وہ خیالات ہیں خیالات کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس سے نہ گھبرانے کی ضرورت ہے نہ ان کیلئے مستقل علاج کی ضرورت ہے، بلکہ اپنا کام کرتے رہیں، قصداً انکی طرف متوجہ نہ ہوں۔

اور قلب کے اندر وہ خیالات آئیں قلب کو اپنی عبادت کی طرف اپنے مشغلہ کی طرف متوجہ کرلیں، اسی طریقہ پر چلتے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ راستہ آسان ہو جائے گا، بس اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

ختم شد

........................................

# مقصد اعتکاف

## اس بیان میں

☆......اعتکاف کا مقصد

☆......اعتکاف کی ضرورت

☆......فوائد و آداب

☆......معتکفین کے لئے ہدایات

# مقصد اعتکاف

## غارِ حرا میں اعتکاف

اعتکاف کا بہت بڑا مقصد یکسوئی حاصل کرنا ہے، اپنے مولیٰ جل شانہ کے ساتھ راز ونیاز پیش کرنا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بھی اعتکاف فرماتے تھے غار حرا میں ایسی جگہ بیٹھتے جہاں اندھیرا ہوتا روشنی نہیں آتی اور ہوا نہیں آتی، کوئی آواز کسی کے کان میں نہیں آتی، کوئی صورت کسی کی دکھائی نہیں دیتی، کوئی معاملہ کسی سے لین دین کا نہیں ہوتا، سب سے کٹ کر، ہٹ کر ایسی جگہ پر جا کر بیٹھتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کبھی ناشتہ وہاں پہنچا دیتیں اور کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے مکان پر، اور یہاں سے پھر ناشتہ لیکر چلے جاتے آٹھ روز، دس روز، بیس روز، تیس روز، بعض دفعہ اور زیادہ۔

## مقصد اعتکاف

اعتکاف کا حاصل یہ ہے، اسی وجہ سے اعتکاف میں پردہ ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ صورتیں نظر نہ آئیں قوت تخیلہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق ایسا تصور قائم ہوجائے کہ کبھی وہ مٹنے اور زائل نہ ہونے پائے بڑا مقصد اعتکاف کا یہ ہے۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت کی ملاقاتیں

اس کے بعد اپنے قلب سے ہر چیز علیحدہ کرے، اپنی آنکھ کو ہر چیز سے بچائے، اپنے کان کو ہر چیز سے بچائے، اپنی زبان کو ہر چیز سے بچائے اپنے ہاتھ پیر اور دل دماغ کو ہر چیز سے بچائے تو اس وقت جلوہ صاف طور پر محسوس ہوتا ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے اعتکاف کے بارے میں لکھا ہے، کہ روزے کی حالت میں اعتکاف ہونا چاہئے تاکہ خیال نہ جائے کہ کیا پکے گا، بازار سے کیا لانا ہے کب کھانا تیار ہوگا، بیوی بچے کس طرح رو رہے ہیں؟ کیا ہوگا کوئی ضرورت پوری کرنی ہے کہاں جائیں کیا کریں، ان سب چیزوں سے بے نیاز ہو کر رہے۔

جب قوت متخیلہ میں لفظ اللہ جو کہ دال ہے اسم ہے یہ قائم ہو جاتا ہے، تو پھر اس کی کیفیت اور قسم کی ہوتی ہے، پہلے پہلے لفظ اللہ کو قائم کیا جاتا ہے، یعنی اسم کو قائم کیا جاتا ہے، اس کے بعد اسم سے رہنمائی ہوتی ہے، مسمّٰی کی طرف مسمّٰی کو اس طرح اسم پر قائم کیا جاتا ہے، جیسا کہ وہ ہے اپنی ذات اور صفات کے ساتھ، ایسی ذات وصفات جو ہمارے ادراک سے بالاتر ہے ہم اسکی کوئی صورت تجویز نہیں کر سکتے، جیسے زید وعمر کی صورت تجویز کر لیتے ہیں، آم، ناشپاتی، سیب کی صورت تجویز کر لیتے ہیں، دیکھی ہوئی چیزوں کی ذہن میں صورت تجویز کر لیتے ہیں، وہاں ایسا نہیں، اسکے لئے کوئی صورت ہم اپنی طرف سے تجویز نہیں کر سکتے وہ ہر چیز سے بالاتر ہے ہر چیز سے بالاتر ہو کر اس کو ذہن میں قائم کرنا ہے، وہ حاضر ہے وہ ناظر ہے، موجود ہے اس کے اثرات کیا ہیں، وہ خالق ہے وہ رازق ہے وہ نافع ہے وہ ضار ہے جو امور اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں، ان تمام امور کو انجام دینے والا ان تمام امور کی رہنمائی کرنے والا وہی ذات باری تعالیٰ ہے، یہ مقصود ہے اعتکاف کا۔

ذکر کے ذریعہ سے بھی مخیلہ میں قائم کیا جاتا ہے، صورت کو، مگر تھوڑی دیر ذکر کیا تنہائی میں بیٹھ کر اس کے بعد زید ادھر بیٹھا عمر وادھر بیٹھا، بکر ادھر بیٹھا اس سے بات چیت ہو رہی ہے، اس سے بات چیت ہو رہی ہے، اب بازار جانا ہے، اب پردیس جانا ہے، اب

دکان جانا ہے، اب ڈاکخانہ جانا ہے، اب فتویٰ لکھنا ہے، اب سبق پڑھانا ہے، سیکڑوں دھندے لگے ہوئے ہیں، آدمی کے ساتھ۔

ہم نے سنا ایک بزرگ تھے، مولانا صادق الیقین صاحب ؒ ضلع بارہ بنکی میں ایک مقام ہے کرس، وہاں کے رہنے والے تھے، بڑے صالح شخص، وہاں مکہ مکرمہ میں کئی برس رہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں، سنا ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مولوی صادق الیقین! مکہ جیسی بابرکت جگہ اور محنت میں تم نے کبھی کمی نہیں کی اور جو کچھ ہو سکا اس حقیر نے بھی دریغ نہیں کیا مگر اتنا سا بھی نفع نہیں ہوا، بھئی مکہ مکرمہ جیسی بابرکت جگہ سب جانتے ہیں، طالب علم تو خوب جانتے ہیں کہ ایک ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ایک ایک لاکھ سات لاکھ ستر لاکھ تک ملتا ہے، حرم شریف، کعبۃ اللہ کا طواف ساری چیزیں برکت ہی برکت کی ہیں، اور ایسی برکت کی جگہ کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو حکم ہے کہ اسطرف رخ کر کے نماز پڑھو گے تو قبول ہوگی، ورنہ قبول نہیں ہوگی، تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس استطاعت ہو آئے اور بیت اللہ کا طواف کرے، حج کرے، حج کر کے آدمی ایسا ہو جاتا ہے، جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، ایسی برکت کی جگہ اور انہوں نے محنت میں کمی نہیں کی ہندوستان کو چھوڑ کر گئے، بیوی بچوں سے الگ ہو کر گئے اور وہاں جا کر ان کے پاس ٹھہرے اور ان کی ہدایت کے مطابق کام کیا اس کے بعد بھی فرمارہے ہیں، نفع نہیں ہوا نفع کے دو معنی ہیں، ایک معنی نفع کے ہیں ثواب! ثواب تو یقینا ہے اس کے اندر کوئی ذرہ برابر تردد اور شبہ نہیں ہے۔

دوسرے ایک اور معنی ہیں یعنی صفائی قلب! جس مقصد کیلئے قلب کی صفائی کیجاتی ہے قلب کی صفائی والی بات حاصل نہیں ہوئی لہٰذا مشورہ دیا کہ گنگوہ جاؤ وہ مکہ مکرمہ سے چل کر گنگوہ آئے، یہاں دو چیز کو چھڑایا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ایک تو یہ کہ حدیث نہیں پڑھائیں گے، ایک مریض کیلئے نسخہ نہیں لکھیں گے، طبیب بھی تھے، نسخہ بھی لکھتے تھے

مریضوں کے لئے اور حدیث بھی پڑھاتے تھے۔

کوئی میعاد نہیں بتائی، ایسے ہی ہے جیسے کوئی طبیب کسی مریض کے متعلق کہدے پانی مت پیو، پانی جیسی ضروری چیز جس کے ساتھ حیات وابستہ ہے۔

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" (سورۃ الانبیاء: ۳۰)

[اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز پیدا کی ہے۔] (آسان ترجمہ)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے معالج نے پانی پینے سے منع کر دیا تھا، سات برس تک پانی نہیں پیا۔

ایسے ہی حدیث پڑھانے سے منع کر دیا نسخہ لکھنے سے منع کر دیا اور پھر تیس دن گزرے تھے کہ ان کی تکمیل ہوگئی، اور پھر بھیج دیا مکہ مکرمہ حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس۔

حاجی صاحب نے ان کو دیکھا تو وجد آ گیا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو، یا اللہ! کیا چیز بن کر آئے ہیں۔

# اشکال مع جواب

یہ واقعہ میں نے ایک جگہ پر بیان کیا ایک مدرسہ کے مدرس تھے انہوں نے اشکال کیا پڑھانے سے کیوں روکا انہوں نے؟ حدیث پڑھانے سے، حدیث پڑھانا کوئی گناہ کا کام ہے، گناہ کے کام سے روک دیا، حقیقی بات تو اللہ کے علم میں ہے یا ان کے علم میں ہے، جنہوں نے یہ کہا مگر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد پر وہ عمل تو کرتے تھے اپنے اذکار کی پابندی کرتے تھے لیکن دھیان لگا رہتا تھا، کہ ابھی سبق پڑھانا ہے جا کر مریضوں کو دیکھنا ہے، یہ جو دھیان لگا رہتا تھا، یہ یکسوئی حاصل نہیں ہونے دیتا تھا، جس یکسوئی کی ضرورت تھی، لہٰذا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں چیز سے روک دیا، اور جب وہ فارغ ہو گئے تو پھر دونوں کی اجازت دیدی۔

............

اس پر پھر انہوں نے اشکال کیا کہ صاحب حاجی صاحب، تو پیر تھے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے، حاجی صاحب نہیں سمجھ سکے اس بات کو مولانا گنگوہیؒ سمجھے! میں نے کہا کہ بھئی حقیقی بات تو اللہ کو معلوم ہے یا ان کو معلوم ہے جن کا واقعہ ہے، میں کیا بتاؤں، مگر سمجھ میں یوں آتا ہے، کہ اگر حاجی صاحب سمجھتے کہ رکاوٹ یہ ہے اور حاجی صاحبؒ اگر منع فرمادیتے تو مان لیتے کہنا، لیکن دل کے اندر خرخشہ باقی رہتا اس واسطے کہ حاجی صاحب نہ حدیث پڑھاتے تھے، اور نہ نسخہ لکھتے تھے، مولانا گنگوہی حدیث بھی پڑھاتے تھے نسخہ بھی لکھتے تھے، وہاں آکر یہ خدشہ باقی نہیں رہا کیونکہ مولانا گنگوہیؒ جب دونوں کام کرتے ہیں، اور انہوں نے منع کیا تو اس پر خیر ہی خیر ہے، حاجی صاحب کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب خود تو پڑھاتے نہیں حدیث اور دوسرا پڑھاوے تو اسے روکے ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک لڑکا اسکول کا وہ رات کو کتاب نہیں دیکھتا گھر آکر سبق یاد نہیں کرتا، باپ خود اسکو نہیں کہتا بلکہ اس کے ماسٹر سے کہتا ہے، کہ اس سے کہئے کہ کتاب دیکھا کرے، رات کو، اس لئے کہ اگر باپ نے خود کہا تو وہ کہے گا آپ خود تو دیکھتے نہیں مجھے کیا کہتے ہیں۔

## بدعمل باپ بھی نہیں چاہتا کہ اولاد بدعمل ہو

اسی پر یاد آیا کلکتہ میں ایک لڑکا انگریزی پڑھتا تھا، اس کے ماسٹر نے کہا ڈاڑھی منڈانے کو، اس نے آکر گھر شکایت کی لڑکا نمازی، ڈاڑھی بھی رکھتا تھا، باپ نے کہا میں کہدونگا چل کر ماسٹر سے، باپ گیا اور ماسٹر سے کہا کہ لڑکے کو ڈاڑھی منڈانے پر مجبور نہ کریں، میرا لڑکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھا کرے، اس نے باپ کی اور دیکھ کر اور آپ کے خود تو ڈاڑھی ہے نہیں، یوں کہتے تھے میں تو شرما گیا کوئی جواب نہیں دے سکا۔

میں نے کہا فضول آپ شرما گئے آپ جواب دیتے زوردار، کیا جواب دیتا؟ میں نے کہا: جواب اس طرح دیتے کہ صحیح ہے میرے ڈاڑھی نہیں ہے، لیکن اگر باپ بدعمل ہو تو

کوئی نہیں چاہتا کہ میری اولاد بھی بدعمل ہو اولاد کیلئے داعیہ، جذبہ سب کے دل میں ہوتا ہے، باپ اگر جاہل ہو تو وہ یہ نہیں چاہتا کہ میرا لڑکا بھی جاہل رہے، جہاں تک یہ لڑکا پڑھ چکا، میں نے اتنا نہیں پڑھا لیکن میری طبیعت میں داعیہ ہے کہ میرا لڑکا پڑھے آپ نے یہ کبھی نہیں کہا کہ آپ نے تو پڑھا نہیں اتنا اسے کیوں پڑھا رہے ہیں، یہ جواب دیتے اس کو۔

تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ منع فرما دیتے وہ تسلیم بھی کر لیتے مگر خدشہ باقی رہتا دل کے اندر وہ کانٹا کھٹکتا رہتا، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے منع کرنے کے بعد وہ کانٹا باقی نہیں رہا کیونکہ حضرت حدیث پڑھاتے ہیں، اور نسخہ بھی لکھتے ہیں، وہ ماہر ہیں درحقیقت حاجی صاحب نے مولانا گنگوہیؒ کے ذریعہ سے منع کرایا، یہ نہیں کہ حاجی صاحب سمجھتے نہیں تھے بات کو، خوب سمجھتے تھے اور پھر اللہ نے کیا کہ وہ کامل ہو گئے۔

## معتکفین کے لئے ہدایات

اس واسطے اعتکاف میں خاص طور سے یکسوئی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اسی لئے منع کرتے ہیں، کہ بات چیت مت کرو، آپس میں ایک دوسرے کی طرف مت دیکھو کوئی غیر مانوس آواز کان میں نہ آنے پائے، غیر مانوس لفظ زبان سے نہ بولے غیر جگہ پر قدم اٹھ کر نہ جائیں، غیر مانوس چیز کو ہاتھ مس نہ کرے، اس لئے ہر چیز کی احتیاط کی ضرورت ہے۔

تب جا کر اعتکاف کا پورا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور بھئی رہا میرا قصہ تو میرا تو یہ ہے کہ اس دیوار کے پیچھے تھا یہاں آ کر بیٹھ گیا کچھ فرق نہیں پڑتا، جیسے وہاں تھا ویسے ہی یہاں آ کر بیٹھ گیا۔

میرا اعتکاف تو محض لفظ ہے، اعتکاف کی حقیقت سے بہت بعید، حقیقت تو نصیب نہیں، باقی اللہ تعالیٰ دوستوں کو عطا فرماوے، اور انکے طفیل میں مجھے بھی بخش دے، عطا فرما دے یہ اس کا کرم ہے۔

..............................................................................

اس لئے جب اعتکاف کررہے ہیں، دس روز کا اعتکاف ہے اللہ تعالیٰ اس کے حق کو ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اس پر حقیقی ثمرات مرتب فرمائے، یکسوئی نصیب ہو، اور اپنی ذات عالی کا جلوہ قلوب کے اندر پیدا فرمائے، اسی وجہ سے اعتکاف میں کھانا بھی نہیں، روزہ ہے، جتنا وقت صرف ہوتا ہے کھانا تیار کرنے میں وہ سب ذکر میں لگ گیا جتنی توجہ لگتی کھانا تیار کرنے میں وہ سب ذکر میں لگ گئی، اس لئے ان سب چیزوں سے بچ بچا کر رہیں، اور اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ کے لئے سب چیزوں کا انتظام کر دیا، کسی شخص کو بازار سے کچھ لانے کی ضرورت نہیں ہے، پکانے کی ضرورت نہیں ہے، لکڑی کی، گیس کی فکر نہیں ہے، پتیلی اور رکابی کی ضرورت نہیں سب چیزیں اللہ کے فضل سے یہاں موجود ہیں، اس کا کتنا بڑا انعام ہے، سارے افکار سے آپ کو خالی کر کے اپنے دروازے پر اس نے لاڈالا اس کا بہت بڑا کرم ہے اسکی نعمت ہے، اسکی قدر کی ضرورت ہے، اور قدر یہی ہے، کہ وقت کو اِدھر اُدھر ضائع نہ کریں، زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت تسبیح وذکر میں مصروف رہیں مراقبہ میں مشغول رہیں، جب یکسوئی نصیب ہوجائے تب اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں بڑا لطف آتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بڑی حلاوت معلوم ہوتی ہے ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے، یکسوئی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے، بغیر یکسوئی کے حاصل نہیں ہوتی۔

## دوسروں کی اصلاح کا جذبہ

نیز ہر شخص کو یہ سوچنا چاہئے کہ میں اپنے نفس کی اصلاح کیلئے آیا ہوں، دوسرے کی اصلاح کے لئے نہیں آیا ہوں، دوسروں میں کوتاہی دیکھیں، غلطی دیکھیں ان کے اوپر ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں، ان کے لئے سخت لب ولہجہ استعمال نہ کریں آپ کو اگر غایت درجہ محبت کا تعلق ہے تو اس سے نہایت شفقت اور نرمی سے کوئی لفظ کہدیں اور اس کے بعد اگر وہ نہ

مانے تو پھر اسکے درپے نہ ہوں وہ جانے آپ اپنا کام کریں، آپ یہاں کے ناظم اعلیٰ نہیں ہیں، ہر شخص اپنی اصلاح کیلئے آیا ہے جو شخص غلط کر رہا ہے، آپکے سر کیا ذمہ داری ہے، وہ جانے، آپ کو جذبہ "اَمر بِالْمَعْرُوْف" اور "نَہِیْ عَنِ الْمُنْکَرْ" اٹھتا ہے تو شفقت اور نرمی کے ساتھ کہہ دیں، اور یہ "اَمر بِالْمَعْرُوْف" اور "نَہِیْ عَنِ الْمُنْکَرْ" کا لفظ تو بہت مشہور ہے مگر غور کرنے کی بات ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، دس برس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا ہوں، خادم تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ فلاں کام کریں میں کہتا نہیں کرنے کا، حالانکہ میرے جی میں ہوتا تھا، کہ کرونگا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کر دیتا لڑکپن تھا، شوخی مزاج میں تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں کام نہ کرنا میں نے کہا میں ضرور کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کام کے لئے بھیجتے میں جا کر کھیلنے کیلئے بچوں میں لگ جاتا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کرتے رہے، پھر آ کر دیکھا کہ میں ایک جگہ پڑ کر سو رہا ہوں زمین میں، مجھے اٹھایا مٹی جھاڑی، اس دس برس کے عرصہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی لفظ ایسا نہیں فرمایا جو قلب پر گرانی کا باعث ہو۔

یہ نہیں فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا، ڈانٹ ڈپٹ کر، ان چیزوں کو بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ "اَمر بِالْمَعْرُوْف" اور "نَہِیْ عَنِ الْمُنْکَرْ" کا کون مکلف ہوگا، مگر وہاں یہ حال تھا۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بچوں پر شفقت

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین تھے سفر سے آئے ہیں لڑکے سامنے آ گئے، چھ برس کے، سات برس کے، آٹھ برس کے، محلہ کے عزیزوں کے اٹھا کے ایک کو

آ گے سواری پر بٹھالیا ایک کو پیچھے بٹھالیا لڑکوں کے آ کر دامن پکڑ لیا، انگلی پکڑ لی، شفقت تھی ان حضرات میں جو شخص کسی غلطی میں مبتلا ہو وہ زیادہ شفقت کا مستحق ہے، وہ بیچارہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا اسکی جڑ کو کاٹ رہا ہو اسکے اوپر شفقت زیادہ چاہئے نہ کہ ڈانٹ ڈپٹ غصہ، ناراضگی، غصہ، ناراضگی سے اصلاح نہیں ہوتی، اگر آپ کی ڈانٹ ڈپٹ سے کسی شخص نے آپ کی بات مان بھی لی تو یوں نہ سمجھنا کہ یہ اصلاح دائمی ہے آپ سے نظر بچا کر پھر کرے گا وہ کام، یہ درحقیقت اصلاح نہیں ہے، بلکہ یہ تو نظر کی چوری ہے۔

# ایک نرس کی اصول پسندی

میں ہسپتال میں تھا کلکتہ میں کھانا آیا جو نرس خدمت کیلئے تھی اس سے کہا کھانے کیلئے، اس نے کہا: اسوقت تو میں ڈیوٹی پر ہوں میں نہیں کھا سکتی، ہمارے دوست جمیل صاحب ہیں انہوں نے کہا دیکھئے اصول کی اور قانون کی کتنی پابند ہے، میں نے کہا:

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه"

یہ اصول کی پابندی ہے یہ تو ڈاکٹر کی نظر کی پابندی ہے، اندیشہ ہے کہ ڈاکٹر اگر اس وقت آ جاوے گا، تو وہ ڈانٹے گا اور جس وقت یہ اندیشہ نہ رہے پھر دیکھئے کتنی پابند ہے، اس چوری کے سلیقہ کو آپ نے کہدیا کہ اصول کی پابندی ہے یہ چوری کا سلیقہ ہے، جس وقت انہیں معلوم ہوا کہ ڈانٹے گا ناراض ہوگا، تو کھانے سے انکار کر دیا، اور جہاں اس کا اندیشہ نہیں رہا وہاں پھر اپنا کام کر گئے، اس سے اصلاح نہیں ہوتی چوری تو اس سے آتی ہے چوری کا سلیقہ آ جاتا ہے، لیکن اصلاح نہیں ہوتی اصلاح تو ہوتی ہے اس وقت جب منکر کا عیب ہونا منکر کا معصیت ہونا منکر کا پریشانی کا باعث ہونا، یہ قلب میں اتر جائے اس سے اصلاح ہوتی ہے، اس سے آدمی اسکو ترک کرتا ہے، اور جب تک قلب میں یہ بات نہیں ہوتی محض تھپڑ ہے کچھ بھی نہیں۔

..............................

## اصلاح کے لئے خوف خدا کی ضرورت

حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ جب پاکستان گئے اور وہاں سے تشریف لائے تو بڑی تعریفیں کیں وہاں کی، کہ لوگ دودھ میں پانی نہیں ملاتے اور عورتیں بے پردہ نہیں ہیں، اور یہ ہو رہا ہے، میں نے ساری سننے کے بعد عرض کیا کہ حضرت ایک بات بتائے کہ یہ سب کچھ ہے خدا کے خوف سے یا صدر ایوب کے ڈنڈے کا اثر ہے؟ کہنے لگے بھئی ہے تو ڈنڈے ہی کا اثر! میں نے عرض کیا پھر اس کی کچھ عمر نہیں ہوتی، ڈنڈے کو گھن بھی لگ سکتا ہے، پانی میں بھی گل سکتا ہے، آگ میں بھی جل سکتا ہے، اس ڈنڈے بیچارے کی کیا عمر ہے، یہ اصل میں اصلاح ہی نہیں، اصلاح تو درحقیقت خوفِ خدا سے ہوتی ہے۔

## خوفِ خدا پیدا ہونے کی صورت

خوف خدا کے پیدا ہونے کی یہی صورت ہے کہ آدمی اس کے صفات کاملہ کو ذہن میں رکھے کہ حق تعالیٰ نے ہمارے اوپر کتنے کتنے انعامات واحسانات فرمائے ان کو دیکھئے:

"وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ" (سورۂ ذاریات: ۲۱)

[اور خود تمہارے اپنے وجود میں بھی؟ کیا پھر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔]

اپنے نفسوں میں نہیں دیکھتے تم کیا، اللہ تعالیٰ نے کتنی چیزیں کیسی کیسی مشینیں اسکے اندر بنا رکھی ہیں، کس کس طرح کھانا کھاتے ہیں، اور وہ ہضم ہوتا ہے، اس سے گوشت بنتا ہے خون تیار ہوتا ہے، دماغ میں جاتا ہے، اعضائے رئیسہ میں پہونچتا ہے کیسی کیسی چیزیں بنا رکھی ہیں اسکے اندر، ہم نے کچھ خرچ کیا ہے ان کے اوپر، کچھ محنت کی ہے صرف حق تعالیٰ نے بنایا، ایک مشین ہے ذرا سی خراب ہو جائے آدمی رکھا کا رکھا رہ جائے کچھ بھی نہ ہو سکے۔

# نعمتوں کا شکرادا کرنے کی ضرورت

اس واسطے خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ نے انسان بنایا جانور بھی تو اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، کل ہی کتاب میں پڑھ رہے تھے، وہ سور چرانے کا قصہ ابوعبد اللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا، کس طرح آدمی اشرف المخلوقات ہو کر سور چراتا ہے، ایسی بھی نوبت آتی ہے، سور بھی خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ آدمی نہ بناتا ہمیں، سور بنا دیتا تو ہم کیا کر لیتے؟ کچھ نہیں، سانپ بنا دیتے تو کیا ہوتا جو دیکھتا وہی مارنے کو دوڑتا اُسے، بچھو بنا دیتے کیا ہوتا، ہر ایک دیکھتے ہی جوتا اٹھاتا مارنے کیلئے، اُسے گدھا اور کتا بنا دیتے تو کیا ہوتا بھینسا بنا دیتا تو پیچھے بوگی میں جُتے جُتے پھرتے کیا حال ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے، کہ اس نے انسان بنایا انسان بننے میں ہماری کسی سعی کو دخل نہیں ہے، محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

انسانوں میں بھی کتنے انسان ایسے ہیں کہ جسمانی اعتبار سے معذور ہیں کوئی نابینا ہے کسی کے ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں، پیر ٹوٹے ہوئے ہیں، قسم قسم کے امراض میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ نے سب سے نجات مرحمت فرمائی، کتنے انسان ایسے ہیں کہ انسان ہیں مگر عقل و دماغ ان میں نہیں ہے بے عقل ہیں، دیوانے ہیں، کتنے انسان ایسے ہیں کہ جن کے پاس رہنے کیلئے گھر نہیں، سڑک پر لیٹ گئے، دوکان کے سامنے لیٹ گئے اس طرح گزارا کرتے ہیں، تن پوشی کو کپڑا نہیں...... کتنے انسان ایسے ہیں جن کے اولاد نہیں ہے، کچھ لوگ ہیں کہ جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے، آمدنی کا ذریعہ کچھ نہیں ہے۔

غرض قسم قسم کی چیزوں میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے نجات دی حفاظت فرمائی۔

........................................................................

کتنے انسان ایسے ہیں کہ ان کو انسان تو بنایا مگر وہ بت کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بت پوجتے ہیں، پیپل کو پوجتے ہیں، پانی کو پوجتے ہیں پیشاب کو پوجتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں سے بچایا، کتنے انسان ایسے ہیں، کہ مسلمان ہیں مگر کبھی مسجد میں آنے کی توفیق نہیں ہوتی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دربار کی حاضری مرحمت فرمائی صرف اجازت ہی نہیں بلکہ اس پر انعامات کے وعدے فرمائے ہیں، انعامات عطا فرماتے ہیں، درجات بڑھاتے ہیں، اسکے کتنے انسان ایسے ہیں کہ قرآن پاک نہیں پڑھا ہے نہیں جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پڑھایا۔

غرض یہ کہ حق تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، ہر نعمت کو انسان دیکھتا رہے سوچتا رہے، ہر نعمت پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّـكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ" (سورۂ ابراھیم:۷)

[اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔] (آسان ترجمہ)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"مَا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ اِنۡ شَكَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ" (سورۂ نساء:۱۴۸)

[اگر تم شکر گذار بنو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیکر آخر کیا کرے گا۔] (آسان ترجمہ)

اگر تم شکر ادا کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ کیوں عذاب دیں گے، عذاب کیوں ہوتا ہے، اسلئے کہ حق تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا، مسلمان بنایا، اپنا کلام پاک تعلیم فرمایا ہے مسجد میں آنے کی توفیق دی، روزہ رکھنے کی توفیق دی اعتکاف کی توفیق دی۔

یہ انعامات ہیں حق تعالیٰ کے، جتنا جتنا اس کا شکر ادا کریں گے، اتنے ہی درجات بڑھیں گے ان چیزوں کے اندر ترقی ہوگی ان کے ثمرات مرتب ہوں گے اس لئے کسی عارف کا شعر ہے۔

آدمیت دادۂ ای بازم مسلمان کردۂ
اے خدا! قرباں احسانت شوم
کہ احساں بر احساں کردۂ ای

اے خدائے پاک تو نے آدمیت دی پھر تو نے مسلمان بنایا قربان جاؤں انعام پر انعام کیا تو نے کتنا بڑا احسان ہے حق تعالیٰ کا۔

## اعتکاف کا فائدہ

سوچیں کتنے لوگ ایسے ہیں جو رات کو چوری کرتے ہیں، شراب پیتے، زنا کرتے ہیں، قسم قسم کی بدکاریوں میں مبتلا ہیں، کوئی لڑ رہا ہے، کوئی کسی کو مار رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان ساری چیزوں سے بچالیا ہے اور اپنے گھر لا کر دار الامان میں لا کر ٹھہرا دیا ہے، مسجد کیا ہے؟ دار الامان ہے ان ساری چیزوں سے بچا کر اپنی ذات عالی کیلئے انتخاب فرمالیا ہے۔

آمی یہاں اگر اپنی زبان سے کسی کو گالیاں نہیں دے رہا ہے، جھوٹ نہیں بول رہا ہے، کسی کی غیبت نہیں کر رہا ہے، زبان کو حق تعالیٰ کی یاد میں اسکے ذکر میں تلاوت میں مشغول رکھا ہے کتنا بڑا احسان ہے کہ ان سب خرافات سے، ساری نجس جگہوں سے بچا بچا کر لا کر اپنے گھر میں اپنے مکان میں اپنی مسجد میں لا کر ٹھہرایا، اور سب کا اعزاز واکرام کیا اس واسطے اس کی قدر کی ضرورت ہے اور قدر اسکی یہاں بھی ہے، اپنے یہاں بھی ہے ہر جگہ پر ہے، خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر ہر جگہ پر لازم ہے، ناشکری کا وبال ہر جگہ پر بہت برا آتا ہے، جہاں ناشکری ہے اس جگہ پر ایسے ایسے وبال آئے کہ اللہ کی پناہ۔

..............................................................

# بغداد کی تباہی

بغداد کی سلطنت جو تباہ ہوئی ناشکری کی بنا پر تباہ ہوئی بہت برا حال ہوا کیفیت یہ ہوگئی تھی، تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک تاتاری نے دیکھا کہ ڈیڑھ سو مسلمان ہتھیار لگائے ہوئے بھاگے جارہے ہیں، جان بچانے کیلئے، وہ تاتاری کہتا ہے کہاں جارہے ہو! ٹھہر جاؤ میرے پاس چھرا نہیں ہے میں اپنے خیمہ سے چھرا لیکر آتا ہوں، میں تم کو ذبح کروں گا، وہ سب کے سب وہیں رک جاتے ہیں، بھاگنے سے پیر رک گئے پیروں میں بھاگنے کی طاقت باقی نہیں رہتی وہ اطمینان سے جاتا ہے، اپنے خیمہ سے چھرا لے کر آتا ہے، ان سے کہتا ہے لیٹ جاؤ! وہ لیٹ جاتے ہیں، اور بکروں کی طرح سے اطمینان سے ان کو ذبح کرڈالا ہے، جس وقت حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا نہیں کیا جاتا اور بجائے طاعت کے معصیت میں آدمی مبتلا ہوجاتا ہے تو پھر ایسے ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔

ایک مکان میں ایک تاتاری عورت آتی ہے، وہاں مسلمان چھپے ہوئے تھے گاجر مولی کی طرح سے ان کو کاٹتی ہوئی چلی جاتی ہے، یہ کیفیت ہوجاتی ہے، بیس لاکھ مسلمان اس خطہ میں آباد تھے جس میں سے چودہ لاکھ قتل ہوگئے تھے۔

اس لئے خداوی تعالیٰ کی ناشکری سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہئے بچنا چاہئے کہ خداوند تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری اور ناقدری ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہنے والے کو بھی اور سننے والوں کو بھی۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

❑❑❑

# حقوق العباد

اور

# گناہوں کی معافی کی صورتیں

اس زمانہ میں حقوق العباد میں بہت کوتاہیاں ہو رہی ہیں۔

## اس بیان میں

☆......حقوق العباد کی اہمیت وضرورت کو بیان کیا گیا ہے۔

☆......کوتاہیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆......کوتاہیوں اور گناہوں کی معافی کی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

..............................................................................

# حقوق العباد
# اور
# گناہوں کی معافی کی صورتیں

خطبۂ مسنونہ... امابعد!

## مالِ حرام سے احتیاط

حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"کل لحم نبت من مالٍ حرامٍ فالنار اولیٰ بہ"

(اتحاف السادۃ: ۵/۲۲۶، القسم الثانی فی آداب ھالۃ الاکل)

جو گوشت حرام مال سے پرورش پائے وہ جہنم میں جلنے کے ہی زیادہ لائق ہے، اسلئے حرام مال سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، ذرا سی بے احتیاطی سے حلال چیز حرام ہو جاتی ہے، گوشت حلال ہے، حلال طریقہ سے ذبح کیا ہے اس پر شراب کے کچھ قطرے پڑ جائیں حرام ہو گیا، آج بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو حرام ہیں اور ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔

## شراب کا حکم

ان میں سے ایک شراب ہے حدیث پاک میں اسکے بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب آدمی شراب پیتا ہے ایمان اس کے اندر سے نکل

جاتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف:۱۷)

## سود پر لعنت

ان میں سے ایک سود ہے آج کثرت سے لوگ اس میں مبتلا ہو رہے ہیں، حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ۔ رَوَاہُ مَسْلِمٌ۔ (مِشْکوٰۃ شَرِیف:۲۲۴)

کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے پر، دینے والے پر، اسکے لکھنے والے پر اسکی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا لعنت میں یہ سب برابر ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی شفاعت پر ہی بڑا سہارا ہے اور آنحضرت ﷺ ہی لعنت فرماویں پھر ٹھکانا کہاں ہے؟ پھر بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے اس لئے اس سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، اگر کسی سے سود لیا ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہے اور آئندہ کو نہ لینے کا عہد کریں۔

## غیبت کی حرمت

ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس سے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا خلال کرو، اس نے کہا میں نے تو گوشت نہیں کھایا،، ارشاد فرمایا تم نے فلاں شخص کا گوشت کھایا ہے، اس نے خلال کیا، گوشت کے ریزے دانتوں سے نکلے۔

معلوم ہوا کہ اس کی غیبت کی تھی، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

"وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُ کُمْ اَنْ یَاکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ" (سورۂ حجرات:۱۲)

اور کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے، کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھالے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ (بیان القرآن)

ایک شخص کو روزہ بہت لگا، اس کو روزہ پورا کرنا مشکل ہوگیا، اس کی حالت کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا گیا، ارشاد فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی غیبت کی ہے۔

غیبت کس کو کہتے ہیں؟ کسی کے بارے میں ایسی بات کہنا جو اس کو اگر معلوم ہو تو اس کو ناگوار ہو۔ (مشکوٰۃ شریف: ۴۱۲)

غیبت زبان سے بھی ہوتی ہے، قلم سے بھی ہوتی ہے، اخبار میں، اشتہار میں کسی کے بارے میں ایسی بات لکھ دینا چھاپ دینا جو اس کو ناگوار ہو یہ قلم کی غیبت ہے جو زبان کی غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے۔

## بہتان کی حرمت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت فرمایا، اگر وہ بات اس میں موجود ہو کہا تب بھی غیبت ہے، ارشاد فرمایا تب ہی تو غیبت ہے، اگر اس میں وہ (عیب) نہیں اور پھر بیان کیا جائے تو وہ بہتان ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۴۱۲)

ایک حدیث شریف میں ہے، قیامت میں جہنم کے اوپر پلصراط کو قائم کیا جائے گا اس پر لوگ گزریں گے، بہتان لگانے والے شخص کو پلصراط پر روک دیا جائیگا، فرمایا جائے گا، تم نے فلاں پر بہتان لگایا تھا، اس کا گواہ لاؤ وہ وہاں کہاں سے گواہ لائے گا، اور بعض دفعہ غیبت اشارہ سے ہوتی ہے۔ کسی نے کسی کی کوئی خوبی بیان کی یہ کہتا ہے گردن سے اشارہ کر کے جی ہاں یعنی ایسا نہیں اس کی برائی میں جانتا ہوں، یہ بھی غیبت ہے۔

اسی طرح غیبت ہاتھ کے اشارہ سے بھی ہوتی ہے، کسی کا پیٹ بڑھا ہوا ہے وہ اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے، یہ بھی غیبت ہے۔

## غیبت کی ایک قسم

اور ایک غیبت کی قسم تو ایسی ہے کہ اللہ کی پناہ کسی نے کسی کی غیبت کی کسی نے اس کو منع کیا، اس نے کہا اس میں غیبت کی کیا بات ہے یہ تو میں اس کے منہ پہ کہدوں گویا غیبت کو غیبت ہی نہیں سمجھ رہا اور اس کو جائز کہہ رہا ہے، جس چیز کو قرآن پاک نے حرام فرمایا ہے:

"وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۔ اَلْاٰيَة" (سورۂ حجرات: ۱۲)

یہ اس کو حلال کہتا ہے، اس لئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کفر لکھا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

## مفلس کون ہے؟

حدیث شریف میں ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

"مَنْ لَا دِيْنَارَ لَهُ وَلَا دِرْهَمَ لَهُ" (مشکوۃ شریف: ۴۳۵)

جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو وہ مفلس ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں بہت ساری نیکیاں لے کر آئے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہ کسی کو گالی دی ہو کسی کو ستایا ہو کسی کی غیبت کی ہو کسی کی آبروریزی کی ہو، کسی کے چپت مارا ہو، وہ سب بھی مطالبہ کرتے ہوئے آئیں گے، ایک آ کر کہے گا اے پروردگار اس نے مجھے گالیاں دی تھیں، حکم خداوندی ہوگا، اسکی اتنی نیکیاں اسکو دیدی جائیں، اتنی نیکیاں اسکو دیدی جائیں گی، اسی طرح ہر ایک آ کر کہتا رہے گا، اور اسکی نیکیاں انکو دی جاتی رہیں گی، یہاں تک کہ سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی، پھر بھی اگر حقوق والوں کے حقوق باقی رہ جائیں گے تو انکی برائیاں لیکر اسکے اوپر ڈالدی جائیں گی، اور اس کو جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔ (مشکوۃ شریف: ۴۳۵)

یہ میری امت میں سب سے زیادہ مفلس ہے۔

# زبان کی حفاظت

اس لئے زبان کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

ایک شخص حضرت رسول پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نصیحت کی درخواست کی، آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو دونوں ہاتھ سے پکڑ کر ارشاد فرمایا اس کی حفاظت کرو، ایک حدیث پاک میں ہے:

"اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ" (مشکوۃ شریف: ۴۱۳)

[اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔]

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا زبان کی باتوں پر بھی پکڑ ہوگی، ارشاد فرمایا تیری ماں تجھے رووے، انسان زبان کی کھیتی کی وجہ سے ہی زیادہ تر جہنم میں ڈالے جائیں گے، اس لئے زبان کی بہت حفاظت کی ضرورت ہے، اور سب برائیوں، گناہوں سے ہی حفاظت کی ضرورت ہے، چونکہ جنت اچھی جگہ ہے اچھے اعمال، اچھے اخلاق والے ہی اس میں جائیں گے، عیدگاہ میں جاتے ہیں، غسل کر کے، نئے کپڑے پہن کر، خوشبو لگا کر جاتے ہیں، وہاں اللہ پاک کی طرف سے انعام ملے گا، اس لئے عیدگاہ اچھی جگہ ہے، اسی طرح جنت اچھی جگہ ہے وہاں جانے کے لئے اچھا بننے کی ضرورت ہے، اچھے اعمال، اچھے اخلاق اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

انسان سے گناہ ہوجاتا ہے، گناہوں سے معافی کے لئے بہت صورتیں بنادیں۔

# وضو کی فضیلت

حدیث شریف میں ہے، بندہ وضو کرتا ہے، ہاتھ دھوتا ہے، ہاتھوں کے گناہ ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں، چہرہ دھوتا ہے چہرہ کے گناہ نکل جاتے ہیں، سر کا مسح کرتے ہیں سر کے گناہ نکل جاتے ہیں، پیر دھوتے ہیں پیر کے گناہ نکل جاتے ہیں، وضو سے فارغ

ہو کر پڑھتا ہے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو جائے۔

وضو کر کے مسجد کی طرف چلتا ہے، ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے، برائی مٹائی جاتی ہے۔

## نماز کا انتظار

مسجد میں نماز کے انتظار میں جب تک بیٹھا رہتا ہے نماز کا ثواب ہی اس کیلئے لکھا جاتا ہے، فرشتے اس کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف: ۵۸)

## نماز کی فضیلت

اعتکاف کی نیت بھی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے کر لیتا ہے، تو جب تک مسجد میں رہتا ہے، اعتکاف کا ثواب مفت میں ملتا ہے، ایک نماز سے دوسری نماز تک کچھ گناہ ہو گئے ہیں تو نماز ان کے لئے کفارہ بن جاتی ہے، نماز کی وجہ سے وہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

## روزہ کی فضیلت

باقی بعض گناہ ایسے ہیں جو روزہ رکھنے میں معاف ہوتے ہیں:

"اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ" (الحدیث) (مشکوٰۃ شریف: ۵۸)

روزہ میرے لئے ہے میری محبت کی وجہ سے رکھا میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، دوسری نیکیوں کا بدلہ فرشتوں کے ذریعہ دلوایا جائے گا، روزہ کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ عنایت فرمائیں گے، اور بعض روایت میں ہے، "اَنَا اُجْزٰی بِهٖ" میں خود اس کا بدلہ ہوں،

اللہ پاک اس کے ہو گئے پھر کیا کمی رہ گئی، کیا مر مٹنے کی چیز ہے۔

## حج کی فضیلت

بعض گناہ ایسے ہیں جو حج کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ حج کرنے سے بندہ اس طرح گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے، جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک وصاف تھا۔(مشکوٰۃ شریف: ۱۷۳)

ایک حدیث پاک میں ہے حج مبرور کی جزاء جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف: ۲۲۱)

## گناہوں کی معافی کی صورتیں

اور بعض گناہ ایسے ہیں جو کسٹم پر جب آدمی پریشان ہوتا ہے، معاف ہوتے ہیں، بعض گناہ ایسے ہیں جو بیماریوں، پریشانیوں سے معاف ہوتے ہیں، بعض گناہ ایسے ہیں جو موت کی تکلیف سے معاف ہوتے ہیں، بعض ایسے ہیں جو دنیا میں معاف ہوتے ہی نہیں قبر میں کچھ پکڑ ہوتی ہے، عذاب ہوتا ہے، اس سے معاف ہوتے ہیں، اور بعض گناہ قبر میں بھی معاف نہیں ہوتے، میدان حشر میں معاف ہوتے ہیں، بعض گناہ وہاں بھی معاف نہیں ہوتے، وہ جہنم میں جا کر معاف ہوتے ہیں، جب گناہ معاف ہو گئے پاک وصاف ہو گیا، اب جنت میں جانے کا مستحق ہوا اب اسکو جنت میں داخل کیا جاتا ہے، اگر کوئی شخص دنیا ہی سے پاک وصاف گیا تو وہ بعد کی سختیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، اور سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے، کپڑے پر جسم کا دھبہ میل ہوتا ہے، اس کو اسی اعتبار سے دھونا پڑتا ہے، بعض دھبے معمولی پانی ڈالنے سے صاف ہو جاتے ہیں، بعض کو رگڑنا پڑتا ہے، بعض دھبے پیٹرول سے صاف ہوتے ہیں، جیسا میل جیسا دھبہ ویسا ہی اس کو صاف کرنے کا طریقہ، یہی حال گناہوں کا بھی ہے۔

# پل صراط کا سفر

حدیث شریف میں ہے، پل صراط سے بعض لوگ بجلی کی طرح گذر جائیں گے، بعض گھوڑے کی طرح بعض خچر کی اور گدھے کی رفتار سے بعض پیدل تیز رفتار سے بعض آہستہ آہستہ اور بعض جہنم میں گر پڑیں گے۔ "اَللّٰھُمَّ اَحْفَظْنَا مِنْہُ"۔ (مشکوۃ شریف: ۴۹۴، ۴۹۵)

# مذمت کبر

حدیث شریف میں ہے جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہے، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (مشکوۃ شریف: ۵۳۳)

یعنی اگر اس نے توبہ نہیں کی تو جہنم میں عذاب کے ذریعہ اسکو صاف کیا جائے گا، تب جنت میں داخل کیا جائے گا، جیسے میلے کپڑے اس لائق نہیں ہوتے کہ ان کو پہن کر کسی تقریب میں جائیں پہلے دھو کر ان کو صاف کیا جاتا ہے، پھر وہ اس لائق ہوتے ہیں کہ ان کو پہن کر کسی تقریب میں جاسکیں۔

# حقوق العباد کی فکر

اسی طرح کسی کا حق اپنے ذمہ ہونا، اس کو ادا نہ کیا، نہ معافی تلافی کی تو اسکو جہنم میں سزا دی جائے گی، اسکے بعد جنت میں داخل ہونے کے لائق ہوگا کسی کے دو پیسے بھی اگر اس کے ذمہ ہیں، تو اس کے بدلہ میں سات سو مقبول نماز اس کو دلائی جائیں گی، اگر اتنی نماز نہ ہوں گی تو اس کی برائی اسی کے بقدر اسکے اوپر ڈالدی جائیں گی، اس لئے ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے پاک وصاف رکھنے کی کوشش کرتا رہے، گناہ ہو جائے فوراً توبہ کرلے، حقوق العباد ذمہ میں ہوں ان کو ادا کرے یا معافی تلافی کرالے۔

## صغیرہ وکبیرہ کی معافی

اور بعض گناہ ایسے ہیں جو عبادات سے معاف ہوجاتے ہیں، علماء اس سے صغیرہ گناہ مراد لیتے ہیں، بعض حضرات نے صغیرہ کبیرہ کی فہرست تیار کردی، پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے تفصیل لکھی ہے، کون گناہِ صغیرہ ہے اور کون گناہ کبیرہ۔

کبیرہ کے بارے میں تو لکھا ہے کہ اس کے لئے توبہ کرنا ہی ضروری ہے، اور ''حقوقُ العِبادَ'' کو ادا کرنا یا معاف کرانا ہی ضروری ہے یہ تو ضابطہ ہے یوں اللہ پاک کسی کو خصوصی فضل وکرم سے نوازے اور مراحم خسروانہ کے طور پر بلا سزا ہی بخشدے اس کا کرم ہے ،احسان ہے، صغائر کی معافی کی مختلف صورتیں ہیں، جن کو بیان کیا۔

## عشاء وفجر باجماعت کی فضیلت

ان میں یہ بھی ہے، حدیث شریف میں کہ کسی نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی ، فجر کی نماز بھی باجماعت پڑھی ، پوری رات اس کو عبادت کا ثواب ملتا رہے گا، گویا پوری رات عبادت میں گزری ۔(مشکوٰۃ شریف:۶۱)

## نماز اشراق کا ثواب

نماز فجر پڑھ کر کوئی شخص اسی جگہ بیٹھے ہوئے ذکر کرتا رہے اشراق پڑھ کر اُٹھے اسکو حج ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے، مگر جو حج فرض ہے وہ تو وہیں جا کر ادا کرنے سے ادا ہوگا۔

## بعض سورتوں کی فضیلت

کسی نے ایک مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھی ایک تہائی قرآن کے برابر ثواب مل گیا، تین دفعہ پڑھی ایک قرآن کا ثواب مل گیا۔(مشکوٰۃ شریف:۱۵۸)

ایک مرتبہ "اَلْحَمْدُ" شریف پڑھی دو تہائی قرآن پاک کا ثواب مل گیا،

ایک مرتبہ "قُلْ یَآاَیُّهَا الْکَافِرُوْن" پڑھی ایک چوتھائی قرآن پاک کا ثواب مل گیا۔ (مشکوۃ شریف: ۱۸۸)

ایک مرتبہ سورۂ زلزال پڑھی نصف قرآن کا ثواب اس کو مل جاتا ہے۔ (ایضاً: ۱۸۷)

ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھنے سے دس قرآن پاک پڑھنے کا ثواب مل جاتا ہے۔

## تیسرا کلمہ پڑھنے کی فضیلت

ایک دفعہ "سُبْحَانَ اللہ" کہتا ہے، ایک درخت جنت میں لگ جاتا ہے، ایک فعہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" پڑھتا ہے، ایک درخت جنت میں لگا دیا جاتا ہے، ایک دفعہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَاللّٰہُ اَکْبَر" پڑھتا ہے زمین آسمان کا درمیانی حصہ ثواب سے بھر جاتا ہے۔ (ایضاً: ۲۰۲)

## توبہ کی فضیلت

غرض کہ گناہوں سے معافی کی بھی بہت سی صورتیں اللہ پاک نے بتا دیں، نیکیوں کی صورتیں بھی بہت سی رکھ دیں، ضرورت ہے کہ سب گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں، جو گناہ ہو گئے ہیں ان سے توبہ کریں، حدیث شریف میں ہے: "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ" (مشکوۃ شریف: ۲۰۶)

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی گناہ اس نے کیا ہی نہیں تھا، جو گناہوں کی معافی کی صورتیں ہیں ان کو اختیار کریں، جو نیکیوں کے طریقے ہیں، ان کو اختیار کریں، اللہ پاک آپ کو بھی عمل کی توفیق دے مجھ کو بھی توفیق دے۔ فقط

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

❑❑❑

# حفاظت ایمان

یہ بیان شہر جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ)
میں نماز جمعہ سے قبل ہوا۔
نماز جمعہ سے قبل چونکہ وقت مختصر ہوتا
ہے اسلئے بیان بھی مختصر ہے۔

..........

# حفاظت ایمان

خطبۂ مسنونہ...........امابعد!

## منافق کی علامتیں

حدیث شریف میں ہے:

"علَامَةُ الْمُنَافِقِ اَرْبَعٌ اِذَاحَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَاخَاصَمَ فَجَرَوَاِذَااُوْتُمِنَ خَانَ" (مشکوٰۃ شریف:۱۷)

منافق کی چار علامتیں ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے پورا نہ کرے، جب کسی سے جھگڑا ہو بیہودہ بکے، جب اس کو کوئی امانت سپرد کی جائے اس میں خیانت کرے۔

جس میں یہ چار علامتیں موجود ہوں، وہ پکا منافق ہے اور اگر ایک علامت ہو تو ایک درجہ کا نفاق ہے، دو علامتیں ہوں تو دو درجہ کا اس میں نفاق ہے (دو تہائی نفاق دو تہائی ایمان) اگر تین علامتیں ہوں تو تین حصے نفاق ایک حصہ ایمان ہر شخص اپنے ایمان کی جانچ کرلے کس درجہ ایمان ہے، دوسروں کے بتانے کی ضرورت نہیں، خود انسان فیصلہ کرسکتا ہے۔

..............................................................

## اپنے اندر غور کرنے کی ضرورت ہے

اپنی حالت سے انسان دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ واقف ہوتا ہے، قرآن شریف میں ہے:

"بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ" (سورۃ القیامۃ:۱۴)

انسان اپنے نفس سے زیادہ باخبر ہوتا ہے۔

اس لئے اپنے اندر غور کرے، اور جو نفاق کی نشانی پائی جاتی ہو اس کو دور کرے۔

یہ نہیں کہ دوسروں کے پیچھے پڑے کہ تیرے اندر یہ نفاق کی علامت ہے، یہ علامت ہے یا فلاں منافق ہے، اب کسی کو منافق کہنے کا حق نہیں البتہ اپنے اندر ضرور غور کرنے کی ضرورت ہے۔

## حفاظت ایمان کی ضرورت

چونکہ ایمان انسان کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہے، اس کے سامنے دونوں جہاں کی سلطنت کی کوئی قدر وقیمت نہیں، ایمان اگر ہے، تو سب کچھ ہے ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں، جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے، اتنی ہی اس کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔

آج ہم اپنے مکانوں کی صفائی کا تو خیال کرتے ہیں، ان کو طرح طرح سجاتے ہیں اس پر روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں، اور دکانوں کو صاف رکھتے ہیں، اپنے کپڑوں کو صاف رکھتے ہیں، روزانہ کپڑے بدلتے ہیں، ذرا سا دھبہ لگ جائے تو برداشت نہیں ہوتا، بدن کو بھی صاف رکھتے ہیں، روزانہ غسل کرتے ہیں، صابن لگاتے ہیں، خوشبو استعمال کرتے

ہیں، غرضکہ اپنی ہر چیز کی حفاظت اور اس کی صفائی کی کوشش کرتے ہیں مگر ایمان جیسی دولت کیا اس کی صفائی کی ضرورت نہیں، آج ہم کو اس کی حفاظت اور اس کی صفائی ستھرائی کا خیال نہیں۔

## غور کرنے کی ضرورت

ہم غور کریں، جب بات کرتے ہیں، جھوٹ تو نہیں بولتے وعدہ کیا کسی چیز کا اس کے خلاف تو نہیں کرتے کسی کا قرض ہے، اس کے ادا کرنے کا وعدہ کیا فلاں وقت ادا کریں گے، اس کے خلاف تو نہیں کرتے، ایک تو یہ ہے کہ انسان نے وعدہ کیا اس کو پورا کرنے کی کوشش کی مگر موقع نہ ہوسکا اب تو وہ معذور ہے، انشاء اللہ اس کی پکڑ نہیں لیکن انتظام ہے پورا کرسکتے ہیں پھر وعدہ پورا نہیں کرتے، یا جب وعدہ کررہے ہیں، تب ہی اس کو پورا کرنے کی نیت نہیں یہ نفاق ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے، کسی سے جھگڑا ہوجائے تو گالی گلوچ تو نہیں بکتے، حدیث شریف میں ہے جب بندہ گالی دیتا ہے، اسکے منہ سے ایسی بدبو آتی ہے کہ اسکی وجہ سے فرشتے کئی کئی میل دور بھاگ جاتے ہیں کوئی امانت ہمارے حوالے کردے، اس میں خیانت تو نہیں کرتے کسی کا حق ہمارے ذمہ واجب ہے اس کا ادا نہ کرنا یہ بھی امانت میں خیانت ہے اسکو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کسی کی حق تلفی تو ہم نہیں کرتے، والدین کی، بیوی بچوں کی، پڑوسیوں کی، امام کی، استاد کی کسی کی حق تلفی تو نہیں کرتے، جس کا جو حق ہے ادا کرتے ہیں، اسی طرح جو نعمتیں اللہ پاک نے انسان کو عطا فرما رکھی ہیں، ان کو اللہ پاک کی نافرمانیوں میں استعمال کرنا یہ ان نعمتوں کی حق تلفی ہے، امانت میں خیانت ہے یہ سوچنے کی ضرورت ہے جو کوتاہی ہو اسکو دور کریں، توبہ کریں جن چیزوں سے ایمان میں قوت آتی ہے، روشنی آتی ہے، اعمال نماز،

تلاوت اللہ کا ذکر، استغفار ان کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں، جو نفاق کی نشانیاں ہیں، اور ہر قسم کے گناہ ان سب سے اپنے ایمان کی حفاظت کریں، اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے، مجھے کو بھی توفیق دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

..............................................................................................

# دنیا میں مسافر کی طرح رہو

یہ بیان جنوبی افریقہ میں ہوا۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصیحت فرمائی ہے۔ یہ نصیحت انتہائی جامع ومانع ہے۔ اس پر عمل کرنا دنیا کے تمام فتنوں کا علاج ہے۔

اس بیان میں بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض حضرات مشائخ کا طرز زندگی بھی بیان فرمایا ہے۔ جو بعد والوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

.........................................................................

# دنیا میں مسافر کی طرح رہو

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصیحت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعضے حصے کو پکڑا اور فرمایا او عمر کے بیٹے! دنیا میں اس طرح سے رہو جیسے مسافر، بلکہ اس طرح سے رہو جیسے کوئی راستہ پار کرنے والا ہو۔ (بخاری شریف: ۲/۵۴۹)

## انداز نصیحت اور اس کی حکمت

دوسری روایت میں موجود ہے کندھے کو پکڑ کر ذرا ہلایا بھی اور فرمایا او عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے! مقصود زیادہ متوجہ کرنا تھا، کوئی فکر ہو دماغ پر کسی سوچ میں ہو تو ختم ہو جائے اور پورے طور سے دماغ حاضر ہو جائے بات سننے کیلئے اولاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی اتنی وقعت تھی کہ ساری چیزیں ایک طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی چیزیں ایک طرف پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیکر آواز دی اگر کوئی خیال کسی قسم کا ہوگا بھی تو وہ بھی ختم ہو گیا ہوگا۔

پھر پکڑ کر کندھے کو ہلایا بھی تاکہ نفس کا کوئی اثر اندر باقی نہ رہے نہ ادھر اُدھر کا کوئی خیال باقی رہے، پورے طور سے دماغ سب چیزوں سے فارغ ہو کر سننے کو تیار ہو جائے، ان

کو فرمایا اور دنیا میں اس طرح سے رہو جس طرح سے مسافر۔

## مسافر کی حالت

مسافر آدمی کسی اجنبی شہر میں پہونچ جاتا ہے، جہاں کی زبان سے بھی ناواقف وہاں کے قانون سے بھی ناواقف، وہاں کسی آدمی کو بھی نہیں جانتا بالکل اجنبی ہے، جیسے ایک شخص ہندوستان سے آئے آپ کے یہاں (افریقہ) جو حبشی لوگ ہیں ان کے یہاں پہنچ جائے، کسی کی زبان نہیں جانتا، نہ کہیں ٹھہرنے کو جگہ نہ کسی سے اپنی بات کہہ سکے۔

## حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عزیز کا واقعہ

جس طرح ایک دفعہ میرے ایک عزیز کہتے تھے کہ میں قسطنطنیہ گیا ترکی کے علاقہ میں وہاں مجھے بھوک لگی کوئی میری زبان سمجھنے والا نہیں، میں اپنی بات کس سے کہوں، کہ مجھے کچھ کھانے کو چاہئے، یوں بات کرتا ہوں تو میرا منہ کھول کے دیکھنے لگیں کہ کیا بات کہہ رہا ہے یہ، میں نے پیٹ پہ ہاتھ رکھا پھر ایک شخص آیا ہنستا ہوا، اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے گیا، اور لیجا کر ایک جگہ کھڑا کر دیا، معلوم ہوا وہ بیت الخلاء ہے، وہ سمجھا استنجاء کا تقاضہ ہے، اسلئے بیت الخلاء لے گیا، جب ناواقف ہوں گے، تو یہی حال ہوگا، یہ کچھ کہیں گے، اس لئے فرماتے ہیں:

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْب"

[دنیا میں مسافر کی طرح رہو۔]

جیسے مسافر آدمی ہو کسی اجنبی جگہ پر پہنچ جائے اس کو کسی پر اعتماد نہیں، کوئی شناسا کہیں کوئی سہارا ٹھکانا نہیں اسی طریقہ پر دنیا میں رہنا، جس غرض سے آدمی اس شہر میں گیا ہے، وہ غرض جلدی سے جلدی پوری کر کے واپس آجائے اسی طریقہ سے اصل گھر ہے آخرت، دنیا

ایک اجنبی جگہ ہے وطن اصلی (جنت) سے آدمی کو یہاں بھیجا ہے۔

جن مقاصد کے لئے بھیجا ہے ان ذمہ داریوں کو اسی طریقہ پر پورا کرے اور اپنے گھر واپس ہو جائے، یہاں رہتے رہتے سوچتا رہے دیکھتا رہے کہ میرے سر جو ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں، ان کو میں نے کس حد تک پورا کیا ہے، جس حد تک پورا کیا ہے، اس پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے، جتنی کوتاہی ہوئی ان کوتاہی کی معافی مانگے آگے کو توفیق طلب کرتا رہے، باقی جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں، ان کے پورا کرنے کی تدبیریں بتادی ہیں یہ نہیں کہ بے یارومددگار چھوڑ دیا ہو بلکہ پوری کرنے کے طریقے بتادیئے ہیں ہر چیز کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بار بار مختلف قسم کی نصیحتیں فرمائیں۔

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بعد کے لئے شوریٰ کا انتخاب اور حکمت عملی

ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ دیکھو عمر کے بیٹے! کوئی عہدہ قبول نہ کرنا، عہدہ قبول نہ کرنا، چنانچہ انہوں نے کبھی قبول نہ کیا یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات سے مایوس ہو کر لوگوں کے کہنے اور درخواست کرنے پر ایک شوری مقرر کردی تھی، بعضے آدمیوں نے آکر عرض کیا کہ حضرت آپ کی حالت ایسی ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ کسی کو اپنا ولی عہد یا خلیفہ بنادیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوں فلاں فلاں نے بھیجا ہوگا، انہوں نے کہا جی فلاں شخص نے فلاں کا نام بتایا ہوگا، کہ اسے بتادو فلاں شخص نے فلاں کا نام بتایا ہوگا، کہ اسے بتادو، کہا جی سب کچھ بتادو یا انداز کرلیا، خیر چھ آدمی مقرر کردیئے تھے کہ ان چھ میں سے کسی ایک کو چن لیا جائے گا۔

اور یہ چھ آپس میں خود چن لیں گے، ساتواں ان میں سے اپنے بیٹے حضرت

عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی تجویز کیا اور فرمادیا کہ شوریٰ میں مشورہ میں یہ شریک رہیں گے لیکن ان کو چنا نہیں جائیگا، اپنے بیٹے کو شروع سے انکار کردیا تھا، کہ یہ ولیعہد اور خلیفہ نہیں ہوں گے، ان کو نہیں چنا جائیگا، ہاں مشورہ میں شریک رہیں گے، چنانچہ ارکانِ شوریٰ سات تھے اور جن میں چنا جائیگا، وہ چھ تھے، نیز پہلے سے انتظام فرمادیا۔

## اصحابِ شوریٰ کی نگرانی کے لئے ایک جماعت کو مقرر فرمانا

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا میرے انتقال کے بعد امید یہ ہے کہ یہ حضرات کہیں جمع ہوں گے مشورہ کرنے کے لئے، اب میرا خیال یہ ہے کہ فلاں مکان میں جمع ہوں گے، تم اتنی بڑی تعداد لیکر جانا انصار میں اور اس مکان کا محاصرہ کرلینا۔

دیکھو! ان سات کے علاوہ کسی اور کو یہاں داخل نہ ہونے دینا تو شوریٰ کا جو اجلاس ہوا تھا، اس پہرے کے ساتھ ہوا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ چننے کے لئے اور یہ فرمایا تھا کہ اگر پہلے روز یہ لوگ کسی کو طے نہ کر پائیں تو اگلے روز پھر جمع ہوں گے، پھر جمع ہوں گے تو پھر اسی طرح سے جانا، اور اگر دوسرے روز بھی طے نہ کر پائیں تو تیسرے روز پھر اسی طرح سے جانا اور تیسرے روز انکو کہنا کہ اب یہاں سے نکلنے کی اجازت نہیں بغیر انتخاب کئے طے کر کے نکلئے غرض اپنے بعد کیلئے پورا انتظام فرمادیا تھا، چونکہ آئندہ چل کر حضرت عبداللہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کسی اور رنگ میں ہونے کا بھی اندیشہ تھا، اسلئے پہلے ہی فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات میں ایک خلیفہ زادے بہت بڑے امیر المؤمنین کے بیٹے ایسا نہ ہو کہ اس ماحول سے مت اثر ہو کر کسی قسم کا کچھ تغیر پیدا ہو جائے اسلئے فرماتے ہیں:

"کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ" (الحديث)

یعنی اس طرح سے رہو جیسا کہ غریب مسافر اجنبی شخص جس کی کسی سے جان پہچان

نہیں کسی پر اس کو اعتماد نہیں، اعتماد نہ ہونیکا یہ مطلب نہیں کہ سب کو آدمی اپنا دشمن سمجھے۔

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نصیحت

مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص جو آخرت میں نجات کرانیکی ذمہ داری لینے والا ہو، جس پر بھروسہ کر کے آدمی اپنی زندگی گزار دے یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ مجھے بخشوائیگا، یہ بات نہیں ہونی چاہئے، کسی کے ساتھ اس واسطے کہ اپنا ہی کیا ہوا، کام آئیگا، کسی کے تعلقات پر بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں اگر ٹھیک ہوتا تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت نہ فرماتے ان کو فرمایا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا! اس خیال میں مت رہنا کہ نبی کی بیٹی ہوں اس دنیا میں جو کچھ تجھے روپے پیسے لینا ہے لے لے اور آخرت میں اپنا کیا ہوا کام آئیگا، اپنا عمل کام آویگا۔

اصل اس مضمون کو ذہن نشین کرانا تھا اسلئے فرماتے ہیں:

"کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ"

[دنیا میں ایک پردیسی مسافر کی طرح رہو۔]

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس میں داخلہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس وقت تشریف بیت المقدس لے گئے ہیں، جہاد کا موقعہ تھا وہاں کے لوگوں نے دروازہ بند کر لیا اور پھر یہ کہا کہ اپنے امیر المؤمنین کو بلاؤ یہودی لوگ خوب پہچانتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، ان کی کتابوں میں حالات لکھے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے ہیں، اس طرح کہ ایک غلام کو ساتھ لیا ہے، اونٹ پر سوار ہیں غلام اس کی نکیل پکڑے ہوئے ایک منزل چلتے ہیں، ایک منزل پر پہنچ کر اونٹ سے خود اتر جاتے ہیں غلام کو سوار کرا دیتے ہیں، خود نکیل پکڑ کر چلتے ہیں، یہ امیر المؤمنین کا حال ہے وہ

امیر المؤمنین جن کے دبدبہ سے دنیا کانپتی تھی، اس طریقہ پر مساوات کا معاملہ کرنیوالے تھے غلاموں کے ساتھ خاص طور پر نبی کریم ﷺ نے خیر خواہی کی وصیت فرمائی:

"مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" (سورۂ مؤمنون: ۶)

[سوائے ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں آ چکی ہوں۔]

تمہارے ماتحت جو غلام ہیں ان کا لحاظ رکھو، طاقت سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالو، ہر چیز میں رعایت کرنیکا حکم فرمایا یہ اس شان کے ساتھ میں گئے جب وہاں اطلاع ہوئی کہ امیر المؤمنین آ رہے ہیں، تو جو امراء عساکر تھے لشکروں کے امیر تھے، متعدد حضرات وہاں سے آئے آگے چل کر استقبال کرنے کیلئے، یہ تقدیر الٰہی دیکھئے کہ جس وقت بیت المقدس میں داخل ہونیکا وقت آتا تھا، اس وقت میں باری تھی غلام کے سوار ہونیکی اور حضرت عمرؓ کے نکیل پکڑ کر چلنے کی، ان حضرات نے آگر ملاقات کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ آپ سوار ہو جائیے، انہوں نے فرمایا نہیں میرے سوار ہونیکی باری نہیں غلام کے سوار ہونے کی باری ہے ورنہ تو زیادتی ہو جائیگی، اگر میں سوار ہو گیا، لہٰذا میں تو اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلوں گا، انہوں نے کہا غلام کو دوسرے اونٹ پر سوار کر دیا جائے گا، آپ اس کی فکر نہ کریں، فرمایا کہ نہیں جس وقت میں سوار تھا، غلام پیدل چلا تھا، جب غلام سوار ہو گا تو میں پیدل چلوں گا، پھر کہا گیا ذرا کپڑے بدل لیجئے بس اس پر تیور بدل گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غصہ سے، فرمایا ایسی باتیں کرتے ہو کیا ہمارے لئے شرف ان کپڑوں اور لباس میں ہے ہمارا شرف اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے لباس نہیں۔

تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، جس کرتے میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے وہ کرتہ پہنے ہوئے تھے، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو، یہودی نے جب دیکھا بیت المقدس کا دروازہ فوراً کھولدیا۔

ان کی کتابوں میں موجود تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی ایسی حالت میں

آئیں گے غلام سوار ہوگا، اور یہ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے ہوں گے اور کرتے میں چودہ پیوند ہوں گے۔

تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اے عمرؓ کے بیٹے! ایک وقت ایسا آئیگا، کہ تیرا باپ امیر المؤمنین ہوگا، خلیفہ ہوگا، اور کرتے میں چودہ پیوند ہوں گے، اونٹ کے نکیل پکڑ کر غلام اس پر سوار کرائے ہوئے بیت المقدس کو فتح کرنے کیلئے جائیگا۔

یہ سب حالات سامنے آجائیں ایسے کا بیٹا ہے لہٰذا دنیا میں اجنبی اور مسافر کی طرح سے رہنا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دو یہودی جارہے تھے راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے یہ وہ شخص ہے جو ہم سب کو جزیرۃ العرب سے نکالے گا، آپس میں مشورہ کرکے ان کے پاس آئے اور کہا ایک وقت ایسا آئیگا، کہ آپ یہاں کے بادشاہ ہوجائیں گے، آپ اس وقت کیلئے ہمیں امن دیدیں اور ایک تحریر اس کی لکھدیں ہمیں یہاں سے نہ نکالیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے میں اور عرب کی بادشاہت اونٹوں کا چرانے والا میرا کیا تعلق بادشاہت سے، کہا کہ نہیں نہیں آپ لکھدیں، وہ زمانہ چارسوبیس کا تو تھا نہیں، جانتے نہیں تھے چارسوبیس کیا چیز ہوتی ہے، بہر حال ایک پرچہ لکھدیا اس کے بعد پھر حضرت نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی ہے سب کو معلوم ہی ہے، حضور اقدس ﷺ کا زمانہ نبوت گذرا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور گذرا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا، اور انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کیا۔

"اخرجو الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب"

(کنز العمال: ۳۸۲/۴، حدیث نمبر: ۱۱۰۱۵)

حضرت نبی اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی جس وقت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نامہ بھیجا ہے اس وقت میں وہ دونوں آئے اور بتلایا آپ نے ہمیں یہ لکھ کر دیا تھا، اتنا پہچانتے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔

بہر حال بیت المقدس تو فتح ہوگیا تھا۔

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نصیحت پر عمل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا بڑا اہتمام کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی اس نصیحت پر عمل کریں، لہٰذا ہمیشہ ہر عہدہ سے الگ رہے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا بچے ہوئے رہے تنہائی پسند تھے، یہاں تک کہ فتنوں کے دور میں بھی یہ کسی فتنہ کی جماعت میں شریک نہیں رہے، علیحدہ رہے۔

## فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کا سفر

عمرہ کرنے کیلئے چلے ہیں، مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں تو ہنگامہ برپا ہے جبل ابی قبیس پر منجنیق قائم کر کے بیت اللہ پر گولہ باری کی جارہی ہے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے کیلئے لوگوں نے منع کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہ آپ ایسی حالت میں نہ جائیے حالات اچھے نہیں ہیں، انہوں نے کہا کیوں حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے تھے، راستے میں روک لئے گئے تھے، دشمنوں نے روک لیا تھا نہیں جانے دیا تھا، اگر میرے ساتھ اس قسم کا معاملہ پیش آیا تو جو چیز حضور اقدس ﷺ نے کی تھی وہ میں بھی کرونگا اور اس کے ساتھ ساتھ حج کیلئے بھی نیت فرمالی دونوں کریں گے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کے الفاظ بہت مختصر ہوتے ہیں، اور بہت جامع ہوتے ہیں:

..............................

"کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْب"

[دنیا میں پردیسی مسافر کی طرح رہو۔]

گویا کہ مسافر ہو یہ گھر اپنا گھر نہیں ہے۔

## اسٹیشن پر مسافر کا حال

جیسے مسافر آدمی کسی ریل کے اسٹیشن پر پہنچتا ہے، گاڑی میں سوار ہونا ہے گاڑی میں کچھ دیر ابھی باقی ہے، اب تھوڑا سا وقت اسکو گزارنا ہے، وہاں وہ نہیں فکر کرتا ہے کہ مکان بنالے اسٹیشن پر نہیں فکر کرتا کہ کوئی ہوٹل خرید لے، کوئی دکان لگالے، نیچے بیٹھنے کو جگہ مل جائے کرسی پر مل جائے تھوڑی سی دیر ہی کی تو بات ہے، جو چیز بھی طبیعت کے خلاف ہو اس کو برداشت کرلیتا ہے، یہ کہہ کر کہ ذرا سی دیر کی بات ہے زیادہ وقت تھوڑے ہی گزارنا ہے، یہاں برداشت کرلیتا ہے، اسی طریقہ سے یہ جو دنیا میں ناگوار چیزیں پیش آتی ہیں، خلاف طبیعت چیزیں پیش آتی ہیں، ان کو برداشت کرلے یہ سوچتے ہوئے کہ یہ تو مسافر خانہ ہے تھوڑی دیر ٹھہرنا ہے، یہاں سے چلنا ہے اصل گھر وہ ہے اس کی فکر کرنی چاہئے۔

## آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے

ایک روایت میں موجود ہے کہ دنیا میں جتنے دنوں تک رہنا ہے یہاں کیلئے اتنا عمل کرلو، اور آخرت میں جتنے دنوں تک رہنا ہے اتنا وہاں کے لئے عمل کرلو، آدمی انداز کرلے کہ اس دنیا میں زندگی کتنی ہے، آخرت کی زندگی کتنی ہے، آخرت کی زندگی کا تو حال معلوم ہے کہ وہ ختم ہونیوالی نہیں وہاں موت آنیوالی نہیں۔

موت کو کھڑا کر کے اہل جنت کو بتلایا جائے گا، آواز دیکر کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہاں صاحب خوب پہچانتے ہیں، ہر ایک کو واسطہ پڑا، اہل دوزخ سے کہا جائیگا، کہ اسے پہچانتے

ہو؟ کہیں گے ہاں خوب پہچانتے ہیں، وہاں ذبح کر دیا جائیگا، موت کو اور کہا جائیگا۔

"لَا مَوْتَ فِيْهَا اَبَدًا" (ابن ماجه: ۱ ۳۲، ابواب الزهد باب صفة النار)

آج کے بعد موت نہیں، وہاں موت نہیں۔

لہٰذا آخرت کی زندگی کے ختم ہونیکا کوئی سوال ہی نہیں، اور اتنی طویل زندگی ہے اس کی انتہاء نہیں، البتہ دنیا کی زندگی کا انداز ہوتا ہے عامۃً ساٹھ ستر سال کی عمر اور کچھ آگے بھی ہو جاتی ہے، بہر حال ایک وقت ہے اس وقت تک گویا زندگی گزارنی ہے، اس دنیا میں جتنی مدت رہنا ہے، اس کے مطابق وہاں کیلئے کوشش کرلے اس لئے فرمایا:

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ"

دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ اجنبی مسافر رہتا ہے، چیز اگر اپنے پاس سے چلی جائے اس کی فکر نہ کرے۔

## دنیا کی ہر چیز فانی ہے

اس واسطے کہ تھوڑا سا وقت ہی ہے یہاں رہنے کا پھر ابھی چلے جائیں گے، چلی گئی کیا مضائقہ جانے دو جہاں مستقلا رہنا ہے وہاں کی فکر چاہئے یہاں انسان کے بدن میں جو چیزیں ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ سب چلی جاتی ہیں، آنکھیں بھی چلی جاتی ہیں، کان بھی چلے جاتے ہیں، زبان بھی چلی جاتی ہے، پیٹ کا معدہ بھی جواب دے دیتا ہے، یہ قویٰ آہستہ آہستہ اس دنیا میں رہتے رہتے ختم ہو جاتے ہیں، حتی کے انسان دنیا سے جاتا ہے، تو بدن میں سے کوئی بھی چیز اپنے ساتھ نہیں لیجاتا، اور یہ سب چیزیں یہی ہیں جو پرانی رہ جاتی ہیں اور یہ بیکار ہو کے رہ جاتے ہیں، حتی کہ یہ جسم اس قابل نہیں رہتا کہ اس کو اپنے گھر میں رکھا جائے، حتی کہ اس سے تعلق ومحبت رکھنے والے لوگوں کی طبیعتوں میں ہیبت پیدا ہو جاتی ہے اس سے اگر کسی جگہ لاش رکھی ہو تو تنہا گھر والوں کو بھی جانا مشکل ہوتا ہے، ڈر لگنے لگتا ہے،

یہ کیفیت ہے لہٰذا یہ جسم بھی اجنبی ہے یہ اعضاء یہ قویٰ بھی اجنبی ہیں، یہاں کا مکان بھی اجنبی ہے یہاں کی دکان بھی اجنبی ہے، یہاں کی زمین بھی اجنبی ہے یہاں کا لباس بھی اجنبی ہے، سب چیزیں اجنبی ہیں، غیر ہیں باقی رہنے والی نہیں ہیں، یہ عنقریب چھوٹنے والی ہیں۔

جو کچھ حدیث پاک میں موجود ہے:

"أَحبِبْ من شئت فانك مفارقة"

(العلل المتناهية لابن الجوزی: ۴۰۳/۲)

جس چیز کو تم چاہو محبت کرلو آخر انجام یہ ہے کہ اس کو چھوڑنا ہے اس سے جدائیگی اختیار کرنی ہے یہاں کی جو بھی چیز ہے اس سے جدائیگی ہے کوئی بھی ساتھ جانیوالی نہیں ہاں اعمال صالحہ ہی ساتھ جائیں گے، وہ انسان کے خود کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

اسی حدیث میں دوسرا ٹکڑا ارشاد فرمایا ہے:

"أَوْ عَابِرِیْ سَبِيْلٍ"

یا ایسا جیسے کہ راستہ پار کرنے والا، او بمعنی بل بلکہ اس طرح سے زندگی گزارو جیسے راستہ پار کرنیوالا ہو، آدمی کو ایک مسافت طے کرنی ہے، راستہ میں کوئی بات کرنیوالا مل جاتا ہے، کوئی کھیل تماشہ کی چیز مل جاتی ہے، دل کو لبھانیوالی چیز کوئی مل جاتی ہے، سمجھدار آدمی ان چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، جہاں تک ہو سکے اپنی منزل جلدی طے کرنی چاہئے، اور زیادہ اس کا منظر دیکھنے کے لئے ریل گاڑی دیکھئے لائن ہے ٹرین کی اسکا پھاٹک ہے، اِدھر پھاٹک ہے اُدھر پھاٹک ہے، گاڑی کے آنے کا جب وقت ہوتا ہے تو پھاٹک بند کر دیا جاتا ہے، اِدھر موٹریں، رکشہ، تانگے، پیدل مختلف قسم کی سواریاں رکی ہوئی ہیں، اُدھر بھی رکی ہوئی ہیں، سب اس انتظار میں ہیں کہ گاڑی گزر جائے گی پھاٹک کھلے گا، تو ہم گزریں گے یہاں سے، جس وقت پھاٹک کھلتا ہے، اس وقت میں ایکدم سب چلتے ہیں، پس وہ وقت ایسا ہوتا ہے بہت ہی سنبھل کر چلنے کا، ہر ایک کو اسکی فکر ہے کہ میں جلدی سے

جلدی راستہ پار کر جاؤں، اور ساتھ ساتھ یہ بھی فکر ہے، کہ اُدھر سے بھی گاڑیاں آ رہی ہیں، اِدھر سے بھی گاڑیاں جا رہی ہیں ٹکر نہ لگ جائے ٹھوکر نہ لگ جائے ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے، کوئی گر نہ جائے، خود نہ گر جائے، بہت احتیاط سے بچ کر جلدی سے جلدی یہاں سے گزر جائیگا آدمی، اس کی کوشش کرتا ہے۔

فرماتے ہیں: "اَوْ عَابِرِیْ سَبِیْلٍ"

کہ جس طرح سے راستہ پار کرنے والا ہوتا ہے، اس طریقہ پر زندگی گزارو دنیا کا رہنا یہ عیش و راحت کیلئے نہیں، عیش و راحت تو کسی اور مقام پر ہے، آج یہاں کام کرلو تو انشاء اللہ تعالیٰ آگے کو بس راحت ملے گی، لیکن انسان چونکہ کمزور واقع ہوا ہے، مسلسل کام کرتا رہے تھک جائے گا، قویٰ جواب دیدینگے اس لئے اعتدال کی ضرورت ہے کہ جتنا برداشت ہو سکے اتنا کام کرے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ دنیا عیش و آرام کی جگہ ہے۔

## اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرو

آگے فرماتے ہیں: "وَعُدَّ نَفْسَكَ فِیْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ"

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۱۸/۱۲، طبعۃ العراق)

اور اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرو، آدمی جیسے قبر کے اندر ہوتا ہے، دنیا سے چلا گیا، اپنے آپ کو ایسا سمجھو، جب آدمی قبر میں چلا گیا تو دنیا کے تقاضے سارے کے سارے ختم ہو گئے، اب کوئی تقاضہ باقی نہیں رہا جو تقاضے دنیا کے ہوا کرتے تھے، وہ سارے کے سارے ختم ہو گئے اور قبر والے کا تو حال یہ ہے کہ کوئی گیا گذرا بھی گذرے اس پر تو اسے کوئی پرواہ نہیں وہ کسی سے کوئی انتقام نہیں لیتا، قبر والے کو گالی دی جائے اس کے خلاف مضامین لکھے جائیں کوئی جواب نہیں دیتا، کوئی انتقام نہیں لیتا، تو فرماتے ہیں:

"وَعُدَّ نَفْسَكَ فِیْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ"

اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کرو، لہٰذا کسی سے کوئی انتقام نہ لو جو تمہاری حق تلفی کرے، کسی سے کوئی بدلہ نہ لو بلکہ جس طرح سے آدمی قبر میں ہوتا ہے، اسی طریقہ پر رہو، مشائخ و بزرگان دین اس کی مشق بھی کرتے تھے۔

## حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے ان کا ملفوظ ہے وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے تیس برس تک مشائخ کی خدمت کی ہے، کچھ مدت ایک کی، کچھ مدت دوسرے کی، کچھ مدت تیسرے کی، تیس سال اسی میں گزرے ہیں، اور پھر اسکی وجہ سے تیس سال گزر گئے، ریاضت ومجاہدہ کرتے ہوئے اور اب فنائے تام حاصل ہوئی ہے، اپنے آپ کو مردہ تصور کرتا ہوں، کوئی شخص میرے پاس آتا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ میری قبر پہ آیا ہے، کوئی شخص سلام کرتا ہے، دوسرے کا سلام پہنچاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میری قبر پر کھڑا ہو کر مجھ کو سلام کر رہا ہے، پھر سوچتا ہوں کہ کبھی شاید میں زندہ ہوں، اور جب فنائے تام حاصل ہو جائے، آدمی کو تو سارے جھگڑے دنیا کے ختم سارے تقاضے ختم سارے عیش ختم، اور انسان بہت ہی ایک اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے، اس لئے فرماتے ہیں:

"وَعُدَّ نَفْسَكَ فِيْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ" (حوالہ بالا)

اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو، اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں بڑی عجیب نصیحتیں ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انکے اوپر عمل کیا پورے طور پر عمل کیا یہاں تک کہ تاریخ کی سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس وقت مدینہ طیبہ میں یزید کی حکومت ہوئی اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے خطبہ دیا، جو بخاری شریف میں مذکور ہے، کہ یزید اچھا آدمی نہیں ہے، ہم نے جو بیعت کی ہے وہ بیعت فسخ کرنے کیلئے نہیں کی، مقابلہ کرنے کے لئے لڑنے کے لئے نہیں کی خاموشی کے ساتھ صبر کرنے کیلئے۔

## حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر

صبر ایک عجیب دولت ہے، انبیاء علیہم السلام کے جو اوصاف قرآن کریم میں مذکور ہیں ان میں بہت بڑا وصف صبر ہے، صبر کرنیوالے تھے حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے ساتھ تو صابر لگا ہوا ہے:

"اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ" (سورۂ ص: ۴۴)

ہم نے اسکو پایا جھیلنے والا بہت خوب بندہ، تحقیق وہ ہے رجوع رہنے والا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

بہت اچھے بندے اللہ کی طرف متوجہ ہونیوالے، لکھا ہے کہ بیمار ہوئے اور بہت سخت بیمار ہوئے، دیر تک بیماری کا سلسلہ رہا جب صحت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا، ایوب! پہلے خوش تھے یا اب خوش ہو، بیماری کی حالت میں خوش تھے، یا تندرستی کی حالت میں خوش ہو؟ انہوں نے جواب دیا جب میں بیمار تھا تو صبح صبح ایک آواز آتی تھی، کہ ایوبؑ کیسی طبیعت ہے؟ اس آواز سے اتنی مسرت ہوتی تھی، کہ دن بھر تکلیف کا احساس نہیں ہوتا تھا، جب شام ہوتی تھی، تو پھر ایک آواز آتی تھی، کہ ایوب کیسی طبیعت ہے؟ اس آواز کی اتنی مسرت ہوتی تھی، کہ رات بھر کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا تھا، جب سے وہ بیماری ختم ہوئی تکلیف تو ختم ہوگئی لیکن وہ آواز آنی بند ہوگئی۔

بھئی! عیادت تو بیمار کی کیجاتی ہے، تندرست کی تھوڑے ہی کیجاتی ہے، اس طرح سے انبیاء کو آزمایا گیا ہے، آرے سے چیرا گیا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بڑی سخت سخت مشقتیں پیش آئی۔

## پرسکون زندگی کا نسخہ

اس لئے آدمی اس دنیا میں اگر راحت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے، تو

اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے حقوق کو ختم کر دے، یوں سمجھے کہ میرا کوئی حق کسی پر نہیں، اگر کسی شخص نے کچھ حق ادا کیا تو اس کا احسان سمجھو، اس نے مجھ پر احسان کیا نہ یہ کہ میرا کوئی حق واجب تھا، اس کے ذمے، جب دوسرے کا احسان سمجھے گا تو انشاء اللہ ہر ایک کے ساتھ میں خوش رہے گا۔

## اچھے برے خیالات کی مثال

مولانا روم فرماتے ہیں لوگوں کی طرف سے اپنے ذہن میں اچھے خیالات کا ہونا ایسا ہے جیسا کہ پھول ہے چمن ہے خوشبودار پھول لگے ہوئے ہیں، آدمی جس کو دیکھتا ہے اس کی طرف خیالات اچھے ہیں کہ بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ چمن میں کھڑا ہوا ہے، پھول سامنے ہے، آنکھیں بھی خوش ہو رہی ہیں، دماغ بھی خوش ہو رہا ہے، ناک کو بھی راحت مل رہی ہے، اور برے خیالات دوسروں کی طرف سے قائم ہونا ایسا ہے جیسے سانپ بچھو، آدمی دوسرے کے بارے میں برے خیالات کرتا ہے، تو جب جب تصور آتا ہے، تو سانپ تو سانپ کا تصور آیا بچھو کا تصور آیا موذی چیزوں کا تصور آیا، ان سے ملاقات کرتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے سانپ اور بچھو کے درمیان کھڑا ہو، لہٰذا جس کا دل چاہے اپنے گرد اگرد پھول لگالے، جس کا دل چاہے سانپ بچھو جمع کر لے مخلوق خدا کی طرف سے اچھے خیالات قائم کرلے، تو ایسا ہے جیسا کہ چمن لگالیا، اچھے اچھے پھول پودوں کا، جس سے ملاقات کریگا، جی خوش ہوگا، اور اگر برے خیالات قائم کئے دل میں غیض وغضب ہوا غصہ ہوا انتقام کا جذبہ ہوا تو ایسا ہے جیسے بچھو سانپ جمع کر لئے۔

اتنی اچھی تدبیر بتائی ہے، کہ آدمی سب کے ساتھ میں اچھے خیالات رکھے، اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے اندر کوئی نہ کوئی خوبی تو ضرور پیدا کی ہے، آدمی دوسروں کے اندر خوبیاں دیکھے، برائیاں کیوں دیکھے، برائیاں بھی ہوتی ہیں، ہر آدمی اپنے جسم کو دیکھ لے جسم کے

اندر غلاظت بھی بھری ہوئی ہے، دوسروں کے اندر بھی بھری ہوئی ہے، لیکن غلاظت سے کیا کام خوبی کو دیکھے، اس طرح اچھے اخلاق بھی ہوتے ہیں ان اخلاق کو دیکھے۔

## قابل رشک بوڑھے کا واقعہ

ایک شخص بہت بوڑھا آدمی گاؤں کا رہنے والا بالکل ان پڑھ آیا کچھ مسئلہ پوچھنے کے لئے، اسے دیکھ کر مجھے بڑا رشک آیا، بڑی حیرت ہوئی کہ اللہ تو نے کیسے کیسے پیدا کر رکھے ہیں، وہ آیا اور آکر اس نے تو مجھ سے ایک ہی دو باتیں پوچھی مگر وہ مجھے بہت کچھ بتا گیا، ہر بات پر یوں کہتا تھا، کہ دیکھو جی اللہ ہی کا حکم ہوگا تو بات یوں ہوئی ورنہ تو نہ جانے کیسے ہوتا، اس نے کہا ایک شکاری نے ایک ہرنی پکڑی، پکڑ کر لے آیا، اللہ نے ہرنی کو زبان دی، اس ہرنی نے کہا بھئی شکاری دیکھ اللہ ہی کا حکم ہوگا تو تو نے مجھے پکڑی، کہ تو نے مجھے گرفتار کیا، ورنہ تو تیری کیا مجال تھی، کہ تو مجھے پکڑ لیتا، اللہ مجھے بچانا چاہتے تو کیسے پکڑ سکتا تھا، اللہ ہی کی طرف سے یہ بات ہوگی، کہ تو نے مجھے پکڑا، جی اللہ نے تجھے قدرت دی اور میں تیرے قبضہ میں آ گئی، اسی اللہ نے مجھے دو بچے بھی دے رکھے ہیں، جب تک وہ چھوٹے ہیں میرے ذمہ ان کا دودھ پلانا بھی تجویز کر رکھا ہے، اس لئے میں تجھے اسی اللہ کا واسطہ دیکر کہتی ہوں، کہ تو مجھے چھوڑ دے، میں جاؤں اور اپنا فریضہ ادا کر آؤں، بچوں کو دودھ پلانے کا وقت ہے اس کے بعد میں آ جاؤں گی، پھر جس روز ختم کریگا میری ذمہ داری ختم ہو جائیگی، ہر بات میں وہ یہ کہتا تھا کتنا پختہ یقین تھا اس کا، سمجھتا تھا، کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے، سب سے پہلے اوپر اسی کی منظوری ہوتی ہے، وہاں سے منظوری ہوئی پھر اس دنیا میں اس کا ظہور ہوتا ہے، قطرہ پانی کا اوپر سے چلے گا، تب زمین پر پہنچے گا، بغیر اوپر سے زمین پر نہیں پہنچ سکتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کی پہلے منظوری ہوتی ہے، لہٰذا انسان کو اگر ناگوار حالات پیش آئیں تو بھی صبر کی ضرورت ہے۔

............

## غم کی وجہ اور اس کا علاج

اب حالات ناموافق کیوں آتے ہیں، اس کے بھی اس دنیا میں اسباب ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

غم چوں بینی زود استغفار کن

غم بامر خالق آمد کار کن

[جب تم غم دیکھو تو جلدی سے جلدی استغفار کرو، غم خالق کے امر سے آیا ہے، کام میں لگ جاؤ۔]

تم پر جو کچھ ظلمت آتی ہے، غم آتا ہے، تمہاری بے باکی وگستاخی کیوجہ سے آتا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں لشکر گیا ہوا ہے، جہاد کے لئے وہاں سے لشکر کے امیر نے اطلاع دی کہ صبح سے دو پہر تک جنگ ہوئی اور دو پہر کو اللہ نے فتح دی جس وقت اطلاع ملی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے بہت روئے فرمایا کہ میری شامت اعمال ہے میرے گناہوں کی خطاؤں کی بات ہے کہ جس کیوجہ سے دو پہر تک جنگ ہوئی ورنہ کفر میں اتنی طاقت نہیں کہ اسلام کا مقابلہ کر سکے اتنی دیر یہ اسی وجہ سے ہوئی۔

## صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اپنا خلیفہ نامزد فرمانا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اپنی حیات سے مایوس ہوئے، تو ان سے بھی کہا تھا کہ حضرت آپکی حالت ایسی ہے امید نہیں کہ جان بچ جائے، آپ اپنا کسی کو خلیفہ بنا دیں، انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے خلیفہ بنایا تم نے نہ مانا تو کیا ہوگا، حضرت یہ کیسے ہو سکے گا، کہ آپؓ خلیفہ بنائیں ہم نہ مانیں کہا کسے بنادوں؟ کہا جسے آپکا دل چاہے عمر رضی اللہ عنہ کو بنا دیجئے، چنانچہ تنہائی میں خلافت نامہ لکھا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لکھ کر اسے لفافہ میں

بند کیا اور اس وقت کے جو اونچے اونچے لوگ تھے ان کو بلا کر کہا اس میں جس شخص کا نام لکھا ہے، اس کے ہاتھ پر بیعت قبول کرو، بیعت قبول کر لی، اس کے بعد یہ کھولا کھولا تو نام تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مجمع میں نہیں تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام دیکھا تو بعضے لوگوں نے کہا حضور آپ نے ایسے شخص کو ہمارے اوپر مسلط کر دیا کہ ذراسی بات ہوتی تو کہتے تھے اور غصہ کی حالت میں کہتے تھے، حضور اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں، منافق کی ذرا ذراسی بات پر تلوار کی باتیں کرتے ہیں، خلافت آپ نے ان کے سپرد کر دی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کی سختی میری نرمی کیوجہ سے ہے، میں چونکہ نرمی کرنیوالا موجود تھا، اس وجہ سے وہ سختی کیا کرتے تھے، اگر میں نرمی کرنے والا موجود نہیں ہونگا تو خود نرمی کریں گے، غرض مطمئن کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا، بلا کر کہا کہ میں نے تم کو اپنے بعد کیلئے ولی عہد تجویز کیا ہے، انہوں نے معذرت کی، میں اس کا لائق نہیں میں معافی چاہتا ہوں، مجھے معاف کر دیجئے میں خلیفہ نہیں بنوں گا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصہ میں بستر سے اٹھ گئے فرمایا، عمر کی گردن اڑاؤ، یہ امیر کا حکم نہیں مانتا تب انہوں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) قبول کیا تھا، تلوار کے ڈر سے کہ یہ میری گردن اڑا دیں گے، عہدہ ایسی چیز ہے، آج کہتے تو یہی ہیں کہ فلانے کا طریقہ، اکابر کا طریقہ، اکابر نے تو یہ کر کے دکھلایا، اس طریقہ پر کر کے بتلایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

## الیکشن کا حال

آج عہدے حاصل کرنے کے لئے تو مقابلہ ہوتے ہیں، جس کا نام الیکشن ہے، اللہ کی پناہ ایسی ایسی ذلتیں برداشت کرتے ہیں، جس کی حد نہیں، روپیہ بھی برباد، خاندان وجاہت بھی برباد، عزت وحیثیت بھی ساری برباد، آنکھوں کا لحاظ بھی سارا برباد، اخلاق بھی

برباد، زبان بھی تباہ، کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی جو شرافت کے ساتھ باقی رہے، اور بعضے تو ایسی ستم ظریفی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ سارا اسلامی طریقہ ہے، یہ اسلامی طریقہ ہے اسلام کو اس سے کیا تعلق، طریقہ ہے غیروں کا، منسوب کرتے ہیں اسلام کی طرف۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اس حدیث شریف کو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرمائی تھی:

"کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ"

دنیا میں اس طرح سے رہو، جیسے ایک اجنبی مسافر، آیا تھا کسی نے گالی دی تو جواب نہیں دیا، کسی نے برا بھلا کہا تو جواب نہیں دیا، کسی نے دس روپیہ لے لئے تو جواب نہیں دیا، خاموشی کے ساتھ نکل گیا۔

## حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھیلی چوری ہونے کا واقعہ

مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے بازار آئے تھیلی ساتھ میں اشرفیوں کی، کچھ خریدنا تھا، ایک بدو آیا ہے اور آ کے جھپٹا مار کے لے گیا، بس یہ فوراً بھاگے اور بھاگ کر اپنے مکان میں جا کر کواڑ بند کر لئے بجائے اسکے کہ اس کے پیچھے دوڑتے یا اس کو کچھ کہتے کچھ نہیں کہا بھاگ کر اپنے مکان میں جا کر دروازہ بند کر لیا، وہ بدو چلا گیا دور تک، آگے چل کر دیکھا راستہ نہیں راستہ بند ہے، گھبرایا لوٹا انکے مکان کے قریب آ کر دوسری جانب پر گیا، آگے چل کر دیکھا تو اُدھر سے بھی راستہ بند، اب اسکے اوپر ہیبت طاری ہوگئی، اِدھر جاتا، اُدھر جاتا، ان کے مکان کے آس پاس ہی کچھ دور پر رہتا، سب طرف سے راستہ بند، اس کو خیال پیدا ہوا اس نے چلا کر کہا کہ لوگوں اس مکان میں جو شخص رہتا ہے اس نے میرے اوپر ظلم کیا، میرا راستہ روک لیا، لوگوں نے کہا کہ ارے کیا غضب کر رہا ہے، یہاں تو بڑے بڑے بزرگ رہتے ہیں، بدو نے کہا میں نے انکی تھیلی ہی تو چھینی تھی، اور تو کچھ نہیں کیا، میرا راستہ

روک لیا ہے انہوں نے لوگ آئے اور آکر انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، مولانا نے آواز دی آئے دروازہ پر کہا دروازہ کھولئے، کہا مجھے فرصت نہیں میں نہیں کھولتا دروازہ۔

حضرت مسئلہ پوچھنا ہے، اچھی بات دروازہ کھولدیا اہل اللہ کی بات یہ ہے، کہ دین کی خاطر فوراً دروازہ کھولدیتے تھے، اچھی بات آجاؤ بے چارہ بدو پریشان ہے، اس کا راستہ رک گیا ہے، یہ تھیلی آپ کی پیش کر رہا ہے، یہ ہے لے لو، کہا میں تو نہیں لوں گا، میں نہیں لونگا، اس واسطے کہ جب اس نے میرے ہاتھ سے تھیلی چھینی تو مجھے فوراً خیال آیا کہ یہ چند ٹھیکروں کی وجہ سے قیامت میں اس کو عذاب ہوگا، اور یہ حضور اکرم ﷺ کا امتی ہے، ایک امتی کو عذاب ہونے سے حضور اکرم ﷺ کو اذیت ہوگی، میں نے جب ہی معاف کر دیا تھا، ہبہ کر دیا تھا، یہ بے جان ٹھیکرے جن کی کوئی حیثیت نہیں، انکی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کے امتی کو عذاب اور حضور اکرم ﷺ کو اذیت پہونچے گی، اس لئے میں نے معاف کر دیا، اور حدیث شریف میں ہے:

"اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهٖ" (کنز العمال: ۹: ۶۳۹/ ۱۶، ح: ۴۶۱۶۴)

جو شخص ہبہ کر کے واپس لے لے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قے کر کے چاٹ لے۔

کہا اس کا راستہ بھی بند ہو گیا ہے، فرمایا ہاں جو کچھ کام میں نے کیا، اب اس کو اس سے توبہ کرنا چاہئے، اس نے توبہ کی تب وہ راستہ کھل گیا، لہذا حضرت کسی سے کیا انتقام لیتے، اپنی اشرفیوں کی تھیلی ہے اس کی وجہ سے جاکر دروازہ مکان کا بند کرلیا اور لینے کو تیار نہیں، تصور تو یہ ہے، کہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت ہوگی، تکلیف پہنچے گی، جب اس کو عذاب دیا جائیگا، لہذا اس کی جڑ کاٹ دی تاکہ وہ عذاب میں مبتلا نہ ہو۔

## حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے صبر کا واقعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس زمانہ کے حاکم نے بڑی زیادتی کی

جس زور سے آدمی کوڑا مارتا تھا اسی زور سے وہ کہتے تھے، "غُفْرَ اللّٰہُ لَكَ" اللہ تم کو معاف کرے اللہ تم کو معاف کرے، ان حضرات نے زندگی گزاری ہے اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھتے ہوئے کہ یہ اپنا گھر نہیں ہے، یہاں تک جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے اوپر زیادتی ہو رہی ہے، یہ ہمارے اعمال صالحہ میں لکھا جائیگا، اور دنیا میں جو اذیت پہنچائی جائے اس کو معاف کر دیتے ہیں، اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو اذیت نہ ہو۔

ذات مقدسہ ﷺ سے ایسا گہرا تعلق کہ ذرا سی چیز سے بھی حضور اکرم ﷺ کی اذیت کا خیال۔

## حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لے گئے، کراچی میں وہیں ان کا انتقال ہوا، ان کی ایک تحریر میں میں نے دیکھا وہ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے جو قریبی رشتہ دار ایمان نہیں لائے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی نجات فرمادے اور ہمیں ان کا بدلہ میں دوزخ میں ڈالدے تو ہم راضی ہیں، اس کے لئے اس واسطے کہ ان کی نجات سے حضرت نبی اکرم ﷺ کو قلبی مسرت ہوگی، یہ قربانی دینے کے لئے تیار یہ سب تعلق ہے تعلق کی بات ہے حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کہ جس سے تعلق ہوگا تو ایسا ہی کرے گا، آدمی اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھتے ہوئے، یہاں رہے، یہاں کی تکلیف ومشقت کو برداشت کرے، اور یوں سمجھے کہ یہ میرے لئے ذخیرہ آخرت ہے، اور جنھوں نے ستایا ہے ان سے انتقام نہ لے۔

## چور کو برا کہنا

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، کہ کسی کی جب چوری ہو جائے تو چور کو برا بھی

نہیں کہنا چاہئے، چور کو برا کہنے سے کیا حاصل ہوگا، کیا وہ سامان روپیہ واپس آجاتا ہے، چور کو برا کہنے سے کیا فائدہ۔

صبر کرو تو امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو دور کر کے اپنی طرف قلب کو مائل فرمادے، بات یہ ہے اس دنیا میں رہتے رہتے یہاں کی چیز سے محبت پیدا ہوجاتی ہے، حالانکہ محبت تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہونی چاہئے، قلب اللہ کی محبت کا گھر ہے، اس کے اندر تو اللہ کی محبت آباد ہونی چاہئے، اگر کسی اور چیز کی محبت اس میں آجاتی ہے اللہ کو غیرت معلوم ہوتی ہے، اپنے مخصوص بندوں سے اس کی محبت کو دل سے نکال دیں۔

## بچے کے انتقال پر تعزیت

ایک صاحب نے خط لکھا کہ میرا چھوٹا بچہ تھا ڈھائی تین برس کا اس کا انتقال ہوگیا، بہت صدمہ ہے میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک امانت حوالہ کی تھی اس کے کچھ حقوق آپ کے ساتھ وابستہ کئے تھے، آپ کو پرورش کی تاکید کی تھی، کچھ روز تک وہ امانت آپ کے پاس رہی اللہ نے وہ امانت واپس لے لی، یہ تو مقام شکر ہے، کہ جو امانت تھی وہ لے لی، اب آپ کو اس کی ذمہ داری سے سبکدوش فرمادیا، نہیں معلوم اللہ کے حکم کے مطابق اپ اس کی پرورش کر سکتے تھے یا نہیں، اس کے حقوق کو ادا کر سکتے تھے یا نہیں کر سکتے، اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھ لے کہ ہم نے جو امانت دی تھی، اس کی تم نے پرورش نہیں کی اس کے حقوق کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ امانت واپس لے لی، آپ کو سبکدوش کردیا، یہ تو مقام شکر ہے، رہا یہ کہ وہ جدا ہوگیا یہ تو عوارض ہیں، "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" ہم بھی اللہ ہی کیلئے ہیں، اور اللہ کی طرف جانیوالے ہیں، یہ تو ایسا ہے جیسے کہ حج کو جانیوالے جاتے ہیں کوئی پہلے جہاز سے گیا کوئی دوسرے سے کوئی تیسرے سے گیا، کچھ کچھ وقفے کے بعد جاتے ہیں، وہاں جا کر سب جمع ہوجاتے ہیں، اسی طریقہ سے یہاں یہ مسافر خا

نہ ہے، مسافر خانہ سے جارہے ہیں اپنے اصلی گھر جارہے ہیں، اور آہستہ آہستہ اپنے وقت پر جا کر سب وہاں اکھٹے ہوجائیں گے، سب سے ملاقات ہوجائے گی، سب کی تھوڑے دنوں کی جدائی گی ہے، آدمی اس دنیا میں رہتے ہوئے سفر کرتا ہے، کسی دوسرے شہر میں چلا گیا ،ایک سال دوسال کئی کئی سال گھر نہیں رہتا بچہ جدا رہا، جیسے وہ جدائی ہے، اسی طریقہ پر یہ جدائی بھی ہے، کہ انشاء اللہ جا کر ملاقات ہوجائیگی، اس لئے اس دنیا میں رہتے رہتے جو چیز بھی خلاف مزاج پیش آئے اس کو برداشت کرلے اللہ کی خاطر اور یہ سمجھنا کہ یہ اللہ کے اذن کے بغیر نہیں اللہ کی طرف سے منظوری ہوئی، اور اللہ نے بیشک میرے لئے بہتر سمجھا ہے، اور میرے لئے یہی حال بہتر ہے اللہ تعالیٰ حکیم ہیں، جو چیز تجویز کرتا ہے، وہ استعمال کی جاتی ہے، کیونکہ اس پر اعتماد ہوتا ہے، کہ حکیم ہمارا خیر خواہ ہے ہمارا ہمدرد ہے، اللہ تعالیٰ کے برابر کون خیر خواہ ہوگا ہمارا، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون بہتر چیزیں بتلانے والا ہوگا، ہمیں اس واسطے ان چیزوں کو برداشت کرنا یہ صبر ہے اسکی تلقین پر اس قرآن کریم میں بہت جگہ ہے انبیاء اور اولیاء اللہ تمام کی پوری زندگیاں بھری ہوئی ہیں، کہ دین کی خاطر ان حضرات نے کیسی کیسی مشقتیں برداشت کیں کیسی کیسی زیادتیاں برداشت کیں بلکہ ان حضرات کا تو یہ حال تھا۔

## حضرت مولانا محمد یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مخالف کو ہدیہ بھیجنا

ایک عالم تھے حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کو ایک صاحب گالیاں دیا کرتے تھے، برا بھلا کہتے تھے، میں نام نہیں بتلاؤں گا، عالم کون تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد تھے مولانا محمد یحیٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے پکے تھے، مولانا کبھی کبھی انکی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، کبھی نہیں کہا مجھے تم برا کیوں کہتے ہو، بلکہ ہدیہ بھیجا کرتے تھے، پھر ان کو آخر خود ہی شرمندگی ہوئی، اب برا بھلا کہنا چھوڑ دیا، مولانا نے ہدیہ بھیجنا چھوڑ دیا۔

انہوں نے ملاقات کی کہ صاحب کیا بات ہے جب میں آپ کو برا کہتا تھا گالیاں دیا کرتا تھا، تو ہدیہ بھیجا کرتے تھے، اب جب گالیاں دینا چھوڑ دیا، تو اس وقت سے آپ نے ہدیہ چھوڑ دیا، اس وقت تو آپ میرے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے تھے، فرمایا بھئی میں کیا احسان کرتا تھا، احسان تو اصل میں آپ کرتے تھے، ایسی چیز مجھے دیتے تھے جو آخرت میں میرے کام آوے، اب میں اسی کے بدلہ میں ایک بہت معمولی حقیر سی چیز بھیجدیا کرتا تھا، آپ کی خدمت میں آپ نے احسان بند کر لیا، میں نے بھی بند کر دیا۔

## گالیوں کے جواب میں خاموشی

ایک منشی جی تھے، حضرت مولانا محمد یحیی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کام کیا کرتے تھے، ایک شخص آیا اور غصہ میں آ کر مولانا محمد یحیی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی مولوی یحیی! یہ لکھ رہے تھے، اس وقت انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا وہ کھڑا ہوا، گالیاں دے رہا تھا، یہ لکھنے میں مشغول ہو گئے، اور اپنا کام کر رہے ہیں، حدیث شریف لکھ رہے ہیں، آخر کار وہ تھک گیا، تھک کر چلا گیا، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، اگلے روز پھر اسی وقت میں آیا، پھر کہا مولوی یحییٰ! انہوں نے اس کو دیکھا، اس نے گالیاں دینی شروع کی یہ پھر لکھنے میں مشغول ہو گئے، چلا گیا، تیسرے روز پھر آ گیا اور یہ جو منشی تھے منشی محمد حسین صاحب مرحوم وہ پاس بیٹھے ہوئے تھے، بہت گہرے تعلقات تھے مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت چاہتے تھے محبت کرتے تھے، انہوں نے کہا مولوی یحییٰ صاحبؒ! تمہارے منہ میں زبان نہیں زبان ٹوٹ گئی، تمہارے کان نہیں رہے، دیکھتے نہیں یہ کیسی کیسی گالیاں دے رہا ہے تم کو، تم سے جواب نہیں دیا جاتا، مولانا یحییٰ صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام میں پھر مشغول ہو گئے، اب منشی جی کو بڑا غصہ آیا کہا مجھے بھی انہوں نے ایسے ہی سمجھا اسی میں شمار کر لیا، جب بہت زیادہ غصہ میں ابھرے اور بیٹھا نہیں گیا، مارے غصہ کے اچھل رہے ہیں، تو پھر مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا منشی جی مجھے ہی تو کہہ رہا ہے، گالیاں دے رہا ہے، آپ کو تو نہیں دے رہا ہے، جو بات وہ کہہ گیا آپ جو چاہیں جواب دے لینا آپ کے منہ میں تو زبان ہے۔

## صحیح طریق زندگی

یہ طریقہ زندگی کا اکابر نے سکھایا، اس طریقہ کو آدمی اختیار کریگا تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑی راحت رہے گی، آدمی جس جگہ کے راستہ پر چلتا ہے، وہیں کو پہنچتا ہے، اگر بیت اللہ کی طرف کو چلتا ہے، تو بیت اللہ کی طرف پہنچے گا، اگر بیت اللہ کی طرف نہیں اس کے مقابل سمت پر چلتا ہے تو پھر کیسے بیت اللہ پہنچے گا کہ جو راستہ تجویز کرلیا گیا، وہ تو مخالف سمت کا ہے۔

"اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" (سورۂ دھر: ۳)

[ہم ان سے راستہ دکھایا کہ وہ یا تو شکر گذار رہو، یا ناشکرا بن جائے۔]

ایک شکر کا راستہ، ایک کفر کا راستہ مولائے حق تعالیٰ نے بتلا دیئے انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر انہوں نے ہمیں یہ تعلیم دی اور عمل کر کے دکھا دیا، اور اپنے بعد کیلئے بڑی جماعت کو چھوڑ گئے جو عمل کرے اور کرتی رہے ان سے بعد والوں نے سیکھا عمل کیا راستہ صاف ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

## دعا

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ"

اے پاک پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے، اے اللہ! یہ مہینہ گذر

رہا ہے، اے الٰہی! اس کی قدر دانی نصیب فرما، اے اللہ! تیری بیشمار رحمتیں ہم سب پر نازل ہو رہی ہیں، اے خدائے پاک! کسی کو بھی محروم مت فرما، سب کو بھرپور حصہ عطا فرما، اے اللہ! ہماری زندگیوں میں انقلاب فرمادے، ہماری زندگیاں جو غلط راستہ پر چل رہی ہیں ہم کو اس سے ہٹا کر سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے، اے پاک پروردگار! نفس و شیطان کے پھندوں میں ہم پھنسے ہوئے ہیں الٰہی ان کے پھندوں کو توڑ کر کے ہم سب کو آزاد فرمادے، اور اپنا بندہ بنالے، نفس کا بندہ نہ بننے دے، شیطان کا بندہ نہ بننے دے، خواہشات کا بندہ نہ بننے دے، اے پاک پروردگار! تیری نصرت و مدد کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے، اے پاک پروردگار! تیری دی ہوئی نعمتیں، تیری دی ہوئی طاقتیں ساری کی ساری تیری معصیت میں نافرمانی میں صرف ہو رہی ہیں، عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ، وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

..........

# جو خدا کے یہاں بھیج دیا وہ باقی ہے

اس بیان میں دنیا کی فنائیت اور بے ثباتی اور آخرت کا دوام و بقاء اور اس سے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض مشائخ کے طرز زندگی کا بھی بیان آ گیا ہے۔

دنیا کا دار الفناء اور آخرت کا دار البقاء ہونے کا استحضار زندگی میں انقلاب پیدا کرتا ہے۔

........................................................................................................

# جو خدا کے یہاں بھیج دیا وہ باقی ہے

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: "مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ" (سورۂ نحل: ۹۶)

جو تمہارے یہاں ہے ختم ہو جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے کبھی ختم نہ ہو گا۔ (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

یہ دو چھوٹے جملے ہیں اور بہت جامع ہیں، قرآن پاک کی ساری باتیں جامع ہیں، ان میں تمام زندگی کا خلاصہ فرمایا گیا۔

## بازار میں جانا

دنیا ایک بازار ہے آدمی بازار جاتا ہے، اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے، سیر و تفریح کے لئے جانا جائز نہیں کیونکہ بازار مَقَاعِدُ الشَّيْطَان ہیں، شیاطین کا ہجوم ہوتا ہے، اہل ہنود کی بڑی بڑی بلڈنگیں، اونچی اونچی عمارات ہوتی ہیں، آدمی اُدھر نظر کرتا ہے، تو طبیعت للچاتی ہے، لیکن ضروریات زندگی بازار میں ملتی ہیں، جب بازار میں جاتا ہے، تو اپنے پیسے وغیرہ لے جاتا ہے اور ضروریات کی چیزیں خرید کر لاتا ہے۔

## اصل دار ''دارِ آخرت'' ہے

یہی حال اس دنیا کا ہے، اس دنیا کو بازار بتایا اور دراصل دار دارِ آخرت ہی ہے۔

"خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَداً"

وہاں ایسی حیات ہوگی کہ جس میں ممات نہیں، وہاں ایسی صحت ہوگی جس میں بیماری نہیں ہوگی، وہاں ایسی قوت ہوگی، جس میں ضعف نہ ہوگا، خوشی ایسی کہ اس میں غم نہ ہو گا، خدائے پاک کی رضامندی ایسی کہ اس میں ناراضی نہیں بس اصل دار وہی ہے، اس دار میں اصل ضروریات ہوں گی، وہ وہاں کی شان کے لائق ہوں گی، جیسے اس دنیا میں کپڑے، کھانے کی، سونے کی چیزیں، ضروریات ہیں، ان کو خریدنے آدمی جاتا ہے، پیسہ روپیہ جیب میں رکھ کر، اشیاء تجویز کی جاتی ہے، اسی طرح آخرت کی ضروریات وہاں کی شان کے لائق ہیں، وہاں کی قیمت یہاں بھی ملتی ہے۔

## مقصد زندگی

خدا نے انسان کو بھیجا کہ ایسی چیزیں کمائے کہ جو چیزیں آخرت میں کام آئیں، دنیا کی چیزوں کے لئے نہیں بھیجا بلکہ آخرت کی چیزیں کمانے کیلئے بھیجا کہ دنیا کی چیزیں بس یہیں رہ جائیں گی، آتے وقت ننگا آیا، ایک جوڑا کپڑے ساتھ نہیں لایا، ایک دن کی خوراک ساتھ نہیں تھی، مگر اس کے ساتھ خزانہ دیکر بھیجا، خزانہ عمر کا دیا، پچاس سال ساٹھ سال ستر سال اسی نوے سال سوسال دیکر بھیجا اس عمر کے خزانہ کے ذریعہ وہ خرید سکتا ہے، ایک ایک ساعت قیمتی ہے، بڑے بڑے ہیرے جواہرات اس کی زندگی کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، ہیروں کی کوئی حیثیت نہیں، قرآن شریف پڑھ سکتا ہے، استغفار اور دین کی باتیں کرسکتا ہے، جو وقت انسان کا گزرے اس میں زبان خرچ ہوتی جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَایَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰه"

(کنز العمال: ۱/۴۲۷، حدیث: ۱۸۴۱)

[ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہے۔ ]

جب زبان ہے تو ذکر سے خاموش کیوں ہے جیسے کسی کے پاس ہیرے ہیں، بھوک لگ رہی ہے اسی واسطے ہے کہ آخرت میں کام آنیوالی چیزیں اس سے خریدے، قرآن شریف پڑھا زبان کی مشغولی ہوگئی، ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔

## درود شریف کی فضیلت

کوئی شخص درود شریف پڑھتا ہے، کوئی شخص درود پڑھتا ہے حضور اکرم ﷺ اس سے خوش ہوتے ہیں، درود شریف کے سوغات بھیجنا شروع کردے۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام"
(مسند احمد: ۱/۳۸۷، الفصل الثالث)

کہ اللہ جل شانہٗ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں، کہ جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں، اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہونچاتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے پاس کھڑے ہو کر سلام بھیجتا ہے تو میں سنتا ہوں، اور اگر غیبوبت میں سلام بھیجتا ہے تو پہنچایا جاتا ہے:

"من صلّی علیّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا ابلغتہ"
(کنز العمال: ۱/۴۹۸، حدیث نمبر: ۲۱۹۷)

[ جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں کو دسنتا ہوں اور جو شخص دور سے درود پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ ]

## آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر فرشتہ مقرر ہے

ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ

میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے، جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرمارکھی ہے، پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا، وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لیکر درود پہنچا تا رہیگا، کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا۔

"اِنَّ اللّٰه وَکل بقبری ملکا اعطاه اسماع الخلائق فلا یصلی علی احدٌ الیٰ یوم القیمة الا ابلغنی باسمه واسم ابیه هذا فلانُ بن فلان قد صلی علیك"

(مجمع الزوائد: ۱۰/۱۵۲، دار الفکر بیروت)

تو اس سے حضور اکرم ﷺ خوش ہوتے ہیں، زبان کو بیکار خرچ نہیں کرنا چاہتے، تلاوت میں ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، کان سنتے ہیں، تو کان کی نیکیاں الگ ملتی ہیں، اگر دیکھ کر پڑھ رہا ہو، تو آنکھ کی نیکیاں علیحدہ ملتی ہیں، اسی طرح انگلیاں نیکیاں کماتی ہیں اگر ان سے آدمی کام نہ لے تو اسکا قصور ہے، اگر معنی سمجھتا ہے تو ایک ایک حرف کا معنی سمجھنے میں بھی دس نیکیاں ملتی ہیں، ہاتھ پیر زبان کان آنکھ دل خدا نے عطا فرمائے ہیں۔

## ۹۹ رلوگوں کے قاتل کی مغفرت

ایک شخص پچھلی امتوں میں تھا بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا تھا، ننانوے قتل کئے تھے، ایک مقتدا سے جا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ ننانوے خون تو نے کئے ہیں، تیری کیسے مغفرت ہوگی؟ تو اس نے کہا کہ ایک عدد کی کمی ہے اسکو بھی پورا کر دوں۔

چنانچہ اس مقتدا کو بھی قتل کر کے اس نے سو کا عدد پورا کر دیا۔ ایک اور سے پوچھا تو ان صاحب نے کہا کہ فلاں بستی میں جاؤ وہاں صلحاء رہتے ہیں، وہاں تمہاری دعا قبول ہو جائیگی، راستہ میں انتقال ہوگیا، جب راستہ میں گرا تو گر کر بھی تھوڑا کھسک گیا، جب تک طاقت رہی اس کو استعمال کیا تو ایک طرف عذاب کے فرشتے آ گئے تو دوسری طرف رحمت

کے فرشتے آ گئے، پھر ایک چاہتا تھا کہ میں اس کی جان نکالوں عذاب والے کہتے تھے کہ ہم اس کی جان نکالیں گے کیوں کہ اس نے بہت گناہ کئے ہیں، رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ اس نے توبہ کا ارادہ کرکے راستہ چلنا شروع کر دیا ہے، لہٰذا ہم اس کی جان نکالیں گے، محاکمہ کے لئے اوپر سے فیصلہ ہوا کہ زمین کی پیمائش کرلو، جتنی زمین زیادہ طے کی ہے، گویا، اتنا توبہ کی زمین کے قریب ہو گیا، کیونکہ قریب شئ کا حکم اسی کا حکم ہوتا ہے۔

"وَمَنۡ يُّهَاجِرۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ يَجِدۡ فِى الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا كَثِيۡرًا وَّسَعَةً ‌ؕ وَمَنۡ يَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَيۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ" (سورۂ نساء: ۱۰۰)

اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاوے گا اسکے مقابلہ میں جگہ بہت کشائش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف، پھر آ پکڑے اسکو موت تو مقرر ہو چکا اسکا ثواب اللہ کے یہاں۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

## حج کے راستہ میں موت

ایک شخص حج کو جا رہے تھے راستہ میں اونٹ سے گرے، گردن ٹوٹی ان کا انتقال ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص حج کے ارادے سے نکلے اور راستہ میں انتقال ہو جائے تو قیامت میں وہ شخص لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

## رحمت حق کے کھینچنے کی مثال

تو دین کا ارادہ یہ بھی خدا کے یہاں قابل قدر ہے، پیروں سے مسافت طے کرنیکا لحاظ کیا گیا، پیمائش شروع کی گئی، تو خدا نے زمین کو حکم فرمایا کہ کھچ جا اور بستی کی طرف کی زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جا، جب پیمائش کی گئی تو ایک بالشت زائد اس بستی کی طرف تھا، پر رحمت

حق کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی، درحقیقت رحمت حق کھینچتی ہے، ایک بچہ ہے آپ کی گود میں ہے آپ اسکو اپنی طرف سے بلاتے ہیں اور میں اسکو اپنی طرف بلاتا ہوں، مگر وہ چلنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن میری طرف ذرا سا اس نے اشارہ کیا میں لپک کر لے لیتا ہوں، بس یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ کھینچ لیتے ہیں ہر ایک آدمی اپنی طرف سے نیک کام کا ارادہ کرے۔

## اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال

ایک بزرگ جیل میں تھے، ان کا یہ حال تھا کہ ہر جمعہ کو غسل کر کے نماز کی تیاری کرتے تھے، دروازے تک آتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ اتنا ہی میرے بس میں ہے، جب آنکھیں نہیں رہیں گی، اس وقت پتہ چلے گا کہ کتنی تلاوت کر سکتے تھے، جب طاقت نہیں رہے گی تب پتہ چلے گا، کہ حج کر لیتے جہاد کر لیتے روپیہ نہ رہے گا تب پتہ چلے گا، کہ کتنا روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے، قدردانی ان نعمتوں کی یہی ہے کہ ان نعمتوں کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اس میں برابر خرچ کیا جائے، بس بے محل خرچ کیا تو یہی اس کے لئے وبالِ جان بن جائے گا، قرآن کے اوراق کو ایک نے پوڑیا بنانا پتنگ بنانا شروع کر دیا، تو کتنا بے محل استعال کرتا ہے، اسی طرح ان آنکھ کان زبان ناک وغیرہ کا حال ہے، ایک شخص ملازم ہے اس کو دفتر کا کمرہ ملا کرسی ملی، میز، ریڈیو، بجلی کا پنکھا ملا، قلم کاغذ فون ملا اور اس کو وقت دیا گیا، کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک کام کرے مگر وہ شخص جس ڈیوٹی پر ہے اس کو پورا نہیں کرتا، کرسی مکان میں رکھ لیتا ہے، اور میز کمرے میں رکھ لیتا ہے، پنکھا اتار لاتا ہے، کیا ایسا شخص اعزاز کے قابل ہے، نہیں وہ سخت مجرم ہے، اسی طرح حق تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں، وہ اسی طرح اس کی اطاعت میں اسکو خرچ کرے، اور کوئی اپنی نعمت نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں استعمال کرتا ہے، تو وہ مجرم ہے۔

## قیامت میں ہونے والے سوالات

حدیث میں آتا ہے، کہ ہر آدمی سے چند سوالات ہوں گے، ایک یہ کہ روپیہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ تم کو عمر دی کہاں خرچ کی سو سال کی عمر کو کہاں خرچ کیا؟ جوانی دی تھی کہاں خرچ کی؟

کتنے لوگ ایسے ہیں کہ ساٹھ ستر حج کئے، کتنے کارآمد ہوئے، ایک ہزار نفل روزانہ پڑھتے تھے، مخلوق کو نفع پہنچاتے تھے۔

## حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دن بھر کام کیا، رات کو تھک تھکا کر لیٹے تھے، ایک شخص نے آ کر کچھ چاہا تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ ابھی تھک تھکا کر لیٹے ہیں، ذرا آرام کرنے دو، تو اس شخص نے کہا کہ کہدو کہ قبر میں جا کر آرام کریں۔

خدا کی رضا کی خاطر احکام کی پیروی کی خاطر بڑی قربانیاں دی ہیں، اور قانون یہ ہے کہ جو مسلمان ہو جائے اسکا ذمہ یہ ہے کہ ذمی سے جزیہ ساقط کر دیا جاتا ہے، ان کے عامل نے لکھ کر بھیجا کہ لوگ اتنی کثرت سے مسلمان ہو رہے ہیں جزیہ ساقط ہونے کی وجہ سے، اس کی وجہ سے خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ لہٰذا جزیہ ساقط نہ کیا جائے، تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: کہ خزانہ خالی ہو جائے کوئی حرج نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے جابی (ٹیکس وصول کرنے والا) بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ ہادی بنا کر بھیجا تھا۔

"اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ بُعِثَ هَادِيًا لَا جَابِيًا"

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے نہ کہ جابی (ٹیکس وسول کرنے والا)۔ (ص: ۱۳)

جو محصول لیا جاتا تھا، وہ معاوضہ ہے۔

ایک جگہ یہودیوں کی بستی پر ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالا تو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جزیہ واپس کر دیا کہ ہم ڈاکوؤں سے حفاظت نہیں کر سکے ہم کو جزیہ لینے کا بھی حق نہیں، اس لئے جزیہ واپس۔

یہ محض اپنے عیش و عزت کی خاطر محصول نہیں لیتے تھے، بلکہ خدمت کیلئے لیتے تھے، جو شخص جس لائن میں ہو دنیا کی لائن میں دین کی کمائی کا ہر شخص کیلئے دروازہ کھلا ہوا ہے، ایک شخص شام سے شکایت لیکر آیا ہے، بوڑھا ہے، پوچھتا آ رہا ہے، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دور سے دیکھ کر فرمایا:

"اِرْجِعْ فَقَدْ اَتَاکَ الْغَوْثُ"

[واپس ہو جا، مدد تیرے پاس پہنچ گئی۔]

اس کی یہ مجال تھی کہ آگے آتا واپس چلا گیا، دل دل میں اعتراض کرتا رہا کہ امیر المؤمنین ہوتے ہوئے ہماری بات ہی کو نہ سنا واپس بھیج دیا، جب یہ شام پہنچا تو ایک شخص اسکو ڈھونڈتا ڈھونڈتا پہنچ گیا، اور کہا کہ کہاں تھے۔ ہم تم کو تلاش کر رہے تھے۔

چنانچہ پورا محصول جو لیا گیا تھا وہ واپس کر دیا، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے دین کمانے کا موقع نہیں ملا، ہر شخص کو خدا نے موقع فراہم فرمایا ہے، خدا کا احسان ہے کہ ایک جماعت یہاں جمع ہے سب کو چاہئے کہ آپس میں شفقت کا معاملہ کریں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے قدر دانی کی توفیق دے۔

## پاسِ انفاس

اس لئے صوفیاء نے انسان کے اوقات کو مصروف کرنے کے لئے پاس انفاس جاری کیا، ایک آدمی ایک گھنٹہ ایک میں ہزار سانس لیتا ہے، تو پورے دن میں چوبیس ہزار

سانس لیتا ہے، ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر کر رہا ہے، سانس اندر لے جائے تو اللہ کہے اور باہر جب نکالے تو ہُو کہے، جب سوتا ہے، تو شیطان ناک کے نتھنوں میں بیٹھ جاتا ہے، سانس کے ذریعہ اپنا اثر اندر پہنچاتا ہے، اس کا اثر یہ ہوتا ہے، کہ معاصی کی رغبت اور طاعات سے دوری ہوتی ہے، سانس کے ساتھ جب ذکر کرتا ہے، تو اس سے تحفظ رہتا ہے، خدا نے جب انسان کو پیدا فرمایا تو اسی طرح اس سے بچنے کی تدبیر بھی بتادی جب آدمی سوتا ہے۔

## سوتے وقت شیطان کا تین گرہ لگانا اور اس کا علاج

تو شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے، اٹھتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، ایک چیز کو راسخ کرتا جائے، تو دوسری چیز ختم ہوتی جائے گی، آہستہ آہستہ ایک چیز ختم ہو کر دوسری چیز آتی جائے گی، جیسے ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف چلتا ہے تو دوسری بستی قریب ہوتی جاتی ہے، اور پہلی بستی دور ہوتی جاتی ہے، خیالات انسان کے سوآتے ہیں، تو ذکر کیوجہ سے کم ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ایسا ہوتا ہے کہ ذکر کے علاوہ کوئی چیز نہیں رہتی۔

حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم نے سوال کیا کہ آپ کے خلفاء کتنے ہیں؟ تو انہوں نے دو کا نام لیا، ایک سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین، دوسرے حضرت علاء الدین صابر کلیری ؒ کا نام بتایا، خادم نے دونوں حضرات سے ملاقات کی اجازت چاہی، حضرت نے اجازت مرحمت فرمائی۔ جب یہ خادم دہلی پہنچے تو حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اہتمام کیا، خوب اعزاز و اکرام کیا، طرح طرح کے پر تکلف کھانے کھلائے، رخصت ہوتے وقت تحفے تحائف پیش کئے۔ اور جب کلیر پہنچے تو جا کر کسی سے پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں؟ تو بتلایا کہ اندر ہیں، اندر دیکھا تو بیٹھے ہوئے ہیں، خادم نے یہ کہا: کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم آئے ہیں، مراقبہ میں تھے، سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا، اپنے پیر کو پوچھا: کہ

اچھے ہیں؟ تو کہا: اچھے ہیں، پھر فرمایا: کہ آج گولر میں نمک ڈال دینا، تو گویا خادم نے شیخ کا یہ احترام کیا کہ گولر میں نمک ڈلوایا، یہ خادم وہاں سے واپس خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو خادم نے کہا: کہ دہلی والے تو بہت اچھے آدمی ہیں، شیخ نے پوچھا: کہ حضرت علاؤ الدین کا کیا حال ہے؟ تو کہا: کہ وہ تو برابر بات بھی نہیں کرتے، مہمان نوازی بھی نہیں کی، صرف آپ کو پوچھا کہ پیر صاحب اچھے ہیں، تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ کیا مجھ کو پوچھا؟ تو کہا: جی ہاں۔ تو اس پر رو پڑے۔ پھر فرمایا: کہ آج وہ ایسے مقام پر ہیں کہ ان کے قلب میں خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے ان کا احسان ہے کہ اس مقام پر بھی مجھ کو یاد رکھا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

آپ کے یہاں مہمان آئے اور ایک طرف کتا ہے، بلی ہے، کوڑا کرکٹ ہے تو آپ کیا کرتے ہیں، سب صاف کر دیتے ہیں، مہمان کی شان کی خاطر، اسی طرح اللہ رب العزت کی نسبت قلب کیلئے ایک مہمان کی سی ہے، پس ضروری ہے کہ قلب اغیار سے خالی ہو جائے، حق تعالیٰ کی نسبت ایک معزز مہمان کی ہے، اسکے آنے کی صورت یہی ہے کہ قلب کو خالی کر دیا جائے، اس لئے ”لا الہ الا اللہ“ میں لا کے ذریعہ سے غیر اللہ کو قلب کے اندر سے نکالا جاتا ہے، اور اللہ کے ذریعہ مضبوط جمایا جاتا ہے، حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہنے والے کو بھی سننے والے کو بھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

❑❑❑

# حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بیان جنوبی افریقہ میں ایک ایسی مسجد میں ہوا جہاں بریلوی اور رضا خانی حضرات کی اکثریت ہے۔

بیان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ضرورت اور محبت کی دلیل وعلامت نیز بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات بھی آ گئے ہیں۔

01 Khutbat-e-Mahmood J-1



# حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

شہر میفلنگ کی ایک مسجد جس کے نمازی اکثر بدعتی و رضاخانی ہیں اور کسی دیوبندی عقیدے کے عالم کو وہاں بیان کی اجازت نہیں، اللہ پاک کا شکر و احسان ہے کہ حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بیان کی ان لوگوں نے اجازت دی، حضرت اقدس قدس سرہٗ نے اس مسجد میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد۔..........امابعد!

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے:

"مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ"

(مشکوۃ شریف: ۳۰/۱، باب الاعتصام، تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر بیروت: ۱۴۵/۳)

جو شخص میری سنت سے محبت رکھتا ہے، وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے، اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا، اس سے بڑھ کر کوئی سعادت کوئی نعمت نہیں کہ جنت میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو جائے، ہر مؤمن کی یہ تمنا ہوتی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب ہی میں ہو جائے، اس کے لئے دعا کرتے ہیں، وظیفے پڑھتے ہیں۔

بہت سے خوش نصیبوں کو زیارت ہو جاتی ہے، بعض کی تمنا ہوتی ہے کہ روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ہی زیارت ہو جائے۔

..........

01 Khutbat-e-Mahmood J-1



# حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سنت

ایک بزرگ تھے حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلوی قدس سرہٗ صاحب حضوری تھے، صاحب حضوری اس کو کہتے ہیں جس کو ہر روز بیداری میں (اس کی جو بھی کیفیت ہوتی ہو) آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے، مدینہ پاک میں قیام تھا، وہاں ہر روز روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضری ہوتی، آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم فرمایا، ہندوستان جاؤ، انہوں نے عرض کیا، یہاں ہر روز حاضر ہو جاتا ہوں، یہاں سے حاضری سہل ہے، وہاں سے حاضری دشوار ہے، اور مجھ سے صبر نہیں ہو سکے گا، ارشاد ہوا جاؤ تم کو وہاں سے بھی موقع دیا جائے گا، غریبانِ ہند کے حال پر رحم کرنا، ارشادِ عالی کے مطابق ہندوستان تشریف لائے، دہلی میں قیام فرمایا، سنتوں کو زندہ کیا جو کام خلافِ سنت تھے، انکو ختم کرنے کی کوشش فرمائی، دین کو پھیلانے میں مشغول ہو گئے، کسی بزرگ کا علم ہوتا اس کے پاس جاتے، ایک بزرگ کا علم ہوا ان کے پاس گئے دیکھا اس کے پاس شراب کا پیالہ رکھا ہے، اس نے ان کو وہ پیالہ پینے کیلئے کہا، انہوں نے انکار فرمایا، کہ حدیث پاک میں شراب کی ممانعت ہے، بزرگ نے کہا پچھتاؤ گے، پی لو، فرمایا حدیث کے خلاف نہیں کر سکتا واپس آ گئے، رات کو خواب دیکھا ایک مکان ہے اس میں آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں، یہ بھی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، دیکھا مکان کے دروازے پر وہی فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے، یہ اندر داخل ہونا چاہتے ہیں، اس نے روک دیا، اور کہا تو نے شراب نہیں پی تھی اس لئے اندر نہیں جانے دوں گا، اندر نہیں جا سکتے واپس آ گئے، دن میں پھر اس فقیر کے پاس پہنچے، اس نے کہا دیکھا اندر نہیں جا سکے، اب تو یہ پیالہ پی لو، فرمایا یہ شعبدے کسی اور کو دکھانا، نہیں پیا، واپس آ گئے، پھر دوسری رات اسی طرح خواب دیکھا، یہ پھر حاضر ہوئے دیکھا فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے، اور پھر نہیں جانے دیا، واپس آ گئے، پھر صبح کو فقیر کے

پاس آئے فقیر نے کہا دو رات سے حاضری سے محروم ہو زیارت سے تم کو روک دیا جاتا ہے، اب تو یہ شراب پی لو۔

## مقصود قبول ہے وصول نہیں

فرمایا حاضری سے پڑا روک دیا جاؤں خواب کی بات ہے مگر جس چیز کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے، اس کو نہیں کرسکتا، اگر وصول حاصل نہیں قبول تو حاصل ہے، اور مقصود قبول ہے وصول نہیں، ہماری محنت کوشش وہاں تو قبول ہے، اگر چور بادشاہ کے محل میں داخل ہو جائے وصول تو اس کو حاصل ہو گیا، مگر سپاہی پکڑ کر قید میں ڈال دیں گے، اس وصول سے کیا فائدہ ہوا، اور شاہزادہ بادشاہ سے دور ہے اس کی خدمات بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوتی ہیں۔

بادشاہ اس سے خوش ہے وہ مقبول ہے، دور رہتے ہوئے بادشاہ کی عنایات اس کو حاصل ہیں۔

## بدعتی شعبدہ باز فقیر کا انجام

تیسری رات پھر خواب میں دیکھا پھر وہی نقشہ فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے اندر سے آواز آئی حضرت رسول پاک ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں عبدالحق نہیں آئے، انہوں نے باہر سے ہی آواز دی دوروز سے برابر حاضر ہو رہا ہوں، یہ فقیر اندر نہیں آنے دیتا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا؛

"اخسَا یَا کَلب" [ دور ہو اے کتے! ]

وہ فقیر کتا بن کر وہاں سے نکلا، یہ اندر حاضر ہوئے، صبح کو پھر فقیر کے پاس گئے، دیکھا فقیر نہیں، اس کے مریدین بیٹھے ہیں، پوچھا مکان سے کچھ نکلا تھا بتایا ایک کتا نکلا تھا، انہوں

نے فرمایا وہ وہی فقیر تھا پھر خواب سنایا، ان مریدوں نے ان کے ہاتھ بیعت کی۔

## صرف زیارت کافی نہیں

غرض صرف دیکھنا کافی نہیں، ابوجہل نے کتنی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوگا، مگر اس کو اس دیکھنے سے کیا فائدہ ہوا، ابولہب نے کتنی دفعہ دیکھا ہوگا، مگر اس کے لئے حکم نازل ہوا۔

"تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ، مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ، سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ، فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے، نہ اس کا مال اس کے کام آیا نہ اس کی کمائی، وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا، وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے، اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی۔ (بیان القرآن)

اس لئے صرف زیارت کافی نہیں، اصل آنحضرت ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا ہے، تاکہ قبول حاصل ہو، آنحضرت ﷺ خوش ہوں، اللہ پاک خوش ہوں، اور جنت میں جہاں ہمیشہ رہنا ہے، رسول پاک ﷺ کی رفاقت حاصل ہو۔

## آنحضرت ﷺ نمونہ ہیں

آنحضرت ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے نمونہ بنا کر بھیجا ہے کہ اس طرح زندگی بنا کر لاؤ۔

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (سورۂ احزاب: ۲۱)

تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کیلئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو، رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ (بیان القرآن)

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو کام جس طرح فرماتے تھے، اس کے مطابق اس کو کریں، کس طرح کھانا کھائے کس طرح پانی پیئے، کس طرح چلتے، کس طرح بیٹھتے، کس طرح سوتے، کس طرح نماز پڑھتے، کس طرح گھر میں بچوں میں رہتے، کس طرح پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ فرماتے، دشمنوں کے ساتھ سلوک فرماتے، غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ کیلئے رسولِ پاک ﷺ نمونہ اور ہدایت ہیں۔

چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، نے اسی نمونہ کے مطابق پورا عمل کیا، زندگی کے ہر شعبہ میں اس پر عمل کیا۔

## ایک صحابی کا اتباع سنت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایک شخص کو پکڑ کر باغ میں لے گئے، وہاں درخت کی ٹہنی پکڑ کر ہلائی جس سے اس کے پتے جھڑ گئے، فرمایا پوچھتے کیوں نہیں، ایسا میں نے کیوں کیا، اس نے پوچھا بتائیے! کیوں کیا؟ صحابیؓ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آنحضرت ﷺ نے بھی اسی طرح ٹہنی پکڑ کر ہلائی تھی اور اس کے پتے جھڑ گئے تھے، اور فرمایا تھا کہ جس طرح اس کے پتے گر گئے اسی طرح مومن بندہ کی برائیاں نماز پڑھنے سے ختم ہو جاتی ہیں۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتباعِ سنت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے، جب رکاب میں پیر رکھا، فرمایا بسم اللہ جب اس کی پشت پہ اچھی طرح سے بیٹھ گئے، فرمایا: "الحمد للہ" پھر پڑھا:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ. وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"

پھر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" تین مرتبہ کہا۔

..............................................................

پھر "سُبۡحَانَكَ اِنِّي قَدۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِيۡ فَاغۡفِرۡلِي فَاِنَّهُ لَايَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّااَنۡتَ" (کنز العمال: ۶/۷۴۳، حدیث: ۱۷۶۲۳)

پھر ہنسے، میں نے عرض کیا امیر المومنین آپ کیوں ہنسے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اسی طرح فرمایا جس طرح میں نے کیا، پھر ہنسے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیوں ہنسے ارشاد فرمایا بلاشبہ تیرا رب اپنے بندہ سے خوش ہوتا ہے، جب وہ کہتا ہے:

"رَبِّ اغۡفِرۡلِي ذُنُوۡبِي اِنَّهُ لَايَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ غَيۡرُكَ"

میرے پروردگار! میرے گناہوں کو بخشدے، بیشک تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

## حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباعِ سنت

غرضکہ ہر ایک چیز میں ان حضرات نے حضرت نبی پاک ﷺ کا اتباع کیا، عبادات میں، معاملات میں، معاشرت میں، کھانے پینے، سونے جاگنے، اٹھنے، بیٹھنے، ہر چیز میں پورا اتباع کیا تاکہ کوئی گوشہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کا پوشیدہ نہ رہ جائے اسی طرح ان کو بیان کرنے کا بھی پورا اہتمام کیا، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو احادیث بیان فرماتے تاکہ سب سنتیں سامنے آجائیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے گھر ہفتہ میں ایک بار حلقہ کرتے اور سنتیں بیان کرتے، اسی طرح دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اتباع سنت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں مکہ سے چلے، مدینہ منورہ کے لئے

راستہ میں ایک جگہ سواری کو بٹھایا، سواری سے اترے اور ایک جگہ بیٹھے جیسے پیشاب کرنے والا بیٹھتا ہے، اور بلا پیشاب کئے اٹھ کر پھر سوار ہو کر چل دیئے، ان سے پوچھا گیا، فرمایا، میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا، رسول اللہ ﷺ نے یہاں اسی جگہ پیشاب فرمایا تھا، اور مجھ کو پیشاب کا تقاضا تو نہ تھا اس لئے میں نے سوچا کم از کم ایسی صورت ہی بنالوں۔

یہی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں چلتے چلتے ایک درخت کے نیچے رکے، سواری سے اُترے کچھ دیر لیٹے اور پھر چلدیئے، اس کی وجہ ان سے پوچھی گئی، فرمایا آنحضرت ﷺ کے ساتھ میں سفر میں تھا، آنحضرت ﷺ نے اس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا، اسلئے میں نے ایسا کیا۔

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباعِ سنت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے حالات سے متعلق فلاں کام کس طرح فرماتے؟ فرمایا: صبح آجاؤ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھتے رہو، جو کام جس طرح کرتے ہیں، جس طرح بیٹھتے ہیں، جس طرح نماز پڑھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، سلام کرتے ہیں آنے والوں کو جواب دیتے ہیں، غرضیکہ جو کام جس طرح کریں سمجھ لینا آنحضرت ﷺ اس کام کو اسی طرح فرماتے تھے، اس طرح ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے رنگ میں ڈھال لیا تھا، کہ وہ خود بعد والوں کے لئے نمونہ بن گئے، جس طرح سند آنحضرت ﷺ نے انکو عطا فرمادی۔

"اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ" (مشکوٰۃ شریف: ۵۵۴)

[میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ستاروں کے مثل ہیں جس کا اقتداء کرلو گے ہدایت پاجاؤ گے۔]

ان حضرات کے اتباع کا یہ حال تھا، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر ارشاد فرمایا "اجلسو" بیٹھ جاؤ، چنانچہ جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر دروازہ پر تھے وہاں پر یہ آواز پہنچی وہیں بیٹھ گئے، یہ نہیں سوچا کہ یہ حکم اندر والوں کو ارشاد فرمایا ہے یا منشاء یہی ہے کہ اندر آ کر بیٹھو، کیا معلوم موت کب آ جائے، نہیں معلوم اندر جا کر بیٹھ سکوں گا یا نہیں اگر اس ارشاد پاک پر عمل نہ ہو سکا تو قیامت میں اللہ پاک پوچھیں کہ تم نے ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی کیوں عمل نہیں کیا، کیا جواب دوں گا، اس لئے وہیں بیٹھ گئے، سب حضرات کا یہی حال تھا، جو سنتے فوراً اس پر عمل کرتے، تاخیر کی بات تو سوچتے ہی نہ تھے۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (سورۂ نساء: ۶۴)

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔ (بیان القرآن)

## ریشم کے جبہ کا جلا دینا

رسول کو بھیجا ہی اسلئے جاتا ہے کہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے ایک صحابی حاضر ہوئے ریشم کا سرخ رنگ کا جبہ پہنے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا، فوراً اٹھے گھر میں تنور کے اندر آگ میں ڈالدیا، پھر حاضر ہوئے، ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: جبہ کیا ہوا؟ عرض کیا: حضور! آگ میں جلا دیا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلانے کی تو نہیں کہا تھا، تمہارے لئے ہی تو ناجائز تھا، گھر میں بیوی کے بچیوں کے کپڑے بنا دیتے، مگر جس کے دل میں محبت ہوتی ہے، وہ اتنی بات سوچتا ہی نہیں اس کے سامنے تو صرف یہی بات ہوتی ہے، کہ جو چیز محبوب کو ناپسند ہے وہ باقی ہی کیوں رہے۔

# قبہ کا گرادینا

آنحضرت ﷺ تشریف لے جارہے تھے، ایک قبہ دیکھا، دریافت فرمایا یہ کس کا ہے بتادیا فلاں صاحب کا ہے، وہ صحابی دوسرے وقت حاضر خدمت ہوئے سلام عرض کیا، آنحضرت ﷺ نے جواب نہیں دیا، بلکہ چہرۂ مبارک دوسری جانب پھرالیا، دوسری جانب آکر سلام کیا پھر بھی جواب نہیں دیا، دوسری جانب چہرۂ انور پھرالیا۔

یہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی اگر کسی سے محبت ہے اس کا بھی اظہار فرمادیتے، کسی سے ناگواری ہے اس کا بھی اظہار فرمادیتے، ایسا نہیں جیسا کہ آج کہ دل میں ناراضگی وکدورت اور زبان سے دوستی کا اظہار اور اسی کو آج زمانہ سازی اور عقلمندی سمجھا جاتا ہے، یہ تو ایک درجہ کی منافقت ہے۔

صحابی کو یہ بھلا کہاں برداشت ہوسکتا تھا، کہ آقائے مدنی ﷺ کے قلب مبارک میں ادنیٰ درجہ بھی ناراضگی ہو، لرز گئے کسی نے کہا ہے:

بلا کا ربط ہے تارِ نظر کو جگر کے ساتھ
وہ آنکھیں پھیرتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے پھرتے ہیں، آقا ﷺ کی ناراضگی کا کیا سبب ہے؟ کسی نے کوئی شکایت تو نہیں پہونچائی، چونکہ منافقین شکایات پہونچایا کرتے تھے، تاکہ آنحضرت ﷺ ناراض ہوجائیں، ساتھیوں نے بتایا اس سے زیادہ کا ہمیں علم نہیں کہ آپ کے قبہ کے پاس سے گزرے تھے پوچھا تھا یہ کس کا قبہ ہے ہم نے بتادیا تھا فلاں صاحب کا ہے سمجھ گئے کہ ناراضگی کی وجہ یہی مکان ہے، جاکر نہیں پوچھا کیا آپ مکان کی وجہ سے ناخوش ہیں؟ یہ تو ضرورت کے لئے ہے، کیا یہ ناجائز ہے، نہیں پوچھا، کدال لے کر گئے، اور جاکر اس کو ڈھادیا، وہ مکان کس کام کا جس سے آنحضرت ﷺ ناراض ہوں، یہ تھی ان

حضرات کے دل کی لگن کی بات۔

## دلیل محبت

محبت قلبی چیز ہے، دل کو چیر کر تو نہیں دکھایا جاسکتا، اس لئے امتحان دے تو پتہ چلے، یوں تو ہر شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے، ہم کو بھی محبت ہے، ہم بھی عاشق ہیں، مگر امتحان کے ذریعہ اس دعوی کا سچا ہونا جھوٹا ہونا جانا جاتا ہے، صرف دعویٰ تو کافی نہیں اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، علامات کی ضرورت ہے، اس کو خود آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمادیا:

"مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ"

[جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔]

ہر شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر دیکھ لے کہ سنت سے بھی محبت ہے، کہ نہیں اگر سنت سے محبت ہے تو آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ صحیح ہے ورنہ غلط، وہ خود محبت کا دعویدار ہوا کرے، آنحضرت ﷺ اس کی محبت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

## سنت سے محبت کی نشانی

اب یہ کیسے معلوم ہو کے سنت سے محبت ہے یا نہیں، تو سنت سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ سنت پر عمل ہو، زندگی سنت کے مطابق ہو جو کام ہو، سنت کے مطابق ہو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، بیاہ شادی، ختنہ، عقیقہ تجارت، زراعت، صنعت، وحرفت، گھریلو زندگی سب سنت کے مطابق ہو، اگر زندگی سنت کے مطابق ہے تو محبت ہے، اگر زندگی سنت کے مطابق نہیں تو محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

آدمی جس سے محبت کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، اس کو تکلیف نہ پہونچے اسکو ناراضگی

نہ ہو، آنحضرت ﷺ سے محبت ہے تو سوچ لے کہ میرے کسی عمل سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف تو نہیں پہنچتی، کوئی ایسا کام تو نہیں کرتا، جس سے آنحضرت ﷺ کو ناراضگی ہو۔

## سود پر لعنت

مثلاً سود پر لعنت فرمائی، ارشاد ہے۔

"عَنْ جَابِرٍ رضِیَ اللہ تَعَالیٰ عَنہُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہ علیہِ وَسلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ"

(مشکوۃ شریف: ۱/ ۲۴۴، باب الرجا)

آنحضرت ﷺ نے سود لینے والے پر دینے والے پر اس کے لکھنے والے پر اور گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا ہے، لعنت میں یہ سب برابر شریک ہیں۔

ہم غور کرلیں ان میں سے کسی میں داخل تو نہیں، اگر داخل ہیں تو آنحضرت ﷺ تو لعنت فرمادیں اور ہم محبت کا دعویٰ کریں یہ کیسی محبت، یہ محبت کس کام آئے گی۔

## رشوت پر لعنت

رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے، ارشاد فرمایا:

"اَلرَّاشِی وَالْمُرْتَشِی کِلَاھُمَا فِی النَّار"

(اتحاف السادۃ: ۶/ ۱۶۵، کنز العمال: ۶/ ۱۱۳، حدیث نمبر: ۱۵۰۷۷)

رشوت لینے والا دینے والا دونوں کے لئے جہنم ہے، البتہ دفع ظلم کے لئے کسی کو دے وہ اس میں داخل نہیں، ہم غور کریں ہم تو اس میں داخل نہیں۔

..........

## زمین کا غصب کرنا

حدیث پاک میں ہے اگر کسی نے ایک بالشت زمین کسی کی ناحق غصب کرلی تو قیامت میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

## نافرمانی کے ساتھ دعویٰ محبت

جن چیزوں پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمادی جن سے منع فرمادیا جس کے کرنے پر اپنی ناراضگی اور ناخوشی کا اظہار فرمادیا انہیں کاموں کو کریں، اور پھر محبت کا دعویٰ کریں تو یہ دعویٰ محبت کا تسلیم نہیں۔

کیا خوب کسی نے کہا ہے:

تَعْصِیِ الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
اِنَّ هٰذَا لَفِی الفعالِ بَدِیْعٌ
لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقاً لاطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

**ترجمہ:** تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی کرتا ہے، اور آپ ﷺ کی محبت کا دعویدار بھی بنتا ہے، یہ تو بڑی عجیب بات ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو مطیع وفرمانبردار ہوتا اس لئے کہ محب محبوب کا مطیع وفرمانبردار ہوا کرتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنتوں کو خوب پھیلایا اور ان پر عمل بھی کر کے دکھایا محدثین نے تمام سنتوں کی جمع فرمادیا کہ فلاں کام کو کرنے کا حکم فرمایا، فلاں سے منع فرمایا، فلاں کام کرنے سے لعنت فرمائی، فلاں کام کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا، سب میں غور کریں، اور اپنی زندگیوں میں بھی غور کریں۔

# ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا درس حدیث

ابن ابی شیبہ نے درسِ حدیث شروع فرمایا تو پہلے ہی روز پچیس ہزار حدیث سننے والے موجود تھے، ان حضرات کے شوق طلب کا یہ حال تھا۔

# اتباعِ سنت کے بجائے غیروں کی نقالی

آج ہم تجارت کریں تو دیکھیں امریکہ کا کیا طریقہ ہے، روس کا کیا طریقہ ہے، وہ کس طرح تجارت کرتے ہیں، مکان بنائیں تو دیکھیں فلاں علاقہ اور فلاں ملکوں میں کیا نقشے ہیں، ان نقشوں کے مطابق بنائیں لباس بنائیں اس میں غیروں کی نقالی کریں، کھانا کھائیں غیروں کے طریقے پر، شادیاں کریں غیروں کے طریقے پر، کبھی نہ سوچیں کہ ان چیزوں میں سنت کیا ہے، آنحضرت ﷺ کا طریقہ کیا ہے، اور پھر محبت کا دعویٰ کریں۔ اَسْتَغْفِرُ اللہ۔

ہم راستہ بھول گئے، غلط راستہ اختیار کرلیا جس راستہ کو اختیار کریں گے جس راستہ پر چلیں گے، وہ راستہ جہاں جاتا ہے، وہیں پہونچیں گے، جہاں کا ٹکٹ لیا ہے، جس ٹرین، جس جہاز میں سوار ہوئے ہیں، وہ جہاں جاتا ہے وہیں جائیں گے۔

# اتباعِ سنت کی ضرورت

اگر آنحضرت ﷺ کی عنایت حاصل کرنی ہے، آنحضرت ﷺ کی رفاقت جنت میں مطلوب ہے تو اسکا راستہ یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مبارک سنتوں کو اختیار کریں، ان کو مضبوطی سے پکڑیں، اپنی زندگی سنت کے مطابق بنائیں، جو کام خلاف سنت ہے، ہرگز خواہ اس میں کیسا ہی نفع نظر آتا ہو، اس نفع کو لیکر کیا کریگا، جس سے آنحضرت ﷺ

ناراض، اللہ پاک ناراض، کیا اس کو قبر میں لے جائے گا، اعمالِ صالحہ قبر میں کام آئیں گے، ان میں خیر ہے ان کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے، جو اعمال قبیحہ ہیں، وہ سراسر بربادی اور ہلاکت کا ذریعہ ہیں، قبر میں جانے سے پہلے پہلے ان سے توبہ کرنے کی ضرورت ہے، اور موت کا وقت کچھ معلوم نہیں، کب آ جائے اسلئے فوراً توبہ کرنے کی ضرورت ہے، جو زندگی برائیوں میں گزری اس سے توبہ کریں، آئندہ کو برائیوں سے بچنے کا عہد کریں پختہ ارادہ کریں، اللہ پاک آپ کو بھی توفیق دے مجھ کو بھی توفیق دے۔

"وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" "وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"

اس وعظ میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے گو بدعات کا رد نہیں فرمایا نہ بدعت کا ذکر فرمایا مگر درحقیقت بدعت کی جڑ کاٹ دی، اسلئے کہ جب انسان ہر چیز میں سنت کو تلاش کرے گا، حدیث کو تلاش کر کے اسکے مطابق زندگی گزارے گا، تو بدعات خود ہی ختم ہو جائیں گی، اور بدعات پیدا ہی ہوتی ہیں، سنتوں کو ترک کرنے سے اس وعظ میں ایسی جگہوں میں جہاں بدعات کا زور ہے، کام کرنے کا طریقہ بھی، گویا بتا دیا کہ ایسی جگہوں پر کس طرح کام کرنا چاہئے کہ ایجابی طور پر کام کریں رد کے پیچھے نہ پڑیں کہ اس سے اور زیادہ ضد پیدا ہو جاتی ہے، اور نفع کم نقصان زیادہ ہو جاتا ہے۔

❑❑❑

# اصلاحِ باطن کے ساتھ اصلاح ظاہر بھی ضروری ہے

یہ بیان بھی جنوبی افریقہ میں ہوا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصل دل کی اصلاح ہے ظاہر کی اصلاح ضروری نہیں۔
یا اصل دل کا پردہ ہے آنکھوں کا پردہ ضروری نہیں۔
انتہائی مؤثر اور دلنشیں مثالوں سے اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

# اصلاحِ باطن کے ساتھ اصلاح ظاہر بھی ضروری ہے

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ـ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ـ

"وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ" (سورۂ انعام: ۱۲۱)

[اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا۔] (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے جب مختصر لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے، کہ ظاہری گناہ اور باطنی گناہ سب کو ہی چھوڑ دو۔

انسان کا ایک ظاہر ایک باطن ہے، کچھ احکام ظاہر سے متعلق ہیں کچھ احکام باطن سے متعلق ہیں، انسان کیلئے اپنی انسانیت کو جامع و کامل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ معنوی قسم کے احکام کو اختیار کرے ظاہر کے احکام کو بھی اختیار کرے، تب ہی انسانیت کو جامعیت اور کمال حاصل ہوگی ورنہ نہیں، جیسے ایک آدمی نے لباس پہنا ہے، یہ ظاہر ہے، لباس کے اندر بدن ہے وہ اس کا اس لباس کے اعتبار سے باطن ہے، آدمی چاہتا ہے کہ باطن بھی اس کا یعنی بدن بھی اس کا ٹھیک رہے، ظاہری لباس بھی ٹھیک رہے، جس طرح یہ پسند نہیں کرتا کہ ظاہری لباس پر کچھ دھبہ آجائے، کوئی غلاظت لگ جائے، اسی طریقہ سے آدمی یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ اسکے بدن پر کوئی غلاظت لگ جائے گندگی لگ جائے۔

## پوری داڑھی رکھنے کی دلچسپ مثال

پچھلی دفعہ جب حاضری ہوئی تھی، تو ایک صاحب نے ایک بات پوچھی تھی مجلس میں بیٹھے ہوئے کہ یہ لوگ میری ڈاڑھی پر اعتراض کرتے ہیں، مجھے پریشان کرتے ہیں ان کو سمجھا دو کہ پریشان نہ کیا کریں، اسی مجلس میں تذکرہ آیا چودہ لاکھ روپئے کا بھی مکان خریدا کسی نے خدا جانے کیا کیا بہر حال لاکھ خرچ کئے، میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ جس شخص کے پاس چودہ لاکھ روپئے ہوں وہ مالدار ہے، انہوں نے کہا صاحب ہے، اچھا اگر کسی شخص کے پاس چودہ ہزار ہوں وہ مالدار ہے، انہوں نے کہا وہ بھی ایک قسم کا مالدار ہے، اگر کسی کے پاس چودہ روپئے ہوں، کہا وہ بھی مالدار ہے، کہنے لگے ارے وہ بھی مالدار ہوگا، میں نے کہا چودہ روپئے ہیں تو سہی، مال تو ہے وہ بھی مگر مالدار کہتے ہیں، عرف میں اسے کہنے لگے، ہاں کچھ کچھ تو سمجھ میں آیا، میں نے کہا ابھی پورے طور پر سمجھ میں آجائیگا، آپ ٹوپی پہنے ہوئے ہیں کتنی خوبصورت ٹوپی ہے، اگر اس میں سے ایک انچ قینچی سے کاٹ لی جائے، پھر بھی پہنیں گے، یہ آپ کا کرتا ہے کتنا خوبصورت ہے، اگر ایک انچ اس میں سے قینچی سے کاٹ دیا جائے پھر بھی پہنیں گے، ہے تو کرتا، انہوں نے کہا بات بہت بابا سمجھ میں آ گیا، اب کیا کہوں گا میں۔

## ظاہر کی صفائی کے ساتھ باطن کی صفائی بھی ضروری ہے

تو ظاہر کی جس طرح سے صفائی پسند ہے، اس طرح سے باطن کی بھی صفائی پسند ہے، یہ لباس یہ تو ظاہر ہے، اور بدن باطن ہے، بدن کو بھی صاف رکھنا چاہئے، اور لباس کو بھی صاف رکھنا چاہئے، اگر کسی شخص کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو، اور کپڑے اس کے نہایت پاکیزہ صاف ہوں کیا اس کی نماز صحیح ہوگی، نماز کی شرائط میں سے تو کپڑے پاک بدن پاک، جگہ

پاک،سب چیز کی پاکی کی ضرورت ہے،تب جا کر نماز ہوگی،تو کوئی سمجھدار آدمی اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کے بدن پر غلاظت لگی ہوئی ہو،کپڑے اس کے صاف ستھرے ہوں، دوسرے لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے بدن پر غلاظت لگی ہوئی ہے، اور کپڑے بہت بڑھیا پہنے ہوئے ہے،تو لوگ اس سے نفرت کریں گے،اس کے ظاہری لباس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی،لوگوں کی نظروں میں اچھے آدمیوں کی مجلس میں بیٹھنے کے لائق نہیں ہے وہ شخص،اس طریقہ پر سمجھنا چاہئے،کہ جس طرح انسان کا حال ایک ظاہری ہے،جو ظاہری کھال ظاہری بدن ہے،ظاہری اعضاء ہیں اسی طرح سے اس کا ایک باطن ہے،جو اندر موجود ہے،تو کچھ احکام ظاہر سے متعلق ہیں،مثلاً نماز پڑھنے کیلئے حکم ہے کہ ظاہر بدن کو آدمی استعمال کرے کھڑا ہو کر تکبیر کہے زبان بھی اس میں حرکت کرے،قیام میں قرآن شریف پڑھے رکوع کرے جھکے،سجدے میں جائے یہ سب چیزیں ظاہری بدن سے متعلق ہیں،اگر کوئی شخص صرف باطن پر اکتفاء کر کے کہنے لگے کہ صاحب میں تو باطن سے نماز پڑھ لیتا ہوں،ظاہر کی کیا ضرورت ہے،باطن پاک صاف ہونا چاہئے،ظاہر میں کیا رکھا ہے،وہ شخص خود بھی فریب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے،چاہے کتنا ہی کوئی شخص اپنے باطن کو پاک صاف کر کے نماز پڑھے اور قیام رکوع سجود نہ کرے،تو شریعت کہے گی کہ اس کی نماز نہیں ہوئی،وہ دھوکہ دے رہا ہے،وہ خود بھی گمراہ ہے،دوسروں کو بھی گمراہ کر رہا ہے،نماز کے واسطے تو قیام قعود،رکوع،سجود ضروری ہے،کسی کا باطن حضرت نبی کریم ﷺ کے برابر تو پاک صاف نہیں ہوسکتا،لیکن حضور اقدس ﷺ نے بھی نماز پڑھی

"وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ" (سورۂ حجر:۹۹) [اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو،یہاں تک کہ تم پر وہ چیز آ جائے جس کا آنا یقینی ہے۔]

اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرتے رہو،تو حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ عالم ہے۔

..........

# عام انسان اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام اور قلوب کی پیدائش

شیخ محی الدین عربی جو شیخ اکبر کے نام سے مشہور ہیں وہ فرماتے ہیں، کہ انسان کے بدن میں مختلف اعضاء ہیں، بعضے اعضاء لطیف مادے سے بنائے جاتے ہیں، بعضے کثیف مادے سے مثلاً آنکھ ہے، بہت لطیف، ذراسی گرد پڑ جائے آنکھ میں ایک تنکا پڑ جائے بس وہ برداشت نہیں ہوسکتا، ہاتھ برداشت کریگا، تو آنکھ لطیف ہے، ہاتھ کثیف، اور قلب زیادہ لطیف ہے، اس پر الہام ہوتا ہے، عالم غیب کی چیزیں منکشف ہوتی ہیں، جس مادہ سے عوام کے قلب بنائے جاتے ہیں، خود اس کے اجسام اس مادہ سے بنائے جاتے ہیں، مادے میں لطافت ہے، تو جیسا لطیف مادہ مسلمانوں کے قلوب کا ہوتا ہے، اس کے اوپر بہت کچھ آجاتا ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام ایسے مادے سے بنائے جاتے ہیں، تو اس کے قلوب زیادہ لطیف ہونگے، اور اس مادہ سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب بنتے ہیں، اس مادہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر تیار کردیا گیا، لہٰذا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر تو بہت لطیف ہے، اس لطافت کے باوجود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ بعض بعض مواقع پر میرے قلب پر ایک کدورت پیدا ہوتی ہے، اس کے دفعیہ کے لئے میں استغفار پڑھتا ہوں، تو جو شیٔ جتنی زیادہ لطیف ہوگی، کدورت معمولی سی بھی اس پر اثر انداز ہوگی محسوس ہوگی، طبیعت بھی لطیف، لہٰذا وہ برداشت نہیں، کریگا، تو انسان کا جو باطن ہے اسکی بھی صفائی کی ضرورت ہے اور جو ظاہر ہے اسکی بھی صفائی کی ضرورت ہے، صفائی کی صورت یہی ہے کہ جو احکام باطن سے متعلق ہیں ان کو بھی اختیار کیا جائے، اور جو ظاہر سے متعلق ہیں ان کو بھی اختیار کیا جائے، اور جو نافرمانی ظاہر کی ہے اس کو بھی چھوڑا جائے،

اور جو نافرمانی باطن کی ہے اس کو بھی چھوڑا جائے، اس لئے کہتے ہیں "وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ" جس طرح بدن پر کوئی نجاست لگی ہوئی پسند نہیں کرتا چہرے پر اس کے کوئلہ کی سیاہی لگ جائے، تارکول لگ جائے، اس کو برداشت نہیں کرتا، اس کو پہلے دھوتا ہے صاف کرتا ہے، اسی طریقہ سے اسکے باطن پر قلب پر اگر کوئی سیاہی لگ جائے تو اس کو بھی برداشت نہیں کرنی چاہئے۔

## گناہ کی وجہ سے قلب پر سیاہ نقطہ

حدیث پاک میں آتا ہے، کہ جب آدمی ایک گناہ کرتا ہے، تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، تو جس شخص کے مزاج میں لطافت ہے وہ تو اس سیاہ نقطہ کو برداشت نہیں کرے گا، چہرے پر سیاہ نقطہ لگ جائے اسکو برداشت نہیں کرتا تو قلب کے سیاہ نقطہ کو کیسے برداشت کریگا، اس کے دھونیکی ضرورت ہے توبہ کرے استغفار کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس نقطہ کو دور فرمادیتے ہیں، قلب کے اندر جلا پیدا ہو جاتا ہے، اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کرتے پر ایک سیاہ دھبہ لگا، دوسرا لگا، تیسرا لگا، یہاں تک کہ بالکل سیاہ ہوگیا، ایسا سیاہ ہوگیا جیسا کہ اسٹیمر ہو، اور انجن کے سامنے بیٹھا ہوا، کوئلہ جھونک رہا ہو، سارا کپڑا سارا بدن اس کا سیاہ اس کو کوئی سیاہی محسوس نہیں ہوئی، اس کے قلب پر اس کا کوئی اثر نہیں کہ میرے بدن پر کوئی سیاہی لگ رہی ہے، اس کو احساس ہی نہیں اسکا، یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے، جو گناہ کر کے توبہ نہیں کرتا لگاتار گناہ کرتے رہتا ہے، یہاں تک کہ نقطے بڑھتے بڑھتے اس کے قلب کو گھیر لیتے ہیں، اور ایسے گھیر لیتے ہیں، کہ اس کا احساس نہیں ہوتا ہے کہ قلب کے اندر کوئی تاریکی ہے کوئی سیاہی ہے، یہی ہے وہ جس کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

"كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (سورۂ تطفیف: ۱۴)

[کوئی نہیں۔۔زنگ پکڑ گیا ہے انکے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔] (ترجمہ شیخ الہندؒ)

جو اعمال کرتے تھے، ان اعمال کیوجہ سے قلب پر اتنا زنگ لگ چکا ہے کہ احساس ختم ہوگیا، یہ تو رات دن کا تجربہ اور مشاہدہ ہے، کہ جو شخص گالی دینے کا عادی ہو یا بار بار گالیاں دیتا رہتا ہو، اس کو اگر کہا جائے بھئی گالی مت دو وہ کہتا ہے میں کیا گالی دے رہا ہوں، اس کو اس کا احساس ہی نہیں کہ میں گالی دے رہا ہوں، جو شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے، رات دن جھوٹ بولتا ہے، مسجد میں جھوٹ بولتا ہے، منڈی میں جھوٹ بولتا ہے، کچہری میں جھوٹ بولتا ہے، دکان پر جھوٹ بولتا ہے، مکان پر جھوٹ بولتا ہے، باپ سے جھوٹ بولتا ہے، بیٹے سے جھوٹ بولتا ہے، اس کو اس کا احساس نہیں کہ میں جھوٹ بولتا ہوں، یہ وہی زنگ ہے جس کی وجہ سے احساس باطل ہو جاتا ہے، نہایت خطرناک چیز ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں:

"وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ"

ظاہر کے ہر گناہ کو بھی چھوڑو باطن کے گناہ کو بھی چھوڑو۔

ظاہر کے گناہ بھی حضرت نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمادیئے ہیں، باطن کے بھی بیان فرمادیئے۔

## صغیرہ اور کبیرہ گناہ

علمائے کرام نے فہرست لکھدی تفصیل کیساتھ کہ یہ گناہ کبیرہ ہیں یہ گناہ صغیرہ ہیں، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بھی مستقل فہرست لکھدی گناہوں کی، صاحب بحر الرائق کا بھی مستقل رسالہ ہے صغائر اور کبائر کی تفصیل کا، اور علامہ ابن حجر مکی ؒ نے ایک مستقل کتاب لکھی ''الزواجر عن الکبائر والصغائر''، جس میں تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو گنوادیا کہ یہ کبیرہ گناہ ہے یہ صغیرہ گناہ ہے، مثلاً زنا کرنا کبیرہ گناہ ہے جو ظاہر بدن سے ہوتا ہے، اور اتنا کبیرہ گناہ ہے کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا اس کے پاس بھی نہ آنا:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا" (سورۂ بنی اسرائیل: ۳۲)

صرف اتنا نہیں فرمایا:

"لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا" زنا مت کرو بلکہ زنا کے پاس بھی مت جاؤ اتنی خطرناک چیز ہے۔

"لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ" (مشکوۃ شریف: ۱/۱۷)

جو زنا کرتا ہے زانی زنا کی حالت میں وہ مؤمن نہیں رہتا، اتنا سخت گناہ ہے، اسی طرح سے شراب پینا گناہ ہے، شراب پینے والوں پر بھی لعنت آئی ہے، چوری کرنے والوں پر بھی، کچھ حقوق العباد ہیں کچھ حقوق اللہ ہیں، غرض پوری تفصیل ہے قرآن پاک میں۔

بہت سارے گناہ احادیث میں مذکور ہیں جن کو فقہاء نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، ان سارے گناہوں کو چھوڑنے کی ضرورت ہے

"وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ"

ظاہری گناہوں کو چھوڑ دو اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑ دو، باطنی گناہ کیا ہے؟

## حسد کی مذمت

مثلاً حسد کرنا کسی شخص کو حق تعالیٰ نے نعمت دی اس کو دیکھ کر جلنا اور یہ تمنا کرنا کہ کاش یہ نعمت اس سے چھن جائے، یہ ہے حسد نہایت خطرناک ہے۔

"وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" (سورۂ فلق: ۵)

پناہ مانگی گئی ہے حاسد کے حسد سے، پھر ہر حاسد اندر ہی اندر جلتا ہے، آگ اسکے سینے میں بھڑکتی ہے وہ پریشان ہوتا ہے، چاہتا ہے کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت باقی نہ رہے، غور کر کے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے حاسد درحقیقت خداوند تعالیٰ سے عداوت کر رہا ہے، یہ جو غیظ کی آگ ہے اس کے سینہ کے اندر حقیقت میں یہ شخص اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا

ہے، اور غصہ ہو رہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت فلاں شخص کو کیوں عطا فرمائی ہے، وہ نعمت حق تعالیٰ کی دی ہوئی ہے، ہر مؤمن کا ایمان ہے جو نعمت بھی کسی کو ملتی ہے حق تعالیٰ کے دینے سے ملتی ہے، جب حق تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کو اپنی کوئی نعمت دی ہے، اور اسے دیکھ کر کوئی شخص جلتا ہے، تو درحقیقت خداوند تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے، اس پر غصہ ہوتا ہے کہ اس نے یہ نعمت فلاں شخص کو کیوں دی "استغفر اللہ" کتنی خطرناک چیز ہے، اس کو چھوڑنا لازم ہے، قرآن پاک میں اس کی مذمت آئی ہے، حدیث شریف میں اس کی مذمت آئی ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بہت ڈرایا۔

## کبر کی مذمت

اسی طریقہ پر کسی شخص کے قلب میں کبر ہے، کبر بمعنے تکبر کا حاصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھنا، اپنے آپ کو برا سمجھے دوسرے کو حقیر وذلیل سمجھے یہ ہے کبر یہ نہایت خطرناک چیز ہے، حدیث قدسی میں موجود ہے:

"اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ" (مشکوۃ شریف: ۲/۴۳۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کبریاء تو میری چادر ہے، یہ بڑائی میری چادر ہے، جو شخص بڑائی کا دعویٰ کرتا ہے، وہ میری چادر چھیننا چاہتا، حق تعالیٰ نے جو صفت اپنے لئے خاص فرمائی ہے، کوئی بندہ اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے، یا اسکا دعویٰ کرتا ہے، تو خداوند تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے، شیطان نے بڑا گناہ کیا تھا، بڑا گناہ تو یہی تھا حق تعالیٰ نے فرمایا سجدہ کرو، آدم علیہ السلام کی طرف رخ کرکے، اس کی طبیعت میں گھمنڈ تھا کہ آدم کو میرے سامنے مٹی سے بنایا اور مجھے آگ سے بنایا آگ تو اشرف وافضل ہوتی ہے، مٹی سے لہٰذا میں کیسے سجدہ کروں آدم کو؟

"اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ" (سورۂ ص: ۷۶)

[مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اسکو بنایا تو نے مٹی سے۔] (ترجمہ شیخ الہندؒ)

# نص کے مقابلہ میں قیاس

خداوند تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اس نے اپنا قیاس لڑانا شروع کر دیا، نہایت خطرناک چیز ہے، قیاس نص کے مقابلہ پر نہیں کیا جا سکتا، قیاس تو درحقیقت نص کی تعمیم کے لئے نص کی ترویج کے لئے ہوتا ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ نص کے احکام پہنچ سکیں، نہ یہ کہ نص کو رد کرنے کے لئے نص کے مقابلہ کیلئے تھوڑے ہی قیاس کرنا ہے، اس لئے کہا گیا:

"اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْس"

سب سے پہلے جس نے نص کے مقابلہ میں قیاس کیا ہے، نص کی تردید کیلئے قیاس کیا ہے، وہ ابلیس ہے، اسی لئے نصوص کے ہوتے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل اپنے قیاس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو منسوخ کرنا چاہے اس کے خلاف کرنا چاہے، اس کو حق نہیں پہنچتا، نصوص کے تابع عقل کو کرنا ہے، نہ کہ عقل کے تابع نص کو کرنا ہے، اس لئے باطن کا گناہ تکبر ہے عقلاً اس سے بھی بچنا ضروری ہے، تکبر اتنی خطرناک چیز ہے کہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ جب تک متکبر کو دوزخ میں جلا جلا کر سارا تکبر نکال نہ دیا جائے گا اس وقت تک جنت میں جا نہیں سکتا اس لئے باطن کے گناہوں کو بھی چھوڑنے کی ضرورت ہے، ظاہر کے گناہوں کو چھوڑنے کی ضرورت ہے، تو دو قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں انسان، ایک تو یہ کہ صرف ظاہری گناہوں کے چھوڑنے پر زور دیکر باطنی گناہوں پر توجہ نہیں دیتے کہ ان کو بس چھوڑنا چاہئے، یہ غلطی ہے کوتاہی ہے، جس طرح سے ظاہری گناہ کا چھوڑنا ضروری ہے، اسی طرح سے باطنی گناہ کو بھی چھوڑنا ضروری ہے۔

# نماز کے احکام سے متعلق بحث

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ منہاج العابدین میں لکھتے ہیں، کہ قرآن پاک میں آیا:

"اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ"

[اور قائم کرو نماز کو۔]

اسکے اوپر فقہا نے مباحث قائم کر دیئے نماز کیلئے فرائض کیا کیا ہیں، واجبات کیا کیا ہیں، سنن کیا کیا ہیں، مستحبات کیا کیا ہیں، مکروہات، مفسدات کیا کیا ہیں، ایک لمبی چوڑی تفصیل کر دی، اور قرآن پاک میں منکر کا حکم ہے، صبر کا حکم ہے، اس کے اندر فرائض لکھے ہیں، نہ واجبات لکھے ہیں، نہ سنن نہ مستحبات لکھے ہیں، وہ بھی نص میں ہے یہ بھی نص میں ہے، لہٰذا دونوں کے متعلق پوری بحث کرنی چاہیئے، تو جہاں تک ایمانیات کا اور عمل کا تعلق ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں چاہیئے احکام ظاہر سے متعلق ہوں چاہے باطن سے متعلق ہوں، دونوں پر ایمان لانا لازم دونوں پر عمل کرنا لازم، بعضے آدمی تو اس غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ظاہری اعمال پر کفایت کر کے باطن سے مستقل غافل ہو جاتے ہیں، اور پھر یہ بھی ہوتا ہے، کہ جن گناہ میں وہ مبتلا ہیں، ملوث ہیں وہ برابر ظاہری اعمال کے کرتے ہوئے، بھی اس گناہ میں ملوث رہتے ہیں چونکہ گناہ ہی نہیں سمجھتے تکبر کو برا نہیں سمجھتے، حسد کو گناہ نہیں سمجھتے جب گناہ نہیں سمجھتے تو ظاہری اعمال کرنے سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قرآن پاک میں ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَر" (سورۂ عنکبوت: ۴۵)

[بیشک نماز روکتی ہے بیحائی اور بری بات سے۔] (ترجمہ شیخ الہندؒ)

نماز روکتی ہے فسادات سے منکرات سے خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف جو چیزیں ہیں ان سے نماز روکتی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں نماز بھی جاری ہے چوری بھی کر رہا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، جھوٹ بھی بول رہا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، سود بھی لے رہا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، شراب بھی پی رہا ہے، یہ سب کیا ہے بات وہی ہے کہ نماز کا حقیقی نماز ہونا یہ تصور کرتے ہوئے کہ نماز گناہوں سے ادائیگی اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے ان سے روکنے کا ارادہ پختہ کرے،

اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرے، تب تو جا کر اسکے او پر اس کے اثرات مرتب ہوں گے ورنہ تو یہ اٹھکر بیٹھ کر صرف ایک ہیئت ہو جاتی ہے، کچھ بھی نہیں ہوتا جیسے کہ سپاہی کو ایک ڈیوٹی مقرر کر دی گئی، فلاں وقت پر فلاں وہ کام کرنا ہے، وہ کر لیتا ہے، اسی طریقہ پر اگر نماز کی اتنی حیثیت رہ جائے تو ظاہر ہے کہ اس پر حقیقی نماز کے اثرات ثمرات کیسے مرتب ہوں گے۔

## روزے کے ثمرات

وہ دوسری بات رہی کہ حق تعالیٰ اس کے ذریعہ سے بھی اس کو دیدار عطا کرا دے، ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص روزہ رکھے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، روزہ ڈھال ہے، نفس وشیطان کے حملہ سے بچنے کیلئے ڈھال ہے، اس سے حفاظت ہوتی ہے، جب تک یہ ڈھال کو خراب نہ کرے، اجاڑ نہ دے آدمی، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا خراب کریں گے پھاڑ دیں گے، کیا مطلب؟ فرمایا کہ روزہ بھی رکھے اور دوسرے گناہ کے کام بھی کرتا رہے، جھوٹ بھی بولتا ہے، غیبت بھی کرتا ہے، چغلی بھی کرتا ہے بہتان بھی لگاتا ہے، گالیاں بھی دیتا ہے، اور گناہ کے کام بھی کرتا ہے، تو روزہ کے جو حقیقی ثمرات تھے، وہ کیسے مرتب ہونگے، اس لئے اس کی اصلاح دشوار ہے، ہاں آدمی روزہ رکھے، جس طرح اللہ کی حلال کی ہوئی روزی سے روزہ رکھا ہے، کھانا پینا جو مباح تھا، اس کو چھوڑا ہے، اللہ کے حکم کی خاطر اسی طریقہ سے جو چیزیں اللہ کی منع کی ہوئی ہیں اور جو پہلے ہی سے حرام ہیں ان کو تو بدرجہ اولیٰ چھوڑ دے روزے کا حق تب جا کے ادا ہوگا، ورنہ حلال چیز سے روزہ رکھتا ہے، اور حرام چیز کو استعمال کر رہا ہے، یہ روزہ کیسا ہے۔

## کیا اصل پردہ دل کا ہے

بعضے آدمی یوں کہتے ہیں صرف باطن صاف ہونا چاہئے، ظاہر میں کیا رکھا ہے، دل

ہمارا ٹھیک ہے، عورتیں پردہ نہیں کرتیں بے پردہ پھرتی ہیں کہتے ہیں اصل پردہ تو دل کا ہے، ظاہر میں کیا رکھا ہے، بات تو بہت ٹھکانے کی کہی ہے کہ اصل پردہ دل کا ہے، لیکن جو دوسرا لفظ بولا ظاہر میں کیا رکھا ہے یہ غلط ہے، ظاہر میں بہت کچھ رکھا گیا ہے، اور اس کے ظاہر ضائع ہونے سے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی ابن ام مکتوم ؓ حاضر ہوئے یہ نابینا تھے، حاضر ہونے کے لئے انہوں نے اجازت مانگی، چونکہ دوسرے کے مکان میں جانیکے لئے یکدم گھس جانا ٹھیک نہیں ہے، پہلے اجازت لینی چاہئے۔

انہوں نے اجازت لی اس وقت حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس دو آپکی ازواج مطہرات میں سے تھیں، امہات المؤمنین، حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا تم پردہ میں ہوجاؤ، ابن ام مکتوم ؓ آرہے ہیں، کہنے لگیں حضور! وہ تو نابینا ہیں وہ ہمیں دیکھیں گے تھوڑے ہی، حضور اقدس ﷺ نے کیا جواب دیا، کیا تم بھی اندھی ہو! اول تو دیکھنا کہ ابن ام مکتوم ؓ صحابی، صحابی کا مقام تقریباً آپ کو معلوم ہی ہے، کتنا بلند مقام ہے، آپ بار بار سنتے ہیں کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ ساری دنیا کے عابد و زاہد، اقطاب و ابدال جمع ہو کر بھی ایک صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے، ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جن میں کسی قسم کا کوئی، احتمال نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان کو انکے قلوب میں محبوب فرمادیا اور تقویٰ عطا فرمادیا، عصیان کو دلوں سے ناپسند کردیا، انکے، پھر ادھر کون ہیں، امہات المؤمنین مسلمانوں کی مائیں ہیں، حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی سے انکا نکاح جائز نہیں ہے، ماں سے کوئی نکاح کرتا ہے۔

"اِتَّقُوا اللہَ"

بالکل نہیں، امہات المؤمنین ہیں، ادھر یہ صحابی ادھر وہ امہات المؤمنین اور پھر حضرت نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس خود تشریف فرما ہیں، ایسی حالت میں شیطان اور نفس کا کچھ کام تھا کہ کوئی غلبہ کرتا وہاں پر بالکل نہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان کو پردہ کیلئے فرمایا،

آج کی کون سی عورت ایسی ہے جو ام المؤمنین ؓ کے درجہ کو پہنچ سکے، اور کون سا مرد ایسا ہے، جو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے درجہ کو پہنچ سکے۔

پھر یہ کہنا چہرہ دل کا اصل ہے ظاہر پردہ ہے، کیا ہوتا ہے یہ غلط ہے، صریح یہ شیطان کی تلبیس ہے، دھوکہ ہے، ہمیشہ اس کے بچنے کی ضرورت ہے، راہِ عمل ہمارے لئے وہی ہے، جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی، اور صحابہ ؓ کو اس راہ پر ڈال دیا، وہی راہ عمل ہے، اس پر چلیں گے تو منزل مقصود تک پہنچیں گے، اس کو چھوڑیں گے تو منزل مقصود تک کیا پہنچیں گے، بھٹکتے پھریں گے، ادھر پہلے یہ تھا کہ عورتیں مسجد میں نماز کیلئے آیا کرتی تھیں، ان کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی تعلیم فرماتے تھے، اور منافقین بھی آیا کرتے تھے، مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے ایک مرتبہ ایک شخص آیا اس نے آکر دیکھا کہ ایک عورت نماز پڑھ رہی ہے، ایک عورت نے آکر کے نماز کی نیت باندھی، اس کے قریب کوئی مرد تھے وہ مرد جلدی سے آگے بڑھ گئے، اور یہ شخص بعد میں آیا اور آکر کے اس عورت کے برابر میں کھڑا ہو گیا، یعنی ایک تو عورت کے قریب سے اتنے بچے کہ آگے بڑھ گئے وہاں نہیں ٹھہرے کہ نماز میں عورت پاس نہ کھڑی ہو، دوسرا اچھی جگہ سے چل کر عورت کے برابر میں کھڑا ہو گیا، تو قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی:

"وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ"

(سورۂ حجر: ۲۴)

[ہم نے جان رکھا ہے آگے بڑھنے والوں کو تم میں سے اور جان رکھا ہے پیچھے رہنے والوں کو۔] (ترجمہ شیخ الہند ؒ)

ہم جانتے ہیں آگے بڑھنے والوں کو بھی اور پیچھے ہٹنے والوں کو بھی، کون کس نیت سے آگے بڑھتا ہے کون کس نیت سے پیچھے ہٹتا ہے۔

ایک شخص نماز پڑھ رہے تھے، اور دونوں گھٹنوں کے درمیان سے سجدہ رکوع میں

جا کر جھک کر دیکھ رہے ہیں، پیچھے کوئی عورت تھی، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں، جیسا کہ آگے سے دیکھتا ہوں، تم لوگ کیا حرکتیں کر رہے ہو، منافقین آتے تھے اس قسم کی چیزیں کیا کرتے تھے، لہذا یہ کہنا کہ باطن صاف ہونا چاہئے دل کا پردہ چاہئے، ظاہری پردہ کی ضرورت نہیں، یہ غلط خیال ہے، اس لئے عورتوں کو پردہ کی ضرورت ہے۔

## دیور سے پردہ

حضرت نبی اکرم ﷺ کے سامنے تذکرہ آیا کیا دیور سے بھی پردہ ہے؟ فرمایا:

"اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ" (ترمذی شریف: ۱/۱۳۹)

دیور تو موت ہے، دیور کسے کہتے ہیں؟ شوہر کے چھوٹے بھائی کو، شوہر کے چھوٹے بھائی کو یہ سمجھتے ہوئے کہ ایک ہی مکان میں رہنا سہنا ہوتا ہے، اپنا ہی بھائی ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا وہ تو موت کی طرح سے ہے، جس طرح سے موت موت پر ڈر ہوتا ہے، بچاؤ کیا جاتا ہے، اسی طریقہ پر دیور سے بچنے کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ غیر آدمی کو جرأت کم ہوتی ہے، بہ نسبت گھر کے آدمی کے۔ اکبر مرحوم نے کہا ہے:

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جس کو سمجھتے تھے کہ بیٹا ہے بھتیجا نکلا

یہ سب نفس کی خواہش ہیں جو شریعت کے احکام میں تبدیلی کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔

## دل کے پردہ کے ساتھ ظاہر کا پردہ بھی ضروری ہے

یہ نفس جو بات سمجھتا ہے کہ اندر کا پردہ چاہئے، ظاہر کے پردے میں کیا رکھا ہے، ارے جب نصوص میں موجود ہے تم کیوں نہیں عمل کرتے، آپ بتایئے کہ اگر کسی مرد سے یہ

کہا جائے تم زنانہ لباس پہن لو، تو کیا وہ تیار ہو جائیگا پہننے کو، نہیں تیار ہوگا، اس کو سمجھاؤ بھئی اندر سے تو تم مرد ہو باہر سے عورت کا لباس ہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے مگر کبھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا چاہے وہ اندر سے کچھ ہو لیکن عورت کے لباس پہننے کو تیار نہیں ہوگا، ایک شخص کے بدن میں پھنسیاں نکلی ہوئی ہیں، پیپ بہہ رہا ہے، بڑے بڑے دنبل نکلے ہوئے ہیں وہ کہتا ہے، اندر بالکل صحیح ہے، ظاہر میں تو کھال میں ایسا ہے، کھال میں کیا رکھا ہے، اندر سے تو صاف ہے، یہ غلط کہتا ہے اندر سے پہلے خون خراب ہوا، مادہ فاسد ہوا تب تو کھال پر ظاہر ہوا، تو جتنے گناہ ہوتے ہیں، پہلے اندر خراب ہوتا ہے، آدمی کا باطن خراب ہوتا ہے تب جا کر گناہ سرزد ہوتے ہیں، اگر باطن میں صفائی موجود ہو تو ظاہر میں گناہ سرزد نہیں ہوں گے، اسلئے ضرورت ہے کہ ظاہر کے گناہوں پر بھی توجہ کی جائے اور باطن کے گناہوں پر بھی توجہ کی جائے تب ہی جا کر تکمیل ہوگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی حال تھا، ذرا ذرا سی چیزوں پر نگرانی رکھتے تھے، ہر چیز کی دیکھ بھال رکھتے تھے، یہ نہ ہو جائے وہ نہ ہو جائے یہ نہ ہو جائے وہ نہ ہو جائے، ایک ایک جزئی کو تلاش کر کر کے اس کے اوپر عمل کیا کرتے اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے مراتب کو بہت بلند فرمایا، جس طرح آدمی کا کرتہ یہ ظاہر ہے اور اس کے اعتبار سے بدن اس کا باطن ہے، کرتے کو بھی صاف رکھا جاتا ہے، اسی طریقہ پر انسان کا جو ظاہری بدن ہے یہ ظاہر ہے، اور اندر قلب ہے روح ہے وہ باطن ہے، تو جس طرح سے اندر سے مادہ فاسدہ پیدا ہوتا ہے، قلب تک پہنچ کر سارے بدن کو خراب کر دیتا ہے، اسی طریقے سے قلب کے اندر مادہ معصیت کا پیدا ہوتا ہے، جسکی وجہ سے اعضائے ظاہرہ سے بھی معاصی کا صدور ہوتا ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تنبیہ فرمائی ہے ہر چیز کے اوپر۔

# غیبت کی ایک صورت

ایک عورت آئی مسئلہ پوچھنے کیلئے پوچھ کر چلی گئی، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس کا تعارف کرایا، تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ چھوٹے قد والی اس سے اشارہ چھوٹے قد کا کیا کیا؟ (اس وقت حضرت اقدس ہاتھ کچھ اوپر کو اٹھا کر اشارہ سے بتلا رہے تھے)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تم نے اسکی غیبت کی حالانکہ تھی وہ چھوٹے قد کی اور کوئی تحقیق مقصود نہیں تھی، لیکن جو کچھ ظاہری الفاظ تھے ظاہری صورت تھی، وہ تو تھی ہی کہ تم نے اسکی تحقیر کی اسکو برداشت نہیں فرمایا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کیا، اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر کی بھی اصلاح فرمائے باطن کی بھی اصلاح فرمائے کہنے سننے والوں کو عمل کی توفیق دے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن۔

❑❑❑

.................................................................................................

# غیر مسلموں میں تبلیغ

یہ بیان بھی جنوبی افریقہ میں ہوا۔
جس میں دعوت وتبلیغ بالخصوص غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت اور فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔

..................................................................................

# غیر مسلموں میں تبلیغ

خطبۂ مسنونہ.........................امابعد!

## دعوت وتبلیغ کی فضیلت واہمیت

حدیث پاک میں ہے:

"مَنْ اَسْلَمَ عَلٰی یَدَیْہِ رَجُلٌ وَاحِدٌ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ"

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۷/۲۸۶، داراحیاء التراث العربی)

جس کے ہاتھ پر ایک شخص بھی اسلام قبول کرلے، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، کتنی بڑی فضیلت ہے کتنا بڑا اجر ہے، جنت کا مل جانا کتنی بڑی نعمت ہے، جس کو اتنا سستا اور سہل بنادیا کہ ایک شخص بھی اگر اس کی محنت سے اسلام قبول کرلے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، لیکن آج یہ محنت چھوڑ دی گئی، خاص کر اس علاقہ میں اس کی بڑی ضرورت ہے، کہ اللہ پاک کی بڑی مخلوق دین سے ناواقف ہے اور ان کی طبیعتوں میں ضد بھی نہیں ہے، ان تک اسلام پہونچایا نہیں جاتا، اگر ان تک صحیح طور پر اسلام کی تعلیمات پہونچائی جائیں تو بہت ان سے توقع ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے تبلیغ شروع فرمائی اور لوگوں کو بتایا کہ معبود صرف ایک ہی ہے، اسکے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کے چچا ابوطالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو منع کردو، اس نے ہمارے بتوں کی برائی شروع کردی، اگر اس کو مال کی ضرورت ہو تو ہم مال جمع کردیں کسی کے پاس اتنا مال نہ

ہوا گر بادشاہت چاہتے ہوں تو ہم اپنا بادشاہ بنالیں، اور اگر عورتوں کی خواہش ہو تو حسین ترین عورتیں لا کر جمع کر دیں، انہوں نے سمجھا کہ ان تین چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے ہی اتنا بڑا کام کیا جا سکتا ہے، اسلئے ان تین چیزوں کے بارے میں آ کر کہا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے تو اس دعوت و تبلیغ کیلئے بھیجا گیا ہے، خالق کائنات نے اسی کیلئے بھیجا ہے اس لئے مجھے نہ دولت کی ضرورت ہے نہ بادشاہت کی نہ عورتوں کی خواہش ہے، اگر ایک ہاتھ میں سورج ایک ہاتھ میں چاند دیدیا جائے میں تب بھی اسکو نہیں چھوڑوں گا۔

دین کی خاطر چلنے میں عموماً یہی تین چیزیں رکاوٹ ہوا کرتی ہیں، رات دن ان ہی چیزوں کے حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں، اور ایسے مشغول رہتے ہیں، کہ یہی چیزیں دین کی خاطر چلنے میں دین کی محنت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ رات دن اسی فکر میں رہتے لوگ اسلام قبول کرلیں، خالق کو پہچانیں، اسکی نعمتوں کا شکر ادا کریں، اور جنت کے مستحق ہو جائیں رات دن اسی فکر میں رہتے۔

## حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تڑپ

مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ رات کو اُٹھے پوری رات ٹہلتے رہے، اور فرماتے تھے ہائے میں کیا کروں؟ اہلیہ کی آنکھ کھل گئی، عرض کیا حضرت کیا بات، کیا درد ہے، کیا پریشانی ہے، فرمایا اللہ کی بندی تو بھی اُٹھ جا، اللہ کیسا منے رونے والی چار آنکھیں ہو جائیں گی، میں نے اُمت محمدیہ کے خون کی نہریں دیکھیں ہیں، اسی غم و فکر میں رہتے۔ آج ہم غور کریں، جس غم کو لیکر حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تھے وہ غم ہمارے اندر کتنا ہے، یہی اصل خزانہ ہے، مال و دولت کوئی خزانہ نہیں، بڑے بڑے مکانات کا ہونا خزانہ نہیں، روپیہ پیسہ کا ہونا خزانہ نہیں، اصل خزانہ یہ ہے۔

..................................................

# حج میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حج میں لوگ جاتے ہیں، اپنے لئے اولاد کیلئے اپنے عزیزوں کے لئے کیا کیا دعا مانگتے ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج میں تشریف لے گئے، دعا مانگی الٰہی میری امت پر قحط مسلط نہ کرنا کہ سب ہلاک ہو جائیں۔

دوسری دعا فرمائی، خداوندا! میری امت پر باہر کا دشمن ایسا مسلط نہ کرنا جو ان کو ہلاک کر ڈالے، دونوں دعائیں قبول ہوئیں، ہم لوگ اپنے اپنے لئے دعائیں کرتے ہیں، اپنی اولاد اپنے عزیزوں کیلئے دعا کرتے ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کیلئے دعا مانگتے ہیں۔

پل صراط پر گزرتے ہوئے سب دعا کریں گے:

"یَارَبِّ سَلِّمْ یَارَبِّ سَلِّمْ"

[اے میرے پروردگار! سلامتی۔ اے میرے پروردگار! سلامتی۔]

مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے:

"یَارَبِّ اُمَّتِیْ یَارَبِّ اُمَّتِیْ" (فتح الباری: ۴۳۸/۱۱، دالفکر)

[اے میرے پروردگار! میری امت۔ اے میرے پروردگار! میری امت۔]

وہاں بھی امت کا غم ہوگا۔

# امت کی طرف سے قربانی

قربانی کا موقع آتا ہے، ہر شخص اپنی طرف سے قربانی کرتا ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قربانی اپنی طرف سے کی ایک قربانی پوری امت کی طرف سے کی، سب کو ثواب پہنچا دیا، امت کا کتنا غم اور فکر تھا، آج ہم کو بھی چاہئے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کریں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانیاں کرتے تھے۔

# حجۃ الوداع میں سو اونٹوں کی قربانی

خود حضرت نبی کریم ﷺ کو قربانی کا اتنا جذبہ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹوں کی قربانیاں فرمایں، ۶۳/ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے، بقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کئے، حالانکہ ایک شخص کے لئے ساتواں حصہ بھی کافی ہوتا ہے، ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے مستقل گائے کی قربانی کی۔

# حضرت نبی کریم ﷺ فکر و غم کو اپنا فکر و غم بنائیں

اسلئے ضرورت ہے حضرت نبی اکرم ﷺ کے فکر کو اپنا فکر بنائیں آپ کے غم کو اپنا غم بنائیں، جو فکر نبی اکرم ﷺ کے اندر تھا وہ جتنا جس کے اندر ہوگا، اتنا ہی وہ مقبول ہوگا۔

جس کی وجہ سے حضرت نبی اکرم ﷺ نے تکلیفیں برداشت فرمائیں گالیاں سنیں، کفار مکہ نے تعلقات بند کر دیئے سب برداشت کیا، کفار نے صحابہ کرامؓ کو ستایا، کوڑے مارے، ابوجہل نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ کی شرمگاہ پر نیزہ مارا کہ ہلاک ہوگئیں، حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو کفار نے زمین گڈھا کر کے اس میں آگ بھر کر اس پر لٹا دیا کہ آگ سے چربی پگھلی جس سے آگ بجھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے جاتے تھے زمین پر گھسیٹا جاتا تھا، کیا قصور تھا ان حضرات کا، یہی کہ وہ ایک خدا کو مانتے تھے، اسی کی دعوت دیتے تھے، اسی وجہ سے ان کو اتنا ستایا جاتا تھا، اور اتنا ستایا کہ قتل کے منصوبے بنائے، وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، اس پر بھی بس نہیں کیا ہجرت کے بعد، وطن چھوڑنے کے بعد بھی چین سے نہیں رہنے دیا مدینہ میں جا کر چڑھائی کرتے رہے کبھی بدر میں، کبھی اُحد میں، کبھی خندق میں جا کر چڑھتے رہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین برابر مقابلہ کرتے رہے، جو غم تھا نبی کریم ﷺ کا وہ کم نہیں ہوا، برابر وہ بڑھتا ہی رہا، اسلئے جو

اللہ کا جتنا قرب چاہے نبی ﷺ کے غم کو اپنا غم بنائے۔

## سب سے بڑا جہاد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اس وقت سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ دل دین کی طلب سے خالی ہیں، ان کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کر دی جائے، تاکہ وہ خود بھی عمل کریں، اور دوسروں کے دلوں میں یہی طلب پیدا کریں، اور جہاد کا مقصد بھی یہی ہے، جہاد یہی نہیں، اصل مقصد تو اللہ کے دین کو بلند کرنا ہے، کہ دین کو غلبہ ہو جائے اتنی محنت اور جدو جہد کی جائے کہ یا تو دین غالب ہو جائے یا خود ختم ہو جائے، قرآن شریف میں ہے:

"وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْيَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْراً عَظِيْمًا" (سورۂ نساء: ۷۴)

[اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے، یا غالب آ جائے ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔] (بیان القرآن)

یہ ہے مقصد انسان کا، اسی کے لئے انسان دنیا میں آیا ہے مغلوب ہو کر رہنے کے لئے دنیا میں مسلمان نہیں آیا۔

اسی لئے ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ہاتھ پر ایک شخص بھی اسلام قبول کر لے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، جنت کو بہت آسان فرما دیا۔

## حاجی عبد الرحمن میواتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر قبول اسلام

دہلی نظام الدین میں حاجی عبد الرحمن صاحب تھے ان کا ایمان بہت قوی تھا، گو باقاعدہ فارغ نہیں تھے، حقہ پیتے تھے، ان کے ہاتھ پر بہت مسلمان ہوئے، انکو اللہ پاک

نے بصیرت بھی ایسی عطا فرمائی تھی، کہ کسی غیر مسلم کو جاتا ہوا دیکھتے فرما دیتے یہ مسلمان ہو جائے گا، اسکے پاس جاتے بات کرتے سمجھاتے اور تھوڑی دیر میں مسلمان ہو جاتا۔

قیامت کے دن رجسٹر کھولا جائے گا کس کے ہاتھ پر کتنے مسلمان ہوئے اس رجسٹر میں بھی تو اپنا نام آنا چاہئے، آج ہم سفر کرتے ہیں، سیر وسیاحت کیلئے، تجارت کیلئے، کاروبار کیلئے، کبھی یہ بھی تو ہو کہ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے سفر ہو، کتنی راتیں کھیت پر گزارتے ہیں، کاروبار میں گزارتے ہیں، سوچیں اللہ کے دین کے لئے کتنی راتیں گذاریں۔

# حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پہاڑی سفر

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ میوات میں تشریف لے گئے، پہاڑی سفر تھا، پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں، وہاں ایک مولانا تھے حضرت مولانا ان کو ماموں کہتے تھے، انکو فکر ہوا کہ اب مولانا چائے کو فرمائیں گے، کہاں سے چائے لاؤنگا، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، ماموں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے کتنے پہاڑوں پر چڑھے ہیں، آج پہلی دفعہ ایک پہاڑ پر چڑھنے کا موقع ملا ہے، اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے، اس طرح ان کے ذہن کو اس طرف لگایا۔

غرض ہر چیز میں یہی سوچ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح زندگی گزاری، یہ کام کس طرح کیا اصل مقصد کیا تھا، زندگی کا اس کیلئے اللہ پاک نے تجارت کی بھی اجازت دیدی، کاشتکاری کی بھی اجازت دیدی، ملازمت کی بھی اجازت دیدی، سونے جاگنے، بیاہ شادی کی بھی اجازت دیدی مگر جو اصل ہے اس کو اصل رکھیں، ان چیزوں کو اصل مقصد بنالینا غلط ہے۔

# فکر کی تبدیلی

کئی سال پہلے یہیں افریقہ میں تبلیغی اجتماع ہونے والا تھا، جن صاحب نے

اجتماع کے لئے جگہ دی تھی، انکو دوسرے لوگوں نے جو اجتماع کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک طبقہ ایسا بھی تھا، جو اجتماع کو پسند نہیں کرتا اور غلایا ان سے میری بھی گفتگو ہوئی، ان سے تذکرہ آیا صحابہ کرامؓ کے دین کے لئے اتنی محنت کی اتنا خرچ کیا، اس نے کہا وہ کامیاب تاجر نہیں تھے، جو دین کے لئے اتنا خرچ کیا، آج یہ ذہنیت بن رہی ہے، دین کے لئے خرچ کرنے کو سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب تاجر نہیں تھے۔

آج دوکانوں کا سلسلہ یہاں سے وہاں تک پھیلا رکھا ہے، اور برابر پھیلاتے جاتے ہیں، اور اس میں رات دن لگے رہتے ہیں، دین کا خیال تک نہیں آتا، حالانکہ تجارت تو حقوق واجبہ ادا کرنے کے لئے تھی اور دین کی اشاعت کے لئے اس نے کہا سمجھ میں آ گیا، ہم راستہ بھول گئے، دوسرا راستہ اختیار کرلیا، یہ اصل راستہ ہی نہیں جو نبی ﷺ کا راستہ تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا راستہ تھا، یہ وہ راستہ نہیں۔

# کرکٹ کا کھیل

ایک شخص نے پوچھا کرکٹ کھیلنا کیسا ہے؟ میں نے اس کو جواب دیا اللہ کے بندے ذرا سوچو، ایک جگہ گولہ باری ہونے والی ہے، ایک شخص کو جہاز لے کر بھیجا کہ وہاں لوگوں کو جلدی جا کر بچاؤ، وہ وہاں جانے کے بجائے راستہ میں کھیل میں لگ جائے اور دشمن ان لوگوں کو ہلاک کرڈالے یہ کھیل میں لگا رہا یہ کیسا ہے؟ یہی حال مسلمان کا ہے، کیا مسلمان اس کے لئے بھیجا ہے، تمہارے ذریعہ کتنوں کی جانیں بچ سکتی ہیں، کتنے لوگ جہنم میں جا رہے ہیں، کوشش کر کے کتنوں کو جہنم سے بچایا جا سکتا ہے، مگر تم لوگ کھیل میں لگ گئے، کمانے میں لگ گئے مکانوں میں لگ گئے، دوکانوں میں، کارخانوں میں لگ گئے، کیا یہ چیزیں قبر میں جائیں گی، کیا یہ چیزیں مرنے سے بچائیں گی، کیا مالدار نہیں مرتے، کیا

قارون نہیں مرا، کتنا مالدار تھا قارون، شداد نہیں مرا جس نے جنت کا نمونہ تیار کرایا، کیا بڑی بلڈنگوں والے نہیں مرتے، کیا ہامان نہیں مرا، حکومت والے نہیں مرتے، کیا فرعون نہیں مرا، کتنی بڑی تھی اس کی حکومت۔

جب مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے، تو کیا یہ چیزیں قبر میں ساتھ جائیں گی، ہرگز نہیں جائیں گی، آج تک کسی کے ساتھ نہیں گئیں، ہاں اعمال ساتھ جانے ہیں، اچھے اعمال ہوں برے اعمال ہوں ساتھ جاتے ہیں، اچھے اعمال ہوں، مرتے ہی انعام شروع ہو جائیں گے، برے اعمال ہیں قبر سے عذاب شروع ہو جائیگا، اور وہ عذاب حشر میں بھی ہوگا، پھر وہ اعمال جہنم میں لے جائیں گے، اور ہر منزل پہلی منزل سے سخت آتی چلی جائے گی۔

## زندگی کا اصلی مقصد

اسلئے ضرورت ہے کہ اپنی زندگی کو اصل مقصد پر لگائیں، جس مقصد پر حضرت نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو لگایا وہ ہر کام سے پہلے سوچتے تھے، اس کام کو حضرت نبی کریم ﷺ نے کس طرح فرمایا، ہر کام سے پہلے سوچئے اسکے بارے میں کیا ارشاد ہے، یہ بھی نہیں سوچتے تھے کہ منع نہیں فرمایا، سکوت فرمایا بلکہ دیکھتے کیا ارشاد فرمایا، اللہ پاک ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، راستہ بہت واضح کر دیا۔

## دعوت و تبلیغ کا حکم

حضرت نبی کریم ﷺ نے سارا دین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عطا فرما دیا، صاف صاف روشن دین جس میں باطل کی بالکل آمیزش نہیں تھی، صاف ستھرا دین جس طرح آسمان سے نازل ہوا اور پھر ان کو حکم فرما دیا:

"اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ" (بخاری شریف: ۱۶/۱، کتاب العلم، حدیث: ۶۸)

جس نے مجھ سے دین سیکھا وہ دوسروں کو پہنچا دیں، آخری خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا، یہ ارشاد سنکر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بڑی جماعت وہیں سے نکلی اور دور دراز ملکوں میں نکل گئے، دین کو پھیلانے کے لئے، زندگی بھر واپس نہیں آئے، سب اسی میں ختم ہو گئے، کیسی مبارک زندگی ان حضرات کی کیا مبارک ذخیرہ انہوں نے کمایا، کتنے مسلمان ہوئے انکے ہاتھوں پر، کتنوں کو گناہوں سے توبہ کرائی کتنے شہروں میں کتنے ملکوں میں پہنچے، اللہ ہی جانتا ہے۔

## حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی عظیم قربانیاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو دین پھیلانے، دین کی تبلیغ کیلئے بھیجا، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنا دیا، ایک نصرانی بادشاہ نے جماعت کو قید کر لیا، عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو اس نے بلایا اور کہا تم نصرانی بن جاؤ، تم کو آدھی سلطنت دیدوں گا، جواب دیا: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه" یہ کیا سلطنت ہے، کیا حیثیت ہے اس سلطنت کی، بادشاہ نے کہا اچھا مجھ کو سجدہ کر لو، آدھی سلطنت دیدوں گا، جواب دیا جو پیشانی اللہ کے سامنے جھکتی ہو وہ غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکتی، اس نے ایک قیدی کو بلایا حکم دیا پانی کھولایا جائے، جب پانی خوب کھولنے لگا حکم دیا اس قیدی کو اس میں ڈالدو، قیدی کو پکڑا کھولتے ہوئے پانی میں ڈالدیا، رویا، چلایا، جل بھن کر ختم ہو گیا، بادشاہ نے ڈرایا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ڈرایا، تم کو بھی اسی طرح کھولتے پانی میں ڈال کر ختم کر دیا جائے گا، جواب دیا جو چاہے کر تجھے اختیار ہے، حکم دیا اس کو بھی اس طرح لے جا کر پانی میں ڈالدو ملازم لے چلے، راستہ میں عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ رونے لگے ملازموں نے بادشاہ کو اطلاع دی، اس نے حکم دیا واپس لاؤ، واپس لائے گئے، پوچھا، کیا دماغ کا کچھ پارہ کم ہوا کچھ سمجھ میں آ گیا، سجدہ کو تیار ہو، جواب دیا نہیں، پوچھا پھر کیوں رو رہے ہو؟ کیا بچے یاد آ رہے ہیں؟ جواب دیا نہیں، کہا کیا یہ فکر ہے

جان کس طرح نکلے گی۔ جواب دیا نہیں، کہا پھر کیوں رو رہے ہو؟ جواب دیا اس لئے رو رہا ہوں، آج اللہ کیلئے جان دینے کا موقع ملا اور میرے پاس یہی ایک جان ہے اسلئے رو رہا ہوں، کاش لاکھ جانیں ہوتیں سب کو اللہ کے لئے قربان کرتا اس لئے رو رہا ہوں۔

بادشاہ نے کہا اچھا میری پیشانی کو بوسہ دیدو چھوڑ دوں گا، فرمایا مجھ کو ہی یا سب ساتھیوں کو بھی، بادشاہ نے کہا سب ساتھیوں کو بھی چھوڑ دونگا کہا بہت اچھا اور بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دیا، بادشاہ نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا، حضرت عبداللہ بن حذافہؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سنایا حضرت عمرؓ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

اس وقت ایسی صورتیں پیش آتی تھیں، آج تو ایسا نہیں ہے، اب تو ایسی صورتیں پیش نہیں آتیں، ضرورت ہے کہ اللہ کے بندوں میں جائیں ان کو دین سمجھائیں، ان تک دین پھیلائیں، اور جو مسلمان بھائی ہیں، ان کے دلوں میں دین کی طلب نہیں، ان کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کریں، ان اجتماعات کا منشاء ہفتہ واری اجتماع ہو یا ماہانہ یا سالانہ اجتماع ہو سب کا یہی منشاء ہے، اللہ کا دین زیادہ سے زیادہ پھیل جائے اس پر محنت کریں گے، اپنا دین بھی صحیح ہوگا، پختہ ہوگا، اور دوسروں کو بھی نفع ہوگا، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، کہنے والے کو بھی سننے والوں کو بھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

❑❑❑

..............................................................................

# تفسیر سورۃ النصر

زیادہ تر مفسرین کے مطابق یہ سورت فتح مکہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی اور اس میں ایک طرف تو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد عرب کے لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ واقعہ بھی یہی ہوا۔

اور دوسری طرف چونکہ اسلام کے پھیل جانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد حاصل ہو جائے گا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے رخصت ہونے کی تیاری کے لئے حمد، تسبیح اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔

..................................................................................

# تفسیر سورۃ النصر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَمَّابَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ○ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا○

[جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے۔ اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو، یقین جانو وہ بہت معاف کرنیوالا ہے۔]

یہ سورۂ نصر ہے اسے سورۂ فتح بھی کہتے ہیں۔ سورۃ التودیع بھی اسکا نام ہے۔

(روح المعانی ۲۵۵/۴، معارف القرآن: ۸۳۵/۸)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر

جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسکو سن کر خوش ہوئے کہ

..........

اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کو سن کر روئے، ان سے پوچھا گیا کیوں روتے ہو؟ رونے کی کیا وجہ ہے اس سورت میں تو فتح کی خوشخبری دی گئی ہے، جواب دیا، اس سورت میں فتح کی خوشخبری ہے؟ یہ پیغام ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات قریب ہے چونکہ حضور اکرم ﷺ کو جس مقصد کیلئے بھیجا گیا تھا، وہ مقصد پورا ہوگیا فتح ہوگئی، لہٰذا اب دنیا میں رہ کر کیا کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلالیں گے، تو اس سورت میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات کی خبر مضمر ہے، حضرت نبی اکرم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق فرمائی ایک روایت میں ہے جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو سنا تو فرمایا کہ اس سورت کے مضمون سے میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ"

جب اللہ کی نصرت آجائے اور فتح ہوجائے اور دیکھیں آپ لوگوں کو کہ داخل ہورہے ہیں، اللہ کے دین میں فوج درفوج جماعت کی جماعت گروہ در گروہ داخل ہورہے ہیں، تو بس آپ اپنے رب کی حمد کیجئے تسبیح کیجئے (مخلوق کی طرف ادھر اُدھر متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں خالق کی طرف کلیۃً متوجہ ہوجائے، اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرتے رہیے، اللہ تعالیٰ بہت زیادہ متوجہ ہونے والے (توبہ قبول فرمانے والے) ہیں، حضور اکرم ﷺ کو اس دنیا میں بھیجنے کا مقصد کیا تھا اسکو اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں بیان فرمایا ہے:

"هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ"

(سورۂ فتح:۲۸)

[اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر تا کہ اسکو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے برا مانیں مشرک۔] (بیان القرآن)

..................................................................................

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی ہدایت اور دین دیکر بھیجا تا کہ اللہ تعالیٰ دین کو ہر دین پر غالب کر دے، کہ جس قدر دین اور جس قدر نظریات دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے ہر دین اور ہر نظریہ پر اللہ کا بھیجا ہوا دین غالب ہو جائے۔

## دین حق کے تمام ادیان پر غالب آنے کا مطلب

تفسیر مظہری میں ہے کہ دین اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرنے کی یہ خوشخبری اکثر زمانوں اور اکثر حالات کے اعتبار سے ہے جیسا کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ روئے زمین پر کوئی کچا پکا مکان باقی نہ رہے گا، جس میں اسلام کا کلمہ داخل نہ ہو جائے، عزت داروں کی عزت کے ساتھ اور ذلیل لوگوں کی ذلت کے ساتھ جن کو اللہ تعالیٰ عزت دینگے وہ مسلمان ہو جائیں گے، اور جن کو ذلیل کرنا ہوگا وہ اسلام کو قبول تو نہ کریں گے، مگر اسلامی حکومت کے تابع ہو جائیں گے، چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا، ایک ہزار سال کے قریب اسلام کی شان وشوکت پوری دنیا پر چھائی رہی، حضرت رسول کریم ﷺ اور سلف صالحین کے عہد مبارک میں تو نور کی تکمیل واتمام کا مشاہدہ ساری دنیا کر ہی چکی ہے، اور آئندہ بھی دلائل حقائق کے اعتبار سے ہر زمانہ میں دین اسلام ایسا مکمل دین ہے، کہ کسی معقول پسند انسان کو اس پر حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا، اس کفار کی مخالفتوں کے باوجود یہ دین حق اپنی محبت ودلیل کے اعتبار سے ہمیشہ غالب ہے، اور جب مسلمان اس دین کی پوری پیروی کریں تو انکا ظاہری غلبہ اور حکومت وسلطنت بھی اسکے لوازم میں سے ہے، جیسا کہ تاریخ الاسلام کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے قرآن وسنت پر پوری طرح عمل کیا تو کوئی دریا ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکا اور یہ پوری دنیا پر غالب آ کر رہے اور جب بھی جہاں کہیں ان کو مغلوب یا مقہور ہونے کی

نوبت آئی ہے، قرآن وسنت کے احکام سے غفلت اور خلاف ورزی کا نتیجہ بد تھا جو ان کے سامنے آیا، دین حق پھر بھی اپنی جگہ مظفر و منصور ہی رہا۔

(معارف القرآن: ۳۶۶/۴)

## حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد

یہ مقصد تھا بعثت کا اور جب وہ دین غالب ہوگیا، نصرت مل گئی، فتح ہوگئی، تو اب وہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے، ہمارے پاس آ جایئے جیسے کسی شہر کے چہیتے افسر کو کسی مہم کیلئے بھیجا جاتا ہے، وہ جاتا ہے اس مہم کو پورا کرتا ہے اور پھر اسکو واپس اپنی جگہ بلالیا جاتا ہے حضور اکرم ﷺ کو دنیا میں اسی لئے بھیجا تھا، حضور اکرم ﷺ نے دنیا میں تشریف لاکر اپنی عملی زندگی میں بھی اللہ کے دین کو ہر دین پر غالب رکھا اور زندگی بھر یہی محنت فرماتے رہے کہ دنیا میں اللہ کا دین ہر دین پر غالب ہوجائے اور اللہ کے بندے اپنی عملی زندگی میں اللہ کے دین کو ہر دین پر غالب کرنے والے بنجائیں۔ (یہی مقصود ہے، اسی کے لئے جدوجہد کرنا ہے، رات دن کی ہر محنت اسی کام کے لئے ہونا چاہئے، انسان کو جتنے قویٰ عطا ہوئے ہیں، جتنی صلاحیتیں عطا ہوئیں ہیں، سب کے سب دین اسلام کو غالب کرنے کیلئے عطا ہوئی ہیں)۔

## فتح ونصرت

دین کا غلبہ ظاہر ہوا فتح سے اور فتح مرتب ہوئی نصرت پر اور نصرت کے معنی ہیں دشمن کے مقابلہ میں مدد کرنا رکاوٹوں کو دور کرنا، دین کے شائع ہونے اور لوگوں کے دین قبول کرنے اور دین کو دوسروں تک پہنچنے میں جو رکاوٹیں تھیں، وہ چند قسم کی تھیں، ان رکاوٹوں کو دور فرمایا یہ نصرت ہوگئی، اور اس نصرت کے بعد فتح حاصل ہوگئی، جب رکاوٹ نہیں

رہی تو پھر فتح ہی فتح ہے، وہ رکاوٹیں یہ ہیں ۔

(۱)...... **پہلا دشمن:** رکاوٹ نفس کی رکاوٹ ہے، جو بڑی رکاوٹ ہے "نفس امارہ" آدمی کو چین نہیں لینے دیتا، گناہ اور اعمال بد اور خواہشات کی طرف آمادہ کرتا ہی رہتا ہے، وہ پرواہ نہیں کرتا کہ میرا مالک ان (اعمال بد وغیرہ) سے خوش ہوتا ہے، یا ناخوش ہوتا ہے، اس کو چونکہ ان چیزوں میں لذت آتی ہے، اس لئے برابر اپنی لذت کے لئے آدمی کو برائیوں کے کرنے پر ابھارتا رہتا ہے ۔

(۲)...... **دوسرا دشمن:** ایک رکاوٹ شیطان ہے، شیطان ہر وقت معاصی کے اندر مبتلا کرنے کی فکر میں رہتا ہے، مرتے دم تک وہ اسی فکر میں لگا رہتا ہے، کہ انسان کو کسی طرح حق تک نہ پہونچنے دے، راستہ میں رکاوٹیں ڈالتا رہتا ہے، ان دونوں دشمنوں کا حال ایسا ہے، کہ نفس کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"اَعۡدَیٰ عَدُوِّكَ نَفۡسُكَ الَّتِي بَيۡنَ جَنۡبَيۡكَ" (الحديث)

(اتحاف السادۃ المتقین:۷/۲۰۶)

تمہارا گہرا اور بڑا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلو کے درمیان ہے، مگر نظر نہیں آتا البتہ اسکے تقاضے اور اس کے مطالبے سب معلوم ہیں، دوسرا دشمن شیطان ہے اس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"اِنَّ الشَّيۡطَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ" (سورۂ یوسف:۵)

[بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ۔]

اور شیطان کو تسلط بھی اتنا دیا گیا ہے، کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"اِنَّ الشَّيۡطَانَ يَجۡرِيۡ مِنَ الۡاِنۡسَانِ مَجۡرَى الدَّمِ" متفق علیہ۔

(مشکوۃ شریف:۱۸)

جیسے خون انسان کی رگوں میں سرایت کرتا ہے، اسی طرح شیطان بھی انسان کی

رگوں میں سرایت کرتا ہے، ایسی عجیب عجیب تلبیسات کرتا ہے، کہ حیرت ہوتی ہے، اتنے بڑے شیطان کو انسان پر مسلط کر دیا گیا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا گیا:

"اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا" (سورۂ نساء: ۷۶)

[(یاد رکھو کہ) شیطان کی چالیں درحقیقت کمزور ہیں۔]

شیطان کا کید بہت ضعیف ہے، انسان ذرا ہمت سے کام لیکر خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نفس کی خواہش کو ختم کر دے، نفس کو کچل ڈالے، شیطان کا مقابلہ کرے، تو پھر شیطان میں اتنی طاقت نہیں کہ انسان کو پچھاڑ دے وہ تو نفس کی مدد کے ذریعہ پچھاڑتا ہے، نفس اندر کا بھیدی اور اندر کا راز دار ہے۔ شیطان اس کے ذریعہ سے کام لیتا ہے، اور جب انسان اس پر قابو پالیتا ہے، تو پھر شیطان بیکار ہو جاتا ہے، کچھ نہیں کر پاتا، پس ان دونوں دشمنوں کا پوری قوت اور ہمت سے مقابلہ کرنا ہے، اور ان کے مطالبہ کو پورا کرنا ہے۔

(۳)...... **تیسرا دشمن:** تیسرا دشمن ہے "کافر" جو علی الاعلان دین کی مخالفت کرتا ہے، اس کے پاس طاقت ہے شوکت ہے، ہتھیار ہیں، فوج ہے، یہ بھی بڑی رکاوٹ ہے۔

(۴)...... **چوتھا دشمن:** ہے "منافق" جو زبان سے اسلام کا اقرار کرتا ہے، اور دل کے اندر کفر بھرا ہوا ہے، ظاہر میں دوستی ہے اور باطن میں دشمنی ہے، مار آستین کے مثل ڈستا رہتا ہے، اور یہ (منافق) کافر سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

(۵)...... **پانچواں دشمن:** ایک پانچواں دشمن ہے، وہ ہے "مبتدع" دین کے اندر نئی باتیں ایجاد کرنیوالا، وہ باتیں اعتقادی ہوں یا عملی ہوں، جو دین نہیں ہے، اس کو دین سمجھنا، یہ پانچ قسم کے دشمن ہیں۔

ان پانچوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، اور ان کے مقابلہ کیلئے اس بات کی ضرورت ہے، کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی نصرت شامل حال ہو، کہ جب تک حق تعالیٰ کی نصرت شامل حال نہ

ہو، انسان ان میں سے کسی کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا، خود حضرت نبی اکرم ﷺ کو ان دشمنوں سے واسطہ پیش آیا اور ان کے مقابلہ کی تدبیریں فرمائیں اور وہ تدبیریں اختیار فرمائیں، اور وہ تدبیریں لوگوں کو بتائیں اور ان میں کامیابی دکھلادی کہ ان کو اختیار کرنے سے اس طرح کامیابی ہوگی۔

## پہلی تدبیر ذکر اللہ

سب سے پہلا دشمن ہے نفس اسکے مقابلہ کیلئے ''ذکر اللہ'' تجویز کیا گیا، جب ذکر اللہ کا غلبہ ہوتا ہے، تو نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔ اس کی خواہش ختم تو نہیں ہوتیں، موجود رہتی ہیں، مگر ان کا زور ٹوٹ جاتا ہے، نفس کی طاقت نہیں رہتی، مضمحل ہو جاتی ہے، پہلے مشائخ اخلاق رذیلہ کی الگ الگ اصلاح فرمایا کرتے تھے، ہر ایک رذیلہ کی اصلاح میں ایک زمانہ گذرتا تھا، مثلاً بخل کی اصلاح میں ایک زمانۂ دراز گذرتا تھا، حسد کی اصلاح کیلئے ایک زمانۂ دراز گذر جاتا تھا، اسی طرح کبر عجب، حرص، وغیرہ ہر ایک کی اصلاح میں دراز زمانہ گزرتا تھا، مگر قویٰ اب کمزور ہو گئے، اوقات میں بھی کمی ہے، جیسے وہ حضرات اپنا وقت نفس کی اصلاح کیلئے صرف کرتے تھے، آج ہمارے پاس اتنا وقت نہیں اور بیس دھندے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اور اس کیلئے جس مجاہدہ کی ضرورت ہے، قویٰ میں ان مجاہدات کے برداشت کی طاقت نہیں، اس واسطے مشائخ متاخرین نے ذکر کو تجویز کیا کہ جب ذکر قلب پر زبان پر غالب وحاوی ہو جاتا ہے، تو یہ اخلاق رذیلہ خود بخود مضمحل اور کمزور وضعیف ہو جاتے ہیں، ختم تو نہیں ہوتے البتہ ان کا جو شر ہے، اور اثر ہے، وہ کمزور پڑ جاتا ہے، ٹوٹ جاتا ہے، اس واسطے مشائخ اپنے مریدین و متعلقین کو بھی کثرت ذکر کی تاکید کرتے ہیں، اور خود بھی ذکر کرتے ہیں۔

# اخلاق باطنہ کی دو قسمیں

اخلاق باطنہ دو قسم پر ہیں، ایک متعلق بالقلب دوسرے بالنفس۔

اخلاق باطنہ بالقلب کا نام اخلاق حمیدہ وملکات فاضلہ ہے، ان کو مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہیں، توحید، اخلاص، توبہ، محبت الٰہی، قوتِ زہد، توکل، قناعت، حلم، صبر، شکر، صدق، تفوض، تسلیم، رضا، فنا، فناء الفنا۔

دوسرے متعلق بالنفس جن کا نام اخلاق رذیلہ ہے اور وہ یہ ہیں، طمع، طول امل، غصہ دروغ، غیبت، حسد، بخل، ریا، عجب، کبر،......حب مال، حبِ جاہ، حب دنیا، ان سے نفس کو پاک کرنے کا نام تزکیہ نفس ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی"، یعنی وہ مراد کو پہنچا جسنے اس جان کو پاک کیا، انہیں اخلاق حمیدہ رذیلہ کو ان شعروں میں جمع کیا گیا ہے۔

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم
نو چیز بنفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقیں
تفویض و توکل و رضا و تسلیم

**ترجمہ**: اگر تو یہ چاہتا ہے، کہ مقام قرب خداوندی میں مقیم ہو تو نو چیزیں اپنے نفس کو تعلیم کر، صبر اور شکر، قناعت، اور علم اور یقین، تفویض، اور توکل و رضا اور تسلیم۔

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ
دہ چیز بروں کن از درون سینہ
حرص مال و غضب دروغ و غیبت
حسد و بخل و ریا کبر و کینہ

**ترجمہ**: اگر تو چاہتا ہے، کہ تیرا دل مثل آئینہ کے صاف شفاف ہو جائے، تو دس

چیزوں کو اپنے اندر سینہ سے نکال دے، حرص اور طول امل اور غضب جھوٹ اور غیبت، اور بخل اور ریا اور تکبر اور کبر۔ (شریعت وتصوف)

## حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کا ذکر

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک سانس میں ایکسو اسی ضربیں لگاتا ہوں، ضعف ہوگیا جس کی وجہ سے سانس نہیں رہا، طاقت ختم ہوگئی اسلئے صرف ۱۸۰ ضربیں لگاتا ہوں، یعنی اس سے زیادہ کی طاقت نہیں رہی۔

## حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر

حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک سانس میں نفی واثبات کی پانچ سو ضربیں لگاتے تھے، یعنی سانس کو اتنی مہلت نہیں لینے دیتے تھے کہ چین میں سانس لے سکے ہر سانس میں ذکر رہتا تھا۔

نفی واثبات سے مراد "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" ہے۔

**پاس انفاس:** ذکر کا اتنا غلبہ کیا مشائخ نے کہ پاس انفاس تجویز کیا کہ جس سے ہر سانس میں ذکر ہوتا ہے، کوئی سانس بھی بلا ذکر غفلت میں نہیں گذرتا۔

## شیطان کا ناک کے بانسے پر رات گذارنا

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ انسان جب رات کو سوتا ہے، تو شیطان اس کے ناک کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

"وَعَنْهُ اَیْ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَتَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ ثَلٰثًا فَاِنَّ

الشَّیْطَانَ یَبِیْتُ عَلٰی خَیْشُوْمِہٖ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ" (مشکوٰۃ شریف:۴۵)

[حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو پس وہ وضو کرے تو چاہئے کہ تین دفعہ ناک جھڑک کر صاف کرلے، اس لئے کہ شیطان اس کی ناک کے بانسہ پر رات گزارتا ہے۔]

اور ہر سانس کے ساتھ اپنا اثر اندر پہنچاتا ہے، جب آدمی سانس لیتا ہے۔ تو شیطان کے اثر سے سانس متاثر ہوکر اندر جاتا ہے، جیسے کسی جگہ پر کولر لگادیا جائے، وہاں کی جو ہوا آئیگی، اس سے متاثر ہوکر آئیگی، ٹھنڈک لیکر آئے گی، اور اگر کہیں گرمی ہو تپش ہو وہاں کی ہوا اس گرمی سے متاثر ہوکر آئے گی، اسی طرح انسان شیطان کے اثر سے متاثر ہوتا ہے، چونکہ شیطان نتھنوں میں بیٹھا ہوا ہے، تو اس کے پاس سے جو سانس ہوکر گزرتا ہے، وہ اسکے قلب کو متاثر کردیتا ہے" کلورافارم" ہوتا ہے وہ ناک کے قریب کرکے، جہاں سنگھایا انسان بیہوش ہوگیا، اسی طرح شیطان بھی سانس کے ذریعہ اپنا اثر اندر پہونچاتا ہے، اور اسے بیہوش کردیتا ہے، لیکن یہاں ایسی بیہوشی نہیں جو کلورافارم میں ہوتی ہے، دین سے غفلت اور دنیا کی رغبت یہ بیہوشی ہوتی ہے۔

## شیطان کا سوت وقت گدی پر تین گرہ لگا دینا

نیز حدیثوں میں آیا ہے کہ جب آدمی سوتا ہے، تو اس گدی پر (جو سر کے آخر حصہ میں ہوتی ہے) شیطان تین گرہ لگادیتا ہے، اور جب آدمی سوکر اٹھتا ہے آنکھ کھلتی ہے اور فوراً کلمہ "لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ لیتا ہے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب اٹھ کر وضو کرلیتا ہے، تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور جب نماز پڑھ لیتا ہے، تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَةِ رَأْسِ اَحَدِکُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثُ عَقَدٍ یَضْرِبُ عَلٰی کُلِّ عُقْدَةٍ عَلَیْكَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ فَاِنْ اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰهَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰی اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طِیْبَ النَّفْسِ وَ اِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ" (مشکوٰۃ شریف:۱۰۸)

[حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شیطان تم میں سے ہر ایک کے سر کی گدی پر جب وہ سوتا ہے تین گرہ لگا دیتا ہے، اور ہر گرہ کے ذریعہ اس کے نفس میں یہ بات ڈالتا ہے مکہ ابھی تو طویل رات باقی ہے سوجا، پس اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے،، اور اگر وضو کر لیتا ہے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر نماز بھی پڑھ لیتا ہے، تو ایک گرہ اور کھل جاتی ہے، پس وہ صبح کو خوش وخرم اٹھتا ہے، ورنہ اس حال میں صبح کرتا ہے، کہ شیطان کی خباثت اسکے اندر ہوتی ہے اور مست ہوتا ہے۔]

شیطان نے جو جال لگایا تھا، انسان کو غفلت میں ڈالنے کیلئے جیسے مچھلی کو پکڑنے کیلئے جال لگایا جاتا ہے، اس نے اس عمل (ذکر، وضو نماز) کے ذریعہ اس کے جال اور تار کو توڑ دیا، جال کو توڑا جائے تو مچھلیاں کیسے قابو میں آئیں گی، سب نکل جائیں گی، اسی طرح جب انسان نے شیطان کے جال کو توڑ دیا تو پھر شیطان کا اس پر قابو نہیں چلتا۔

## عالم کی فضیلت عابد پر

اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا:

"فَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ" (مشکوٰۃ شریف:۳۴)

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدین سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، اسلئے کہ وہ اسکے جال کو توڑنا جانتا ہے، شیطان کے پھندے میں، نہیں آتا بلکہ دوسروں کو بھی اس کے پھندے میں آنے سے روکتا ہے۔

"لان الفقیه لایقبل اغوائه ویأمر الناس بالخیر ویصونهم عن اغوائه" (حاشیہ مشکوٰۃ شریف: ۳۴)

شیطان چاہتا ہے کہ انسان ذکر نہ کرے، اسی واسطے حدیث شریف میں آتا ہے، کہ شیطان انسان کے قلب کے اندر گھستا ہے، لیکن جب قلب کے اندر ذکر اللہ پاتا ہے، تو پیچھے لوٹ جاتا ہے، اسی کو قرآن پاک میں "خناس" کہا گیا ہے، اسلئے شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے، کہ آدمی ذکر نہ کرے، یہ اس واسطے کہ ذکر کی برکت سے ذکر کی قوت سے جو شیطان کا خاص وزیر و معین ہے، (نفس) وہ کمزور پڑتا ہے، اسلئے مشائخ نے تجویز کیا کہ جہاں تک ہوسکے ذکر کی کثرت کی جائے قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

"وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَالذّٰکِرٰتِ الخ" (سورۂ احزاب: ۳۵)

[اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور شاندار اجر تیار کر رکھا ہے۔]

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا" (سورۂ احزاب: ۴۱)

[اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو۔]

تو ذکر اتنا کثیر ہونا چاہئے جس کو حق تعالیٰ کثیر فرمادیں، اور ایک روایت میں آیا ہے، اذکروا اللہ تعالیٰ حتی یقال انہ مجنون، اللہ کا اتنا ذکر کرو کہ دیکھنے والے یہ کہیں کہ یہ باؤلا ہوگیا، یہ پاگل ہے، اس کا دماغ خراب ہے، یہ تو مجنون ہے، اور ذکر محدود نہیں کہ "لا الہ الا اللہ، اللہ اللہ، الا اللہ" ہی تک ہو بلکہ جو بھی طریقہ ذکر کا ہو۔

# صبح وشام کی دعاؤں کا اہتمام

صبح شام مختلف اوقات کی جو دعائیں احادیث میں بتائی گئیں ہیں، انکا اہتمام کرنے والے کو بھی "وَالذّٰاكِرِيْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَالذّٰاكِرَات" میں لکھا ہے۔ الحزب الاعظم، الکلم الطیب، کتاب الاذکار، کتاب الدعوات، حصن حصین، میں حضور اکرم ﷺ سے جو اذکار مختلف اوقات میں منقول ہیں، ان سب کو جمع کر دیا گیا ہے۔

اور دنیا وآخرت کی کوئی خیر ایسی نہیں جس کی دعا حضرت نبی اکرم ﷺ نے نہ مانگی ہو، اور دنیا وآخرت کی کوئی برائی ایسی نہیں جس سے پناہ نہ چاہی ہو، اور جو الفاظ وکلمات حضرت نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہیں انکا "اسرع الی الاجابۃ اور اقرب الی الاجابۃ" ہونا ظاہر ہے۔

اس لئے ان (الحزب الاعظم وغیرہ) کا معمول بنا کر پڑھنا بے حد مفید اور مجرب ہے۔ مشائخ نے ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا ہے، اور اپنے متعلقین کو تاکید فرمائی ہے، اس لئے کہ جب آدمی اپنے مختلف اوقات میں مختلف دعائیں پڑھتا ہے تو پھر وہ کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا اور نفس مغلوب رہتا ہے، ذکر کی ضرب سے بھی مغلوب ہوتا ہے، اور بغیر ضرب کے بھی اوقات مخصوصہ متعینہ میں جو ادعیہ احادیث میں آئی ہیں ان کو پڑھنے سے بھی نفس مغلوب ہوتا ہے، اس لئے اس دشمن (نفس) کے مقابلہ کے واسطے جو تجویز کیا گیا ہے، وہ ذکر ہے، جتنا بھی آدمی زیادہ ذکر کریگا، اسی قدر نفس کی خواہش کمزور پڑتی رہیں گے، نفس دبتا رہے گا، اس دشمن کا علاج (نفس) کا علاج یہ ذکر ہے، اور اس (نفس) کے مقابلہ میں جو نصرت کی گئی ہے، وہ بذریعہ ذکر کی گئی ہے، اور ذکر نفسی ولسانی کے علاوہ ذکر قلبی، ذکر سری، ذکر، روحی وغیرہ بھی تجویز کیا گیا ہے۔

..........

## تقویٰ کا اہتمام

دوسرا دشمن شیطان ہے، شیطان کے مقابلہ کے لئے جس نصرت کی ضرورت ہے وہ تقویٰ ہے، شیطان کوشش کرتا ہے، کہ جہاں تک ہوسکے انسان کو نافرمانی میں مبتلا کردے، کوشش کرتا ہے کہ اس کی نماز، نماز نہ رہے۔ عبادت، عبادت نہ رہے۔ شیطان اختلاس کرتا ہے شیطان نمازی کے سامنے سے گزرتا ہے، اس کی نماز کو خراب کرنے کیلئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے، کہ آدمی جب نماز کی نیت باندھتا ہے تو شیطان آ کر کہتا ہے:

"اُذْکُرْ کَذَا، اُذْکُرْ کَذَا" (مجمع الزوائد: ۲/ ۲۶۲، القدس)

فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر۔ اور وہ اتنا یاد کرتا ہے، کہ وہ بھول جاتا ہے، کہ کونسی رکعت تھی۔

## صحابی کے اپنے باغ کو صدقہ کرنے کا واقعہ

حدیث شریف میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، کہ ایک صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، ان کے باغ میں ایک درخت میں ایک پرندہ تھا، باغ گنجان تھا، وہ پرندہ وہاں سے نکلنا چاہ رہا تھا، مگر پتے اور شاخوں کی کثرت کیوجہ سے پھڑ پھڑا رہا تھا، اسکو راستہ نہیں ملا نماز پڑھتے ہوئے ان کی نظر اس طرف پہونچ گئی، اب یاد نہیں رہا کہ کونسی رکعت تھی، اب انکو افسوس ہوتا ہے، کہ اس باغ میں اس پرندہ کو دیکھ کر خالق کی طرف سے بے توجہی ہوگئی، نماز میں غفلت ہوگئی، کہ رکعت یاد نہیں رہی، کہ کونسی رکعت ہے، لہٰذا یہ باغ اس قابل نہیں رہا کہ اس کو اپنی ملکیت میں رکھا جائے، چونکہ اصل مقصود ذکر اللہ ہے، اللہ کا دھیان ہے اسکی عبادت ہے، جو چیز اس کے ذکر میں مانع ہو اس کو اپنے سے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس باغ کو دور کردیا، اپنی ملکیت سے نکال دیا اسکو صدقہ کردیا۔

اس واسطے شیطان کے مقابلہ کے لئے تقویٰ تجویز کیا گیا، تقویٰ کھانے پینے کی چیزوں میں بھی ہے، کہ انسان حلال و پاک غیر مشتبہ چیز کھائے، حرام ناپاک مشتبہ چیز نہ کھائے، حرام چیز کھاتا ہے، تو اس کے اثرات برے پڑتے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

## ہاتھی کا گوشت نہ کھانے کی نذر

ایک واقعہ لکھا ہے کہ کوئی جہاز جا رہا تھا، اس زمانہ میں جیسے جہاز ہوتے تھے، کشتیوں کے وہ خراب ہو گیا، ٹوٹ گیا، کسی کنارے پر پہونچا، وہاں وہ لوگ اترے وہاں جنگل ہے، کھانے پینے کو کچھ نہیں،، بہت پریشانی ہے، بھوک پیاس کی شدت سے بیچین ہیں، آپس میں مشورہ کیا کہ اللہ کے سامنے منت مان لو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدے تو کیا کام کریں گے، ہر ایک نے اپنے اپنے منشاء کے مطابق منت مان لی، کہ اگر اللہ نے مجھے اس مصیبت سے نجات دیدی تو میں فلاں کام کروں گا۔

ایک صاحب نے منت مانی کہ اگر مجھے نجات مل گئی تو میں کبھی ہاتھی کا گوشت نہیں کھاؤنگا، سب نے اس سے کہا کہ یہ کیا منت ہے، اس نے کہا کہ بھئی میرے دل میں تو یہی آ رہی ہے اور کچھ نہیں، تقدیر الٰہی کہ ایک ہاتھی کا بچہ آیا ان لوگوں نے مل کر پکڑ لیا اس کو ذبح کیا، سبھوں نے اس کا گوشت کھایا، چونکہ سخت بھوکے پیاسے تھے، جن صاحب نے منت مانی تھی انہوں نے نہیں کھایا، رات کو یہ لوگ کھانا کھا کر لیٹ گئے، سو گئے، اس بچہ کی ماں (ہتھنی) آئی اس نے ان سوئے ہوؤں کو سونگھنا شروع کیا، ہر ایک کو سونگھتی تھی، اور ٹانگ پکڑ کر چیر ڈالتی تھی، اس طرح سب کو ختم کر دیا نہ کوئی بھاگ سکا نہ کوئی اس کا مقابلہ کر سکا، اس کے پاس جس نے گوشت نہیں کھایا تھا آئی، ان کا خیال تھا کہ مجھ کو بھی ختم کر ڈالے گی، مگر وہ ان کے پاس پہونچی، ان کو سونگھا اور گوشت کی بو نہ پا کر ان کو کچھ نہیں کہا بلکہ ان کے پاس

بیٹھ گئی، اور اپنی سونڈ کے ذریعہ ان کو اپنے اوپر سوار کرلیا، اور وہاں سے بہت تیزی سے انکو لیکر چلی اور کسی شہر کے قریب لیجا کر اپنی سونڈ کے ذریعہ انکو اپنی کمر سے اتار کر نیچے بٹھادیا یہ سلوک ان کے ساتھ اس لئے کیا کہ ان کے منھ سے بچہ کے گوشت کی بو نہیں آئی، بچہ کی ماں سمجھ گئی کہ اس نے میرے بچہ کا گوشت نہیں کھایا، اس کے منہ سے بچہ کے گوشت کی بو نہیں آتی۔

معلوم ہوا کہ کھانے کے اثرات ہوتے ہیں، سب لوگوں کو اسی ہتھنی نے گوشت کھانے کی وجہ سے ختم کردیا، اور وہی ہتھنی ایک کیلئے حرام گوشت نہ کھانیکی وجہ سے نجات کا ذریعہ بن گئی، حدیث شریف میں ہے:

"كل لحم نبت من حرام فالنار اولیٰ به"

(اتحاف السادۃ المتقین: ۵/۲۲۶)

[جو گوشت انسان کے بدن میں حرام مال سے تیار ہو تو جہنم کی آگ میں جلنے کیلئے وہی زیبا ہے۔]

وہ جہنم میں جلنے کے قابل ہے، جس طرح جن لوگوں نے ہتھنی کے بچہ کا گوشت کھایا تھا وہ بچہ کی ماں کے نزدیک اسی لائق تھے کہ انکی ٹانگ پکڑ کر چیر دی جائے، اور جس نے نہیں کھایا وہ نجات کے قابل تھا۔

## حرام وحلال غذا کا اعمال پر اثر

اسی طرح جو شخص حرام مال سے بچے گا، انشاء اللہ نفع پائیگا، نجات پائیگا، اور جو شخص حرام چیزیں کھائیگا تو وہ چیزیں اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتیں۔

ان کا اثر ضرور ہوتا ہے، اس کا اثر ایک یہ بھی ہوتا ہے، کہ طاعات سے غفلت اور معاصی کی رغبت ہوجاتی ہے، بھلائیوں سے بیزاری اور برائیوں کی طرف توجہ بھی اسکا اثر

ہوتا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ" (سورۂ مومنون: ۵۱)

اے پیغمبر! تم (اور تمہاری امتیں) نفیس چیزیں کھائیں (کہ خدا کی نعمت ہیں) اور (کھا کر شکر ادا کرو کہ) نیک کام کرو، (یعنی عبادت اور) میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔ (تو عبادت اور نیک کاموں پر ان کی جزا اور ثمرات عطا کروں گا۔)

اس آیت میں طیبات سے مراد صرف حلال چیزیں ہیں، جو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے پاکیزہ و نفیس ہیں، اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے، کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اپنے اپنے وقت میں دو ہدایات دی گئی ہیں، ایک یہ کہ کھانا حلال اور پاکیزہ کھاؤ، دوسرے یہ کہ نیک عمل کرو، اور جب انبیاء علیہم السلام کو یہ خطاب کیا گیا، جن کو اللہ تعالیٰ نے معصوم بنایا ہے، تو ان کی امت کے لوگوں کیلئے یہ حکم زیادہ قابل اہتمام ہے، اور اصل مقصود بھی امتوں ہی کو اس حکم پر چلانا ہے، علماء نے فرمایا ہے کہ ان دونوں حکموں کو ایک ساتھ لانے میں اسطرف اشارہ ہے کہ حلال غذاء کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے جب غذا حلال ہوتی ہے، تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے، اور غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں، حدیث شریف میں ہے، کہ بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں، اور غبار آلود رہتے ہیں، پھر اللہ کے سامنے دعا کیلئے ہاتھ پھیلاتے ہیں، اور "یارب، یارب" پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے، پینا بھی حرام ہوتا ہے، لباس بھی حرام سے تیار ہوتا ہے، اور حرام ہی کی ان کو غذا ملتی ہے، ایسے لوگوں کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔ (قرطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور دعا کے قبول ہونے میں حلال کھانے کو بڑا دخل

ہے، جب غذا حلال نہ ہوتو عبادت اور دعا کی مقبولیت کا بھی استحقاق نہیں رہتا۔

(معارف القرآن: ۶/۳۰۴)

اسی وجہ سے گوشت کھانے کے شریعت نے جو جانور مقرر کئے ہیں، کہ کون سے جانور کا گوشت کھا سکتے ہیں، وہ وہی ہیں، جو انتہائی پاکیزہ اور صاف ستھرے ہیں۔

## جانوروں کے حلال وحرام ہونے کی حکمت

اس پر ایک واقعہ یاد آیا، کانپور کے قیام کے زمانہ میں محلہ کے پوسٹ مین نے کہا کہ ہمارے افسر آپ سے ملنا چاہتے ہیں، میں نے کہا، اچھی بات ہے، افسر غیر مسلم تھا، اگلے روز آیا، اورآ کر اپنی بات شروع کی گوشت کے بارے میں کہ مسلمان گوشت کیوں کھاتے ہیں، میں نے کہا کہ بھئی دیکھو! پیداوار کے طبقات پرغور کرو تو معلوم ہوتا ہے، کہ گوشت کھانا عین تقاضہ کے مطابق ہے، خلاف نہیں، اسلئے کہ دنیا میں جتنی چیزیں موجود ہیں اور نظر آتی ہیں، وہ سب اجسام کہلاتی ہیں، ان کے مقابلہ میں ارواح ہیں، ارواح یہاں نظر نہیں آتیں، اجسام نظر آتے ہیں، اور اجسام سے ہی گفتگو کر رہا ہوں، اجسام کہاں ہیں؟

## عناصر اربعہ

اجسام میں چار چیزیں ہیں، آگ، باد، خاک، آتش، انکو عناصر اربعہ کہتے ہیں، ان چاروں میں الگ الگ میں خود بخود بڑھنے کی صلاحیت نہیں ہے، جب مرکب ہو جاتے ہیں تو مرکب کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)......مرکب تام۔

(۲)......مرکب ناقص۔

مرکب ناقص جس میں بعض عناصر ہوں جیسے دھواں، غبار، بھاپ ان میں سب

عناصر نہیں بعضے ہیں۔

مرکب تام جن میں چاروں عناصر موجود ہوں، پھر مرکب تام کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)......**جمادات:** جن میں بڑھنے کی صلاحیت نہیں، ان کو جمادات کہا جاتا ہے، وہ جس حال میں ہیں اسی حال میں رہتے ہیں، ان کے اندر ترقی نہیں۔

(۲)......**نباتات:** جن کے اندر بڑھنے کی صلاحیت ہے ان کو نباتات کہا جاتا ہے، انکے اندر رگیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ پانی کو کھینچتی ہیں، ہوا کو کھینچتی ہیں، ان میں صلاحیت ہے کہ عناصر اربعہ کو اپنی غذا بنائیں، تو یہ عناصر اربعہ ماتحت ہیں، ان سے مافوق ہیں، جمادات اور جمادات سے مافوق ہیں، نباتات۔

تو قدرت نے انہیں نباتات کی غذا بنادیا جمادات کو بھی اور عناصر اربعہ کو بھی بلکہ نباتات میں سے بعض کو بعض کی غذا بنادیا چنانچہ بعض درخت دوسرے درخت کو کھا جاتا ہے۔

پیپل ہے چڑھتا ہے تو اینٹوں کو دیواروں کو کھا جاتا ہے، دوسرے درخت پر چڑھتا ہے، مغلوب کرکے اسکو بھی کھا جاتا ہے، اور بھی بعض درخت دوسرے درخت کو کھا جاتا ہے، اور اس کو مغلوب کر دیتا ہے، تو ایک درخت کی غذا دوسرے درخت کو بنایا اور اس درخت کی غذا پانی کو بنایا، مٹی کو بنایا، ہوا کو بنایا، حرارت آگ کو بنایا، غرضیکہ ماتحت چیزوں کو اس کی غذا بنایا تو ماتحت کو مافوق کیلئے قدرت نے غذا بنایا ہے، کوئی اپنے اختیار سے نہیں بنا۔

اس کے بعد نباتات سے اوپر چل کر درجہ ہے حیوانات کا چونکہ نباتات میں اتنی قوت نہیں ہے، کہ غذا، بعیدہ کو حاصل کر سکیں، پانی قریب ہوگا، تو پانی کو حاصل کر سکتے ہیں، جو مٹی قریب ہے اس کو حاصل کر سکتے ہیں، اور اگر یہ چیزیں دور ہوں، تو دور سے ان کو حاصل نہیں کر سکتے، تو ان سے اوپر اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو بنایا، حیوانات کی غذا جمادات بھی

ہیں، نباتات بھی ہیں، ان سب کو حیوان کی غذا بنایا، عناصر اربعہ بھی حیوانات کی غذا ہیں، اور نباتات بھی حیوانات کی غذا ہیں، لیکن ہر نباتات ہر حیوان کی غذا نہیں ہے، قدرت نے حیوانات میں اتنی صلاحیت رکھی ہے، کہ جو نباتات ان کیلئے مضر ہیں، جس میں سمیت ہے اسکو یہ نہیں کھاتے، انہوں نے کہیں ڈاکٹری پڑھی نہیں لیکن اس کے باوجود قدرت نے ان کے اندر شعور رکھا ہے، کہ اس چیز کو اپنی غذا نہیں بناتے جوان کے لئے قاتل اور مضر ہے۔ نقصان دہ ہے، اور جس طرح عناصر اربعہ اور نباتات حیوانات کی غذا ہیں، اسی طرح حیوانات میں سے بھی بعض کو بعض کی غذا بنایا ہے، چونکہ حیوانات کی دو قسمیں ہیں: (۱) سباع (۲) بہائم۔

**سباع:** وہ جن کے اندر قوت غضبانیہ غالب ہے، بہائم وہ جن کے اندر قوت شہوانیہ غالب ہے، بلی کے لئے چوہے کو غذا بنادیا، شیر کے لئے ہرنی کو غذا بنادیا، مکڑی کے لئے مکھی کو غذا بنادیا، کہ جال میں مکھی کو بند کر کے، اتنا پھانس دیتی ہے، کہ مکھی کچھ نہیں کر پاتی، بے بس ہو جاتی ہے، اور مکڑی اس کو کھالیتی ہے، تو حیوانات کی غذا بنایا نباتات کو بھی جمادات کو بھی، اور بعض حیوان کو بھی بعض حیوان کی غذا بنایا۔

اس کے بعد حیوانات کے اوپر درجہ ہے، انسان کا اس تفصیل سے اب آپ کی خود بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا، کہ انسان کے لئے غذا بنائی گئی ہے، نباتات بھی جمادات بھی، حیوانات بھی، یہ سب چیزیں انسان کی غذا بنائی گئیں، چونکہ انسان ان سب سے مافوق ہے، اور یہ سب چیزیں انسان کے ماتحت ہیں، تو جس طرح گاجر اور مولی کو انسان کیلئے غذا بنایا، اسی طرح بکری اور گائے کو بھی انسان کی غذا بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر ان سب پر فوقیت عطا فرمائی اور ان سب پر حاوی و غالب بنایا۔

**حیوان:** دشمن سے بھاگتا بھی ہے، اپنی حفاظت بھی کرتا ہے، موقع ملنے پر دشمن پر

حملہ آور بھی ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت عطا فرمائی کہ بڑے سے بڑے حیوانات کو اپنے قابو میں کرلیتا ہے، ہاتھی کو اپنے قابو میں کرلیتا ہے، شیر کو اپنے قابو میں کرلیتا ہے، چیتے بھیڑئے کو اپنے قابو میں کرلیتا ہے، سانپ بچھو کو اپنے قابو میں کرلیتا ہے، چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی ہے، طاقت عطا فرمائی ہے، اعلیٰ درجہ کی تدبیر عطا فرمائی ہے، غرضکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ان سب سے مافوق بنایا ہے، اور حیوانات وغیرہ کو انسان کے ماتحت اور تابع بنایا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی غذا جس طرح نباتات کو بنایا اسی طرح حیوانات کو بھی انسان کی غذا بنایا، اور جس طرح جانوروں میں ایک جانور کو دوسرے جانور کی غذا بنایا اور ہر جانور کو ہر جانور کی غذا نہیں بنایا، جس طرح ہر گھاس ہر جانور کی غذا نہیں کوئی گھاس کوئی جانور کھاتا ہے، کوئی گھاس کوئی جانور کھاتا ہے، کوئی گھاس اس کو کوئی جانور بھی نہیں کھاتا، اسی طریقہ پر یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ہر حیوان کو انسان کی غذا نہیں بنایا، بلکہ اسکو شعور عطا فرمایا ہے، کہ ان میں کون مفید ہے، کون مضر ہیں، جانورں کے خواص کو بتایا ہے، کہ کس جانور کے کھانے سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو جانور ایسے ہیں کہ انکے کھانے سے اچھے اور مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کی اجازت دی ہے، اور جن کے کھانے سے برے اور مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کی ممانعت فرمادی، پس جانور کو کھانا، ان کو ذبح کرنا تقاضۂ فطرت کے عین مطابق ہے، ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس طرح پر فرمایا ہے کہ انسان کی غذا بنیں، اس میں تو سوال کی کوئی گنجائش ہی نہیں، اس نے کہا اچھا یہ بتائے کہ بعضے جانوروں کو کھاتے ہیں، اور بعضے نہیں کھاتے، اسکی کیا وجہ؟ کھایا جاتا تو سب کو کھایا جاتا، نہ کھایا جاتا تو کسی کو بھی نہ کھایا جاتا، اسکی کیا وجہ ہے کہ بعض کو کھاتے ہیں، اور بعض کو نہیں کھاتے ہیں، میں نے کہا ابتک آپ سمجھے ہی نہیں، جو جانور مفید ہیں ان کو کھاتے ہیں جو نقصان دہ ہیں انکو نہیں کھاتے، سُور نقصان دہ ہے، اسکو نہیں کھاتے، بکری نقصان دہ نہیں ہے، اسکو کھاتے ہیں، سور کے

گوشت کی تاثیر بے شرمی اور بے حیائی ہے، جو قومیں سور کھاتیں ہیں انکے اندر بے حیائی پائی جاتی ہے، ان کے اندر کسی قسم کی شرم وحیاء باقی نہیں رہتی اسکے گوشت میں غلاظت کا اثر بھی ہوتا ہے، جو کھانے والے کو متاثر کرتا ہے، اسلئے اسکے کھانے کی ممانعت ہے، اس نے کہا ہم نے دیکھا ہے کہ گائے بھی غلاظت کھاتی ہے، میں نے کہا: ہاں! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی گائے نے اتفاقیہ غلاظت کھالی تو جو اس نے بقیہ گھاس چارہ کھایا ہے، اس کیوجہ سے غلاظت کا اثر بھی ختم ہوگیا، لیکن اگر کسی گائے کی غذا ہی غلاظت بن جائے تو پھر اسکا کھانا بھی درست نہیں بلکہ ناجائز ہو جاتا ہے۔

## حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی گائے کی قربانی

ہمارے یہاں قربانی کیجاتی ہے، قربانی کا اہتمام ہوتا ہے، ہمارے ایک بزرگ تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قربانی کے لئے گائے خریدتے سال بھر تک گائے کی خدمت کرتے، خود اپنے ہاتھ سے اس کو نہلاتے، گھاس چارہ ڈالتے سانی کرتے، اور گائے کو بھی اتنی محبت ہو جاتی تھی، کہ جب سبق پڑھانے کیلئے مدرسہ کیلئے چلتے تو گائے بھی پیچھے پیچھے آتی حضرت درسگاہ میں تشریف لیجاتے اور گائے صدر دروازے کے سامنے بیٹھ جاتی، اور برابر وہیں بیٹھی رہتی جب سبق سے فارغ ہو کر بارہ بجے واپس تشریف لاتے تو گائے بھی ساتھ ہو جاتی، گائے کو بھی اتنا تعلق ہو جاتا تھا، اور پھر جب بقرہ عید کا وقت قریب آتا تو بجائے گھاس کے دودھ جلیبیاں کھلاتے تھے، پھر اس کے مہندی لگاتے تھے، اس پر پھول بناتے تھے، قسم قسم سے اس کو آراستہ کرتے تھے، اس کے بعد بقرعید میں عید کی نماز پڑھ کر آتے اور اس کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے اور ذبح کرتے وقت دو چار آنسو بھی ٹپکا دیتے اس کے بعد اگلے سال کے لئے پھر دوسری گائے خرید لیتے تھے، پھر سال بھر تک اس کی خدمت کرتے تھے، اور پہر اسی طرح آئندہ سال اس کو ذبح کرتے

،اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

"لَنۡ تَنَالُوۡا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ" (سورۂ آل عمران: ۹۲)

[تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہر گز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لئے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔]

محبوب چیز کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنیکا حکم ہے اسکے بغیر کامل بھلائی نہیں ہوتی اسلئے قربانی کے جانور سے اتنی محبت کرتے۔

وہ صاحب کہنے لگے ہاں! یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ واقعی وہ اللہ ہی کے واسطے ایسا کرتے تھے، مگر یہ جو لوگ رات دن کھاتے ہیں، میں نے کہا کہ کھانے کا مسئلہ میں پہلے ہی حل کر چکا ہوں، رہا یہ کہ جو گائے کبھی غلاظت کھالے تو اس کو ذبح کر کے کھانے کی کیوں اجازت ہے، تو تعجب ہے؟ جو لوگ گائے کے پیشاب کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، وہ گائے کی ذراسی غلاظت کھالینے کے بعد جبکہ وہ تحلیل ہو کر ختم بھی ہو جائے اس کے ذبح کر کے کھانے سے بے قرار ہوتے ہیں۔

اس نے کہا اچھا میں بات کو ختم کرتا ہوں! اسلئے کہ ہوسکتا ہے، کہ آپ کو کچھ ناگواری ہو، میں نے کہا مجھے ناگواری نہیں ہوگی، مگر آپ کو ناگواری پیدا ہونا شروع ہو ہی گئی ہے، اس لئے آپ کو اختیار ہے،! چاہے بات جاری رکھیں چاہے ختم کر دیں۔

## شیر کی کھال پر بیٹھنا

بہر حال جانوروں کے کھانے کے بھی اثرات ہوتے ہیں، یہاں تک کہ فقہاء نے لکھا ہے، کہ شیر کی کھال پر بیٹھنا بھی مکروہ ہے کسی نے شیر کا شکار کیا اس کی کھال اتار دی دباغت دیکر اس کا مصلی بنایا، اس پر بیٹھنا بھی مکروہ ہے، اس لئے کہ اس پر بیٹھنے سے سبوعیت (درندگی) کے اثرات اس کے اندر پیدا ہوتے ہیں، پس جب کھال پر بیٹھنے تک کے

اثرات ہوتے ہیں، تو انکے گوشت کھانے کے اثرات کیا کچھ نہ ہونگے، لامحالہ ضرور ہونگے اس لئے حرام چیزوں سے بچنے کی زیادہ ضرورت ہے، شیطان دین کے ہر راستہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے، لیکن اگر کسی کے پاس تقویٰ ہو تو شیطان کچھ نہیں کرسکتا۔

## شیطان کے چیلے اور شاگرد

شیطان انسان کو بھی اپنے کام میں (لوگوں کو گمراہ کرنے میں) استعمال کرتا ہے، اس لئے اس کی تدبیروں کو حیلوں کو بہت زیادہ سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے، کسی نے دیکھا کہ کوئی پڑا سو رہا ہے کسی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی، اس سے معلوم کیا کہ تو کون ہے؟ اس نے بتایا کہ میں شیطان ہوں، اس نے پوچھا کہ کیا تجھے بھی سونے کی فرصت ملجاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں! اب کام زیادہ نہیں رہا، انسانوں میں بہت سے میرے شاگرد چیلے ہیں، جو میرا کام انجام دیتے ہیں، وہ میری ذمہ داری پوری کرتے ہیں، اس لئے مجھے سونے کی فرصت ملجاتی ہے، اس لئے بہت سے انسانوں کے مکائد سے بھی بچنے کی ضرورت ہے (کہ وہ الہ شیطان ہوتے ہیں) مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

[بہت سے ابلیس انسان کی شکل میں ہوتے ہیں، اس لئے ہر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیدینا چاہئے۔]

انسانوں کے ذریعہ سے ہونیوالے مکائد شیطان سے حفاظت بھی تقوی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اولیائے کاملین پر بھی یہ شیطان پھندے ڈالتا ہے، اور انکو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، شیطان بہت حیلوں تدبیروں سے واقف ہے ہر کسی کو گمراہ کرنیکی تدابیر اسی کے مناسب کرتا ہے، بزرگوں اور اولیاء کو بزرگی اور ولایت کے مناسب حیلہ اور تدبیر سے

گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

## شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر شیطان کا حملہ

سید الطائفہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو محسوس ہوا کہ خاص مقام قرب حاصل ہے۔ انوار و برکات کی بارش ہو رہی ہے، اسی حال میں پیاس محسوس ہوئی تو فوراً ایک صورت نمودار ہوئی جس کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ اسمیں چھلکتا ہوا پانی غیب سے انکے پاس چیزیں آیا ہی کرتی تھیں، اسی نوع کا یہ پانی سمجھتے ہوئے پینے کا ارادہ فرمایا، پھر خیال آیا سونے کے برتن کا استعمال کرنا تو ناجائز ہے، رک گئے، پھر جی میں بات آئی جسکو سمجھے کہ اوپر سے ہے وہ یہ کہ حرام کرنے والا کون ہے ہم نے ہی حرام کیا ہم ہی دے رہے ہیں، نہیں لوگے تو کفران نعمت ہوگا، پکڑے جاؤ گے تب پھر یہ خیال آتا ہے، کہ یہ تو تلبیس ابلیس ہے شریعت محمدیہ میں نسخ نہیں نہ استثناء ہے، اتنے بڑے بزرگ کو پھانسنے کیلئے یہ عجیب جال تیار کیا تھا، مگر بیکار گیا، فوراً "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" پڑھا۔ کی ایسی گولی لگی کہ بھاگا اور کہتا ہوا گیا کہ اتنے اولیاء اللہ کو اس مقام پر لا کر میں نے جہنم میں ڈالا ہے تو اپنے علم کے زور سے نکل گیا۔ انہوں نے فرمایا! غلط کہتا ہے علم کے زور سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے بچا، اسمیں بھی حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ تھا، بفضل الٰہی حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ اس پر متنبہ ہوئے، اور فرمایا لعین! اب بھی حملہ کرنے سے باز نہیں آیا، علم سے کیا بچتا اپنے مولیٰ کے فضل سے بچ گیا، تو دیکھو شیطان نے کیسا پرفریب جال ان کے بہکانے اور گمراہ کرنیکا بچھایا، اسلئے شیطان کی خفیہ تدابیر پرفریب مکائد سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے، جسکے لئے ڈھال تقویٰ ہے۔

..........

# خارجی دشمن کے مقابلے کے لئے جہاد

ایک دشمن کافر! جو خارج میں قوت وشوکت والا تلوار اور بندوق والا ہے اس کے مقابلہ کیلئے جہاد تجویز ہوا، حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس دشمن کا مقابلہ جہاد کے ذریعہ سے کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت جانبازی سے جہاد کیا اور دشمن کا مقابلہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا جذبہ سرفروشی کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب میں عطا فرمایا تھا، کہ اس کی مثال ملنی دشوار ہے۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہمارے پاس تلواریں نہیں ہیں، ہم خالی ہاتھ ہیں، دشمن کے پاس تلواریں ہیں، انہوں نے خالی ہاتھ رہ کر مقابلہ کیا، انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ دشمن کے پاس فوج زیادہ ہے، ہمارے پاس فوج کم ہے آلاتِ جنگ موجود نہونے کے باوجود انہوں نے مقابلہ کیا چونکہ ان کی نظر اللہ پاک کی ذات عالی پر ہوتی تھی، وہ سمجھتے تھے نصرت وفتح شکست وہزیمت سب اسی کی طرف سے ہے، گو حسب امکان اسباب بھی اختیار کئے مگر ان کو اسباب ہی سمجھا، اسباب ہی کے درجے میں رکھا، اسلئے انہوں نے کبھی اسباب کی پرواہ نہیں کی۔

# مومن کی بہادری اور کافر کی بزدلی کی وجہ

ایک مرتبہ ایک شخص نے کلکتہ میں دریافت کیا کہ ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، جب مسلمانوں کی فوج اور جہاد کا نقشہ ہم دیکھتے ہیں، تو مسلمانوں کے پاس آدمی کم ہتھیار کم،

حفاظت کا انتظام کم، سواریاں کم اس کے بالمقابل دشمن کے پاس آدمی زیادہ، ہتھیار زیادہ سواریاں زیادہ ہر قسم کے سامان زیادہ لیکن جب مقابلہ ہوتا ہے، تو دشمن جو مقابل ہے، تو فوج کی کثرت اور بڑی طاقت کے باوجود اس کارخ تو پیچھے کی طرف ہوتا ہے، وہ بھاگتا چلا جاتا ہے، اور مسلمان آدمیوں کی قلت اور بے سروسامانی کے باوجود آگے ہی کو بڑھتا چلا جاتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا اس کی وجہ آپ سمجھے نہیں! اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے، مسلمان کا مقصد ہے اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کر کے شہید ہو جانا۔

مسلمان اس مقصد کو ڈھونڈھنے کیلئے نکلتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دشمن کے جتھے میں گھس جانے سے اسکی صفوں میں پہونچ جانے سے مقصد حاصل ہو جائیگا، شہادت حاصل ہو جائیگی، لہٰذا وہ اپنے اس مقصد کی طلب وجستجو میں آگے بڑھتا چلا جاتا ہے، اور دشمن کا مقصد ہے اپنی جان کو بچانا کہ کسی طرح میں بچ جاؤں چاہے سب مرجاویں، وہ اپنا مقصد ومطلب پاتا ہے۔ پیچھے بھاگنے میں، اس لئے اپنی جان بچانے کی خاطر برابر پیچھے بھاگنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، چونکہ ہر ایک اپنے مقصد کی طرف دوڑا کرتا ہے، اس کے کچھ نمونے دیکھنے ہوں تو شاہان اسلام اور خلفاء عراق کی زمانہ کے حالات پڑھئے۔

## حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایرانیوں سے جنگ کا نقشہ

جس وقت ایران میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا واقعات تو بہت طویل ہیں جنکا نہ سنانا مقصود ہے اور نہ سنانے کا وقت ہے، مختصر سی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت تیس ہزار تھی،...... تیس ہزار فوج بھیجی اور تیس ہزار خونخوار ہاتھی بھیجے، ماہان ارمنی کی طرف سے جو کمک پہونچی وہ بتیس لاکھ فوج کی تھی، اور یہاں مسلمانوں کی تعداد کل تیس ہزار تھی، دونوں فریق کی جنگ شروع ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ جنگ کا پورا نقشہ میرے پاس بھیجو، کہ کون کس دستہ پر ہے اور کون دستہ کس جانب ہے، اس طریقہ پر بھیجو کہ گویا میں یہاں سے دیکھ رہا ہوں، چنانچہ اسی طریقہ پر نقشہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا آدمیوں کی کثرت کا ہرگز خیال مت کرو، ان کو بالکل نگاہ میں مت لاؤ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا خود یہ حال تھا کہ کمر میں دنبل نکلے ہوئے ہیں، فوج کی کمان کرتے تھے، ایک ایک شخص پر نظر رکھتے تھے، فلانے تم اوپر کو بڑھو! فلانے تم میری طرف کو آؤ! اس طرح مکمل کمان فرما رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ تیس ہزار ہاتھی میدان میں آ گئے ہیں، جو پیچھے سے دم بھی اُٹھائے ہوئے ہیں، اور سونڈ بھی اٹھائے ہوئے ہیں، لمبے لمبے دانت ان کے باہر نکلے ہوئے ہیں، اور ان کے مالک عجیب عجیب قسم کے تاج پہنے ہوئے ہیں، ہتھیار لگائے ہوئے ان کے اوپر ہودج میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

## عرب کے گھوڑے کا ہاتھی سے گھبرانا

عرب کا گھوڑا ہاتھی سے گھبراتا ہے، اس لئے مجاہدین کے سب گھوڑے بہت گھبرا رہے ہیں، وہیں سے فرمایا گھوڑوں کو پیچھے رکھو! گھوڑے سوار گھوڑوں سے اتر جائیں، پیدل چل کر حملہ کریں، سب سے پہلے دستہ کے سپہ سالار آگے بڑھے، ان کے ہاتھیوں میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا، جو بہت پرانا اور متبرک سمجھا جاتا تھا، کہ جس فوج اور جنگ میں وہ جاتا ہے، اس میں کامیابی ہوتی ہے، انہوں نے سب سے پہلے بڑھ کر اسی ہاتھی پر حملہ کیا اسکی سونڈ کاٹ ڈالی، اسکی سونڈ کٹ کر نیچے گری ہے اور وہ جوش میں آ کر انکے اوپر آگے بڑھا یہ پچھلے پیروں پیچھے ہٹے ہیں پچھلے پیروں، ان کا پیر پھسلا، نیچے گرے بس ہاتھی نے ان کے اوپر پیر رکھ کر ان کو ختم کر دیا۔

انکی اس حالت کو دیکھ کر دوسرے دستوں کے سپہ سالاروں کی طبیعتوں میں جوش آیا کہ شہادت تو بہت سستی ہو رہی ہے، اور سب شوق وشہادت میں آگے بڑھے،

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا ہودجوں کی رسی کاٹ ڈالو، جولوگ ہودجوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو کھینچ کر نیچے گرادو اس پر ان مجاہدین نے ہودجوں کی رسیاں کاٹ کر ان لوگوں کو نیچے گرانا شروع کر دیا، اس کے بعد حکم فرمایا، برچھوں نیزوں سے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑ دو، انہوں نے آنکھیں پھوڑنا شروع کر دیا، ہاتھیوں نے چیخنا شروع کیا، سونڈیں کٹ گئیں، آنکھیں پھوڑ دی گئیں، ہاتھی چلا اٹھے، برا حال ہوگیا، جو ہودج پر سوار تھے وہ پیچھے گرے، ساری فضا ہاتھیوں کی چیخ سے گونج اٹھی، باقی ہاتھی بے تحاشہ وہاں سے بھاگے، چھ سپہ سالار اس جنگ میں شہید ہوئے اور مجاہدین میں چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے، اور ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی لوگ، مارے گئے، جو آتش پرست تھے۔

تو کہنا یہ ہے کہ مسلمان جہاد کیلئے جاتا ہے، وہ اس خوشی میں نہیں جاتا، کہ میری کامیابی دوسروں کے قتل کرنے میں ہے، میں کامیاب ہوں گا دوسروں کو قتل کردونگا، بہادر کہلاؤنگا۔

## حضرت مغیرہ ابن ابی شعبہ رضی اللہ عنہ کی شاہ فارس سے گفتگو

اسی وجہ سے اس جنگ کے شروع ہونے سے پہلے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا، شاہِ فارس سے گفتگو کرنے کیلئے، شاہِ فارس ان کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا، شاہِ فارس نے انکو دھمکی دی کہ کل جنگ ہوگی، تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے انہوں نے جواب دیا، ہم میں جو قتل ہوگا، وہ شہید ہوگا، وہ جنت میں جائیگا، اور ہم میں سے جو زندہ رہے گا وہ تمہارے اوپر حکومت کریگا، تم کو اپنا غلام بنائیگا، اور تم میں جو قتل ہوگا، وہ جہنم میں جائیگا، جو زندہ رہے گا، وہ ہمارا غلام بن کر رہیگا، ہم کسی طرح خسارہ میں نہیں مسلمان کسی طرح خسارہ میں ہوتا ہی نہیں۔

غرض جو دشمن تلوار والے ہتھیار والے تھے، ان سے مقابلہ اس طرح ہوا اللہ پاک

نے فتح عطا فرمائی اور ایسی فتح عطا فرمائی کہ آج تک اس کے اثرات ظاہر ہیں، چنانچہ شاہنامہ فردوسی میں لکھا ہے:

ز شیر شتر خوران و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کو تخت کیاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

اونٹ کا دودھ پینے اور نیولا کھانے سے عرب کا حال یہاں تک پہونچ گیا کہ آج شاہان فارس کے تخت پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں، افسوس! تجھ پر! اے گردش کرنے والے آسمان (وہاں، افسوس کرتارہ، روتارہ ماتم کرتارہ، یاحسین پکارتارہ)

غرض اس دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، اسی کو فرمایا ہے:

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ"

اللہ پاک کی نصرت آ گئی، جو دشمن تلوار اور ہتھیار کے ذریعہ سے لڑنے والے تھے، وہ سب پسپا ہو گئے، سارا عرب مسلمان ہو گیا، سارے عرب میں کوئی غیر مسلم نہیں رہا، سب ختم ہو گئے یہ خدائے پاک کی نصرت ہے۔

## ایک دشمن منافقین ہیں

وہ زبان سے کہتے تھے "نشھد انک لرسول اللہ" [ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔]

لیکن قرآن شریف نے کہا:

"يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ" (سورۂ آل عمران: ۱۶۷)

[وہ زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں ۔]

"یُرْضُوْنَکُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰی قُلُوْبُهُمْ وَاَکْثَرُهُمْ فَاسِقُوْنَ"

(سورۂ توبہ:۸)

[یہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے راضی کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں ۔]

یہ فرقہ مستقل دین حق قبول کرنے میں رکاوٹ بنا ہوا تھا، ان منافقین کی ایک ایک چیز ایک ایک خصلت بد اور دین حق کے خلاف ان کی سازشوں کو قرآن کریم نے کھول کھول کر بیان کر دیا، ایک مستقل سورت میں اس فرقہ کا ذکر ہے اس سورت کا نام ہی سورۃ منافقون ہے، سورۃ بقرۃ، سجدۃ، توبہ، سورۃ انفال میں منافقین کا پوری کیفیت کے ساتھ تذکرہ ہے، ان میں سے بعض تو فتح و نصرت کو دیکھ کر سچے پکے مسلمان ہو گئے، بڑی تعداد ایسی ہے حتی کہ عبداللہ بن ابی سلول کے انتقال پر جو حضور اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ معاملہ فرمایا کہ اس کو اپنا کرتا مبارکہ عطا فرمایا کفن کیلئے، اپنا لعاب دہن شریف اس کے منہ میں ڈالا اس کے جنازے کی نماز پڑھی حضرت نبی اکرم ﷺ کا یہ معاملہ دیکھ کر ایک ہزار منافقین مسلمان ہوئے، یہ وہ لوگ تھے، عامۃً جن کے قلوب میں نفاق بھرا ہوا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے سچے اسلام کی توفیق عطا فرمائی، اور ان کے مقابلہ میں اس طرح فتح عطا فرمائی۔

## ایک دشمن ہے مبتدع

دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے والا، اس فرقہ کا یہ حال تھا کہ جس چیز کو نیک نیتی سے دین سمجھا اسی کو اختیار کر لیا، حالانکہ اس کے دین ہونے پر ان کے پاس کوئی نص قطعی دلیل نہیں، محض باپ دادا کے طرز کو دیکھ کر یا اپنی پسند سے دین میں بہت سی چیزوں

کو داخل کر دیا، اس فرقہ میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مدعی تھے، ان کے بھی مختلف قسم کے طبقات تھے، جنہوں نے مختلف انداز سے نئی چیزیں ایجاد کرکے اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی شریعت نے اس فرقہ کا رد فرمایا:

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ"

(شرح السنة: ۱/۱۴۴، بیتروت)

[جو شخص ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کرے جو دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔]

ان کی ایک ایک جڑ کو کاٹ کر رکھدیا۔ ان کے مقابلہ میں فتح ونصرت اس طرح ہوئی اس لئے ارشاد فرمایا:

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ"

جب اللہ کی مدد آ جائے، اور فتح آ جائے اور تم دیکھو کہ لوگ دین کے اندر فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں، پہلے جو اسلام میں داخل ہوتے تھے، اِکا دکا، داخل ہوتے تھے، مکہ مکرمہ کے قیام میں ایسا ہی ہوا، کوئی شخص اسلام لایا تو مصائب میں مبتلا کیا گیا، طرح طرح سے ان کو پریشان کیا گیا، ان کو بہت سخت عذاب دیا گیا، اور جب فتح ہوئی، تو جتنے قبائل تھے جس قدر اطراف کی بستیاں تھیں، سب کی سب جماعت کی جماعت سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں آئے اور آ کر اسلام قبول کرلیا۔

"یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا"

[فوج درفوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔]

حضرت نبی کریم ﷺ کو دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد تھا، وہ پورا ہوگیا، لہٰذا

"فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ"

[تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔]

اب آپ یکسوئی کیساتھ تنہائی میں اپنے رب کو یاد کیجئے، اس کی تسبیح کیجئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف دو طرح پر ہوتی ہے ایک تسبیح وتقدیس۔ ایک تحمید۔

**"تسبیح"** کا حاصل تو یہ ہے کہ جو چیزیں حق تعالیٰ کی شان کے خلاف ہیں، ان چیزوں سے حق تعالیٰ شانہ کی پاکی و برأت بیان کی جائے، مثلاً حق تعالیٰ شانہ پاک اور بری ہیں، کھانے سے پینے سے، اونگھنے سے موت سے، احتیاج سے، ان سب چیزوں سے بری و پاک ہیں۔ یہ پاکی بیان کرنا "تسبیح" کہلاتا ہے۔

**"تحمید"** تحمید کا حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں حق تعالیٰ شانہ کی شان عالی کے موافق ہیں، انکا اثبات کیا جائے، مثلاً وہ رزاق ہے، وہ علیم ہے، وہ قدیر ہے، وہ غفور ہے، وہ کریم ہے، وہ دانا ہے۔ جو صفات حق تعالیٰ شانہ کی شان عالی کے موافق ہیں ان کو حق تعالیٰ شانہ کے لئے ثابت کرنے کا نام "تحمید" ہے۔

## سلوک کی دو صورتیں

اسی طرح صوفیاء کے یہاں سلوک کی دو ہی صورتیں ہیں:

(۱)......تحمیدی۔ (۲)......تنزیہی۔

**"تحمیدی"**......تحمید میں جو چیزیں باری تعالیٰ شانہ کی شان عالی کے لائق ہیں، ان کو بار بار ذہن کے اندر قائم کیا جاتا ہے۔

**"تنزیہی"**......تنزیہی میں جو چیز حق تعالیٰ شانہ کے شان عالی کے خلاف میں انکی نفی کی جاتی ہے، اور انکو دلوں کے اندر سے نکالا جاتا ہے۔

## ذکر نفی و اثبات

اسی لئے ذکر نفی و اثبات تجویز کیا گیا، لَآ اِلٰہَ کے ذریعہ جو چیزیں نامناسب اور

شان عالی کے خلاف ہیں ان کو دل سے نکالا جاتا ہے، اور الا اللہ کے ذریعہ جو چیزیں حق تعالیٰ شانہ کی شان عالی کے موافق ومناسب اور لائق شان ہیں، انکو دل کے اندر جمایا جاسکتا ہے۔

## استغفار

"وَاسْتَغْفِرْهُ" [اور اس سے مغفرت مانگو۔] اس میں حضرت نبی اکرم ﷺ کو استغفار کا حکم فرمایا کہ آپ کے متبع اور پیروکاروں سے جو کوتاہیاں ہوجاتی ہیں، چونکہ کوتاہیاں تو ہر ایک سے کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہیں، آپ ان سب کے لئے استغفار کرتے رہئے۔

یہاں دنیا میں بھی استغفار فرمایئے اور آخرت میں بھی، دنیا میں تو استغفار ظاہر ہے، لیکن آخرت میں استغفار سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت میں استغفار سے مراد شفاعت ہے، قیامت میں جو شفاعت ہوگی، اسکا حاصل یہی ہے، کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی شانِ کریمی سے معاف فرمادیں۔

## آنحضرت ﷺ کے استغفار کے بارے میں چند اقوال

"واستغفار ہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل لانہ کان دائماً فی الترقی فاذا ترقی الی مرتبۃ استغفر لماقبلھا وقیل مماھوفی نظرہ الشریف خلاف الاولیٰ بمنصبہ المنیف وقیل عما کان من سھو ولوقبل النبوۃ وقیل لتعلیم امتہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل استغفارہ لامتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ای واستغفر لامتک الخ" (روح المعانی: ۲۵۸/۳)

حضرت نبی اکرم ﷺ کے استغفار کے بارے میں چند اقوال ہیں۔

(١)......آنحضرت ﷺ کو ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی تھی، جب کسی بلند مرتبہ کی طرف ترقی فرماتے تو ماقبل کے لئے استغفار فرماتے۔

(٢)......جو چیز انحضرت ﷺ کی نظر شریف میں آنحضرت ﷺ کے منصب بلند کے اعتبار سے خلاف اولیٰ معلوم ہوتی تھی، اس کے لئے استغفار فرماتے تھے۔

(٣)......جو آنحضرت ﷺ کو سہو ہوا، اگر چہ قبل نبوت ہی ہوا، اس سے بھی استغفار فرماتے تھے۔

(٤)......امت کی تعلیم کے لئے استغفار فرماتے تھے۔

(٥)......اس سے خود امت کے لئے استغفار کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی امت کیلئے استغفار فرماتے۔

# شفاعت کی قسمیں

حضرت نبی اکرم ﷺ کی شفاعت قیامت میں چند قسم پر ہوگی۔

(١)......شفاعت عظمیٰ یہ تمام اہل موقف کیلئے ہوگی، آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے ہی تمام اہل محشر کا حساب وکتاب شروع ہوگا۔

(٢)......دوسری ان لوگوں کیلئے جنکو بے حساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(٣)......تیسری شفاعت ان لوگوں کے لئے جو (اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے) مستحق دوزخ ہو چکے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنہٗ رفعه شفَاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ رواہ الترمذی" (جمع الفوائد: ٢/٣٠٢)

کہ میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی کہ ان کے گناہوں کو

معاف فرما کر ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(۴)......چوتھی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی، جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے ان کو جہنم سے نکالا جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(۵)......پانچویں آپ کی شفاعت سے جنتیوں کے مراتب بلند کئے جائیں گے۔

(۶)......بعض کافروں سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی، مثلاً ابوطالب۔

(۷)......ساتویں ان کے لئے جن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں وفات پانے والوں کے آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے درجات بلند کئے جائیں گے۔

(ترجمہ روضۃ الاحباب: ۲۹۳، گلدستہ سلام: ۲۰-۲۱۰)

اللہ پاک ہم سب کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی شفاعت خاصہ نصیب فرمائے۔ آمین!

"اِنَّہٗ کَانَ تَوَّاباً" [یقین جانو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔]

اللہ تعالیٰ بہت متوجہ ہونے والے اور توبہ قبول کرنے والے ہیں، آپ اپنے لئے استغفار کریں گے، اسمیں بھی متوجہ ہوں گے، قوم کیلئے استغفار کرینگے اس میں بھی متوجہ ہونگے، توبہ قبول فرمائیں گے، چونکہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والے ہیں، اللہ پاک ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین! وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

❑❑❑

........................................................................................................................

# مسلک علمائے دیوبند

اور

# حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

## اس بیان میں

☆......دیوبند والوں کا مسلک کیا ہے؟ کیا اکابر دیوبند میں عشق رسول ﷺ بھی پایا جاتا ہے؟

☆......کیا اکابر دیوبند اولیاء کو نہیں مانتے؟

☆......وہابی کون ہوتے ہیں؟ کیا دیوبندی بھی وہابی ہیں؟

☆......بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیوبند والے اہلسنّت والجماعت نہیں ہیں۔

☆......اور یہ بریلوی اور رضاخانی کون ہیں؟

سوالات کے جوابات ہیں۔

..............................................

# عرض مرتب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ـ اَمَّا بَعْدُ!

ایک طبقہ ایک طویل عرصہ سے علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور عوام کو حضرات علمائے دیوبند سے بدگمان کر کے ان سے کاٹنے اور ان سے دور رکھنے کی سازش میں مشغول ہے، کبھی کہا جاتا ہے: علمائے دیوبند حضرت نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

کبھی کہا جاتا ہے: علمائے دیوبند حضرت نبی کریم ﷺ سے محبت نہیں کرتے۔ ان میں عشق رسول نہیں پایا جاتا۔ کبھی کہتے ہیں: علمائے دیوبند حضرات اولیاء کرام کو نہیں مانتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی بے بنیاد اور خلاف واقعہ باتیں بیان کر کے عوام کو علمائے دیوبند سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور انہیں یقین ہے کہ اگر عوام علمائے دیوبند کے قریب آئیں گے، ان کی باتیں سنیں گے ان کی زندگی دیکھیں گے تو ہماری قلعی کھل جائے گی اور عوم ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے، اس لئے کوشش کرتے ہیں کہ علمائے دیوبند کی باتیں تک نہ سنیں، ان کی مجالس میں شرکت تک نہ کریں۔ ان سے مصافحہ تک نہ کریں۔ اس کو وہ حضرات دین کی بڑی خدمت سمجھے ہوئے ہیں۔

حالانکہ دیوبندیت تو نام ہی ہے عشق الٰہی اور عشق نبوی ﷺ کے جان و دل اور تن بدن میں رچ بس جانے اور کمالِ اطاعت خداوندی اور کمالِ اتباع نبوی ﷺ کے ساتھ دین اور اشاعت سنت کو مقصد زندگی بنانے اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کے جذبہ کا۔ جس کی دلیل خود حضرات اکابر علمائے دیوبند کی زندگیاں ہیں، جو سورج کی طرح روشن ہیں۔

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے سفر کشمیر کے موقع پر وہاں کے حضرات نے علمائے دیوبند کے بارے میں اسی نوع کے سوالات مختلف مجالس

میں کئے۔حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے شرح وبسط کے ساتھ انکے جوابات عنایت فرمائے جن کو کیسیٹ کے ذریعہ محفوظ کرلیا گیا۔محب مکرم حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب زید مجدہم دارالعلوم رحیمیہ باندی پورہ کشمیر نے انکو اپنی زیرنگرانی نقل کرایا اور پھر ترتیب دیکر "مسلک علمائے دیوبند اور حب رسول ﷺ" کے نام سے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا، جو بیحد مفید ومقبول ہوا اور بار بار شائع ہوتا رہا اور عوام وخواص کی طرف سے اس کی اشاعت کے برابر تقاضاے ہوتے رہے۔

ادھر مواعظ فقیہ الامت اولاً قسط وار شائع ہوئے، پھر مجموعی طور پر تین جلدوں میں خطبات محمود کے نام سے ان کی اشاعت ہوتی رہی۔اب جب کہ مواعظ فقیہ الامت کو نظر ثانی اور جدید کتابت کے ساتھ نیز بعض مواعظ کے اضافے کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

بعض احباب بالخصوص محب مکرم حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہم خادم خاص حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کا تقاضہ ہوا کہ "مسلک علمائے دیوبند اور حب رسول ﷺ" کو بھی مواعظ فقیہ الامت میں شامل کرلیا جائے۔

اس لئے جدید کتابت سے پہلے نظر ثانی کی گئی اور بعض مفید اضافے بھی کئے گئے اور پھر جدید کتابت کے بعد مواعظ فقیہ الامت جلد خامس میں شامل کردیا گیا اور اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر الگ سے مستقلاً بھی شائع کیا جارہا ہے۔حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس کی افادیت میں مزید اضافہ فرمائے اور بیحد قبول فرمائے۔آمین!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

بِحُرْمَةِ حَبِيْبِكَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ

سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ آمین

**محمد فاروق غفرلہٗ**

خادم جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ (یوپی) الہند ۲۹ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ دوشنبہ

# مسلک علمائے دیوبند
## اور
# حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ!

اس رمضان سے پہلے رمضان میں ایک صاحب کا خط آیا میرے پاس۔ لکھا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں تم دارالعلوم دیوبند میں ملازمت کرلو۔ اس کی تعبیر کیا ہے؟ میں نے ان کو جواب لکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے جو ارباب حل وعقد ہوں آپ ان سے بیان کیجئے۔ اگر انکو بھی کوئی بشارت اور خوشخبری ہوئی ہوتو معاملہ آسان ہے۔ آپ کی ملازمت ہوجائیگی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلک دارالعلوم کو لازم پکڑلو۔ اب وہ مسلک دارالعلوم کیا ہے؟ وہ پانچ چیزیں ہیں۔

(۱)......عشق الٰہی کی سوزش سینے میں ہو (اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دینے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔)

(۲)......تمام رسومِ شرکیہ سے بچتے ہوئے توحید خالص پر اعتقاد ہو۔

(۳)......حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت ہر مخلوق کی محبت پر غالب ہو۔

(۴)......زندگی کا ہر ہر گوشہ اتباعِ سنت سے منور ہو۔

(۵)......اشاعت دین کی لگن ہو۔

یہ پانچ چیزیں ہیں ان پانچ چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرلیجئے، یہی دارالعلوم کی ملازمت ہے۔ ان کے خط میں اتنا ہی لکھا تھا۔ لیکن سب چیزوں کی تشریح بھی چاہئے۔

# عشق الٰہی کی سوزش
# اور
# اکابر دیوبند کے واقعات

## سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

ان کی دعا ہے کہ یا اللہ! مجھے قبر سے نابینا نہ اٹھائیے اور نہ دنیا سے نابینا اٹھائیے۔ بلکہ اپنے دیدار کا جلوہ دکھاتے ہوئے اٹھائیے۔ یہ عشق الٰہی کی ہی بات ہے۔

نیز "مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ" جو شخص جس چیز سے زیادہ محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ زیادہ کیا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ذکر (الٰہی) زیادہ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے: کہ بڑھاپا آ گیا۔ سانس نہیں رہا۔ کمزوری کی وجہ سے سانس تھوڑا رہ گیا۔ صرف ایک سو اسّی ضربیں ایک سانس میں لگاتا ہوں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قصائد تو پڑھے ہوں گے۔ ایک مناجات کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

### مناجات

| | |
|---|---|
| الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا | عجب نقش قدرت نمودار تیرا |
| جہاں لطف گل ہے وہیں خار غم ہے | ہے گل خوار میں گل میں ہے خار تیرا |
| عجب رنگ برنگ ہر رنگ میں ہے | یہ ہے رنگ صنعت کا اظہار تیرا |

خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں عجب تیری قدرت عجب کار تیرا
یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے ہے پردے میں روشن سب انوار تیرا
یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یارب ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا
الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری کہاں جاوے اب بندہ ناچار تیرا
دوا یا رضا کیا کروں میں الٰہی کہ وارد بھی تیری اور آزار تیرا
مرض لا دوا کی دوا کس سے چاہوں تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا
میں ہوں چیز تیری تو چاہے سو کر تو تو مختار میرا میں ناچار تیرا
الٰہی رہے وقت مرنے کے جاری بتصدیق دل لب پہ اقرار تیرا
نہ کوئی میرا ہے نہ ہوں میں کسی کا تو میرا میں عاجز دل افگار تیرا
تو میرا میں تیرا میں تیرا تو میرا ترا فضل میرا مرا کار تیرا
نہیں میں تو ہی ہے تو ہی ہے نہیں میں تو ہے نور میرا میں آثار تیرا
میں ہوں عبد تیرا تو معبود میرا تو مسجود میں ساجد زار تیرا
تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو الٰہی رہوں اک خبردار تیرا
الٰہی وہ جلوہ محبت عطا کر جو کر دے مجھے عاشق زار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے میں تجھ سے ہوں یارب طلب گار تیرا
نہیں اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش ہر اک شی سے ہے وصل درکار تیرا
نہیں دونوں عالم سے کچھ مجھ کو مطلب تو مطلوب میں ہوں طلب گار تیرا
ہے جنت کی نعمت تو سب میرے اوپر میسر ہوا ے کاش دیدار تیرا
مرے دل میں ٹک جلوہ فرما الٰہی کہ تجھ بن ہے ویران اب دار تیرا

حجاب خودی میرا یارب اٹھا دے
کہ تا دیکھوں بے پردہ دیدار تیرا

..............................................................................

رسالہ دردغمناک کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

## دردغمناک

سنو یارو عجب قصہ ہمارا — بیان کرتا ہوں میں جو غم کا مارا

سناتا ہوں تمہیں اس کو سراسر — گذرتا ہے جو کچھ اب میری جاں پر

پڑا سوتا تھا میں خواب عدم میں — نہ تھا کچھ مبتلا ہستی کے غم میں

سو آ کر عشق نے مجھ کو جگایا — جگا کر سو مصیبت میں پھنسایا

کچھ ایسا اس نے پھر نقشہ دکھایا — کہ جس نے مجھ کو سودائی بنایا

گیا اس دن سے سونا اور کھانا — ہوا میں غم کے تیروں کا نشانا

اجی جس کے ہو دل میں دردفرقت — اسے کب ہووے خواب وخور کی فرصت

وہ کیا جانے ہے اس درد والم کو — نہ دیکھا جس نے ہو فرقت کے غم کو

اٹھا چھاتی میں درد عشق جس کی — اسے پھر نیند کس کی بھوک کس کی

پڑا جو غم کا لشکر دل پہ آ ٹوٹ — متاعِ صبر وتسکیں لے گیا لوٹ

تڑپ کر غم میں شب کو صبح کرنا — صبح سے شام تک رو رو کے مرنا

وہ جن آنکھوں میں خار ہجر ہووے — بھلا وہ عمر بھر کیوں کر نہ رووے

گیا سب بھول کھانا اور پینا — پڑا مشکل مجھے اب اپنا جینا

لگی کہنے مجھے خلقت دیوانہ — کسی نے درد کو میرے نہ جانا

یونہی کہتے ہیں اپنی اپنی سارے — نہیں واقف کوئی غم سے ہمارے

اگر ظاہر کروں حال درونی — بناؤں اک عالم کو جنونی

جو میں ظاہر کروں سوز جگر کو — کروں شرمندہ دوزخ کے شرر کو

دکھاؤں بے کلی اپنی کو میں اگر
تو اک ہلچل پڑے عالم کے اندر

یہ سب عشق الٰہی کے اثرات وثمرات ہیں۔

عشق نبوی ﷺ کے لئے بھی ان کی نعتوں کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں ؛

## نعتیہ غزل

کر کے نثار آپ پر گھر بار یارسول
اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یارسول

عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
ہوں امتی تمہارا گنہگار یا رسول

اچھا ہوں یا برا ہوں غرض جو کچھ ہوں سو ہوں
پر ہوں تمہارا تم میرے مختار یارسول

کس طرح آہ میں کروں خدمت میں حال عرض
ہوں خجلت گناہ سے سرشار یارسول

## نعتیہ غزل

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یارسول اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یارسول اللہ

کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یارسول اللہ

اٹھا کر زلفِ اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ کر اب کہاں جاؤں بتاؤ یارسول اللہ

..................................................

پیاسا ہے تمہارے شربت دیدار کا عالم
کرم کا اپنے اک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہ
خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ

## نعتیہ غزل

مکے میں ہوں پر ہے ہوس کوئے مدینہ
دے ہے رخِ کعبہ خبر روئے مدینہ

لانے لگی اب بادِ صبا بوئے مدینہ
دل اُڑنے لگا ہو کے ہوا سوئے مدینہ

پہنچا دے مجھے منزلِ مقصود کو جلدی
یارب ہے لگی دل کی تگ و بوئے مدینہ

## نعتیہ غزل

کہے ہے شوقِ نبی یہ آ کر چلو مدینے چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے
صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اُڑ کر چلو مدینے چلو مدینے
خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر
مریں گے اب تو نبی کے در پر چلو مدینے چلو مدینے

# حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت (ذکر وغیرہ) کتنا پڑھ لیتے ہیں؟

فرمایا: پڑھنے کا زمانہ تو گیا، اعضاء مضمحل ہو چکے ہیں۔ طاقت ختم ہو چکی ہے، پڑھنے کی، تاہم سوا لاکھ ذکر کا روزانہ کا معمول ہے۔ (جبکہ وہ حدیث شریف بھی پڑھاتے تھے، درس بھی دیتے تھے، صحاح ستہ کی تمام کتابیں تنہا خود پڑھاتے تھے۔ طالبین کی تربیت بھی کرتے تھے)۔

اسی کے تو آثار ہیں کہ نیند بھی قربان فرما دیتے تھے۔ رات کا تھوڑا سا حصہ لیٹتے پھر اٹھ جاتے نماز پڑھنے کے لئے۔

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ جب رات کو ذکر فرماتے تو محسوس ہوتا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے اور اس طرح گریہ طاری ہوتا کہ گویا پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں؛

**"جس وقت حضرت مخدوم بالجہر ذکر شروع فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے، خود پر جو حالت گذرتی ہوگی اس کی تو کسی کو کیا خبر؟"**

**"تھانہ میں امدادیہ آستانہ سے جو بات حاصل ہوئی تھی اس نے کھانے کا رکھانہ پینے کا، ہر وقت تفکر اور استغراق سے کام تھا۔ اور رونا سبب راحت و آرام، اکثر تمام شب روتے گذر جاتی اور سارا سارا دن کسی گہرے فکر میں غرق ہوئے تمام ہو جاتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک رضائی نیلے رنگ کی آپ کے لئے تیار کی تھی کہ شب کو مسجد آتے جاتے خنکی سے محفوظ رکھے اور ہلکی سردی میں راحت پہنچائے گی۔ آپ کے رونے اور آنسوؤں کے اسی رضائی سے پونچھنے**

کی وجہ سے اس کا رنگ بھی کچھ کا کچھ ہو گیا تھا اور ہیئت ہی دوسری بدل گئی تھی۔“
(تذکرۃ الرشید: ۵۲)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

”الغرض امام ربانی کی وہ عالی اور بلند ہمت جو خدائی خزانہ عامرہ سے فطرۃً آپ کو عطا ہوئی تھی، سرتاپا تمام و کمال تحصیل قرب الٰہی میں صرف ہونے لگی اور آپ کی عمر عزیز کا لحظہ لحظہ جو حق تعالیٰ نے تجارت آخرت کے جواہرات بنا کر راس المال قرار دیا ہے۔ پائدار منفعت کے کسب میں گذرنے لگا۔ رات کی سنسان گھڑیوں میں آپ اپنے نجات دہندہ خدا کو پکارا کرتے۔ اندھیری شب کی سیاہ چادر اوڑھ کر اپنے پرورش کنندہ خالق کو سجدے کرتے، اس کے دربار میں حاضر ہو کر ناک رگڑتے، گڑگڑاتے اور روتے روتے بیتاب ہو جایا کرتے تھے۔“ (تذکرۃ الرشید: ۶۰)

## گریہ کے غلبہ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا میرٹھی قدس سرہ نے اپنا چشم دید واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے:

”نااہل مؤلف جو حضرت قطب العالم قدس سرہ کا خود ناقدر شناس بنا رہا۔ ان وجدانی کوائف کو کسی طرح سمجھے یا زبان قلم پر لائے۔ جن کا سمجھنا وجدان سلیم اور اسی قلب کا کام ہے جس میں کچھ چسک بیدار ہوئی ہو یا اس راستہ کی ہوا لگ کر قدرے ذائقہ منہ کو لگ گیا ہو۔ نابالغ بچہ کتنا ہی کوئی سچا اور فہیم وصاحب زبان شخص بیان کرے مگر لذت جماع قبل بلوغ ہرگز سمجھ نہیں سکتا۔ پھر بھلا عشق ومحبت کی وہ آگ جو کسی عاشق کے قلب میں بھڑک رہی ہو صورت دیکھنے والا اور عشق کے معنی سے ناواقف شخص کیوں کر سمجھ سکتا ہے؟

نظر کو کیا خبر پردہ کے اندر دل لگی کیا ہے؟
کوئی آزاد کیا جانے کسی دل کی لگی کیا ہے؟

ایک مرتبہ ظہر کے بعد حجرہ شریف میں آپ تلاوت قرآن کے اندر مشغول تھے۔ بندہ نادان ونادار مولوی محمد یحییٰ صاحب کے پاس اس طرح دبے پاؤں خاموش جا بیٹھا کہ حضرت نے آہٹ بھی نہ سنی، تھوڑی دیر میں مولوی محمد یحییٰ صاحب کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اور میں تنہا بیٹھا رہ گیا۔ چند منٹ گذرے تھے کہ حضرت قدس سرہ کے لہجہ تلاوت میں تغیر شروع ہوا اور رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کا سارا جسم کانپنے لگا۔ بے اختیار آپ آٹھ آٹھ آنسو رونے لگے، آواز رک گئی، ہر چند آپ پڑھنا چاہتے مگر گریہ کا غلبہ حلق کو پکڑ لیتا تھا۔ خدا شاہد ہے و کفی بہ شھیدا جو حالت اس وقت حضرت پر طاری تھی، شاید تند مزاج خوں خوار شیر کے سامنے پڑ کر کسی کمزور ناتواں، ضعیف القلب شخص کی بھی یہ حالت نہ ہوگی۔ اور خشیت جو اس وقت آپ پر ہویدا تھا، غالباً کسی جبار وباقدرت شہنشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کسی خطاوار سے خطاوار مجرم غلام پر بھی ظاہر نہ ہوا ہوگا۔ آپ کی یہ حالت اتفاقیہ اور عمر بھر میں پہلی بار میری نظر پڑی تھی، میں اب تک بھی نہیں جانتا کہ کس بات سے آپ ڈرتے تھے اور کیوں کانپ رہے تھے۔ یہی قرآن مجید ہے جس کو اوّل سے آخر تک مسلمان پڑھا کرتے ہیں، خدا جانے وہ مضمون کون سا اور کہاں ہے جس پر خوف یا خشیت طاری ہوتا ہے۔ اس لئے دفعتاً یہ تغیر حال دیکھ کر میں تھرا اٹھا۔ اور اس درجہ پریشان ہوا کہ اب تصور آتا ہے تب بھی گھبرا جاتا ہوں۔ دل میں خوف زدہ ہو کر کہنے لگا؛ کہ یااللہ آج کس مصیبت میں آ پھنسا نہ جائے رفتن ہے نہ پائے ماندن، اگر بیٹھا رہوں تو ممکن ہے کہ حضرت کو میرے بیٹھنے کا کشف یا اور کسی طرح اطلاع ہو جائے تب معتوب ہوا

اور اٹھوں تو پاؤں کی آہٹ سے اطلاع ہونی ضرور اور اس موہوم سے یہ غالب خیال زیادہ خطرناک اس لئے خدا ہی جانتا ہے کہ اس وقت میرے دل کی کیا حالت تھی۔ نہ میں آسمان پر تھا نہ زمین پر، ساکت وصامت بنا بیٹھا رہا اور وحشت زدہ دل بجائے اس کے کہ اس حالت سے مستفید ہوتا کمال الحاح اور اخلاص کے ساتھ یوں دعا مانگتا رہا کہ؛ یا اللہ کسی طرح مولوی محمد یحییٰ جلد آ ویں۔ دعاء حقیقت میں دل سے نکلی اور عین اضطرار و توحش میں واقع ہوئی تھی۔ اس لئے شاید چند لحظے نہ گذرے ہوں کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب جو حجرہ کی آمدورفت کے ہر وقت کے مجاز تھے آ گئے، ان کا حجرہ کی چوکھٹ پر قدم رکھنا تھا اور حضرت کا اس حالت کو ضبط فرما کر سیدھا ہو بیٹھنا۔ خدا جانے یہ حالت عجیبہ دفعتاً پیدا کیونکر ہوئی۔ اور اسی طرح یک لخت ضبط کس طرح ہوگئی۔ بجز اس کے کہ بالاجمال اتنا سمجھا کہ یہ بھی کوئی حالت محمودہ ہے، جو اتباع سنت نبویہ میں اولیاء اللہ پر طاری ہوتی ہے، جو جوان کو بوڑھا اور قوی کو کمزور بنا دیتی ہے اور کچھ نہ اس وقت سمجھا نہ اب سمجھ سکتا ہوں۔'' (تذکرۃ الرشید: ۱۹۲، ۱۹۳)

..........................................................................................

# حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب نور اللہ مرقدہ
## بانی دار العلوم دیوبند

حضرت نانوتوی قدس سرہ کے عشق الٰہی اور عشق نبوی ﷺ کو دیکھنا ہو تو قصائد قاسمی دیکھیں۔قصائد قاسمی کے نعتیہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیر لشکر پیغمبراں، شہِ ابرار

خدا ترا، تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس گر اور انبیاء ہیں شمسِ نہار

حیات جان ہے تو ہیں اگر وہ جان جہاں
تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہئے اگر تم کو مبدء الآثار

جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تابہ وجود
قیامت آپ کی تھی دیکھئے تو اک رفتار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

پہنچ سکا تیرے رتبہ تلک نہ کوئی نبی
ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے
کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

خدا کے طالبِ دیدار حضرت موسیٰ
تمہارا لیجئے خدا آپ طالب دیدار

کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمیں آسمان بھی ہموار

جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا، تو شاہد ستار

اگر قمر میں کچھ آ جائے تیرے چہرے کا نور
تو رات دن ہو اور آگے ہو اسکے دن شب تار

عجب نہیں تیری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہو ویں قیامت کو طاعتوں میں شمار

بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں مرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

جو یہ نصیب نہ ہو، اور کہاں نصیب مرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار

اُڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

یہ سب عشق کے ہی آثار ہیں۔

## حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہ نے بیان فرمایا: کہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دہلی نظام الدین گیا۔ وہاں سے ان کے ساتھ ہی میوات جانا ہوا۔ وہاں اجتماع تھا، عصر کا وقت تھا۔ شدید گرمی۔ مکانات پتھر کے، مسجد بھی پتھر کی، گرم ہی گرم، اور ایک مجمع کا مجمع مصافحہ کے لئے موجود۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے مصافحہ کیا۔ مغرب کا وقت آیا، نماز پڑھی، میں نماز پڑھ کر نکلا کہ کسی دوسری مسجد میں چلا جاؤں، گرمی شدید ہے، بڑا مجمع ہے، ان کے سانس کی گرمی بھی مستقل، ڈھونڈتا بچتا بچاتا میں ایک دوسری مسجد میں پہنچ گیا، گرمی تو وہاں بھی تھی، لیکن بھیڑ (لوگوں کی کثرت) وہاں نہیں تھی، مسجد کے صحن میں بیٹھ گیا۔

مسجد کے اندر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آئی کہ کوئی اس گرمی میں بھی تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے وہ بھی اس اجتماع سے نکلے تھے، میں بھی نکلا تھا، اس اجتماع سے، میں اس واسطے نکلا تھا کہ کچھ سکون کی جگہ مل جائے، وہ اس واسطے نکلے تھے کہ نماز پڑھنے کی سکون کی جگہ مل جائے۔

..........................................................

مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا تو تکان نماز سے رفع ہو جاتا ہے۔ میوات میں لمبے لمبے سفر کئے، کہیں آرام کا موقع نہیں ملا، اور جہاں جا کر ٹھہرنا تھا وہاں اخیر شب میں جا کر ٹھہرے، باقی لوگ تو پڑ کر سو گئے، مولانا نے چپکے سے اٹھ کر نماز کی نیت باندھ لی، بس نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ عشق الٰہی کے اثرات بتلا رہا ہوں۔

## مولانا احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک شخص حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، شاگرد اور محب بھی۔ بہت محبت کرنے والے عاشق۔ پتلے دبلے، چھوٹا سا قد، داڑھی سفید، بال سفید، ان کا نام مولانا احمد شاہ تھا۔ حسن پور مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ مولانا احتشام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے فرمایا: بھائی فلاں جگہ جا رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے مجھے بلایا ہے، ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ، اس کی بنیاد رکھنے کے لئے مجھے بلایا ہے، تم میرے ساتھ چلو، تم نیک آدمی ہو تمہارے ہاتھ سے بنیاد رکھواؤں گا۔ مولانا نے کہا: بہت اچھا سفر شروع کرنے سے پہلے ہی میں طے کر رہا ہوں کہ تم امیر سفر ہو۔ انہوں نے کہا: اچھی بات۔ چلتے چلتے وہاں پہنچ گئے۔ مگر وہاں مولانا کی طبیعت خراب ہوگئی۔ دست آنے شروع ہو گئے، اور ہر وقت باوضو رہنے کے عادی تھے۔ کئی مرتبہ رات میں اٹھے، قضائے حاجت کی۔ پھر وضو کیا، مولانا احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن صاحب کو امیر سفر بنا کر لائے تھے ان سے انہوں نے کہا: کہ حضرت آپ نے مجھے امیر سفر بنایا ہے۔ آپ کا امیر سفر آپ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ آج آپ تہجد کے لئے نہیں اٹھیں گے، طبیعت زیادہ خراب ہوگئی ہے، سن کر بالکل چپ ہو گئے، نہ اقرار کیا نہ انکار، جب صبح صادق میں ایک گھنٹہ سوا گھنٹہ رہ گیا تو ان کے پیر کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا (امیر صاحب کا) انہوں نے دیکھا کہ وہ زار وقطار رو رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہے۔ کہا: حضرت کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا: دیکھو

۵۷ برس ہو گئے جب میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس وقت سے آج تک میرا تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ تم امیر سفر ہو تم نے منع کر دیا۔ میں تم کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھ کو اجازت دے دو۔ کہ میں نماز تہجد ادا کرلوں۔ کہا: اجازت ہے، جس طرح آپ چاہیں کر لیجئے۔

پھر جب بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو جا کر خود بنیاد رکھ آئے، مولانا کو پوچھا بھی نہیں۔ مولانا احتشام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؛ آپ تو مجھ کو بنیاد رکھنے کے لئے لائے تھے اور بنیاد آپ خود رکھ آئے؟ فرمایا؛ ہاں، آپ کو لایا تو اسی لئے تھا، مگر میں نے دیکھا کہ بنیاد بہت گہری ہے، میں نے سوچا کہیں تم کو کچھ تکلیف نہ پہونچ جائے۔ تمہاری جان بڑی قیمتی ہے۔ مجھے تکلیف پہونچ جائے کچھ حرج نہیں، میں تو بیکار آدمی ہوں، اس لئے بنیاد میں خود رکھ آیا۔

## ایک اپاہج کا بیت اللہ کے لئے سفر

ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا: کہ ایک آدمی گھسٹ کر چل رہا ہے، اپاہج ہے، اس سے پوچھا: تم کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے بتایا میں سمرقند سے آ رہا ہوں، مکہ شریف بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے جا رہا ہوں، اس سے پوچھا: کب چلے تھے آپ؟ اس نے جواب دیا: دس سال ہو گئے، دس برس سے گھسٹ کے چل رہے ہیں۔

یہ حیرت میں رہ گئے اور اس کو دیکھنے لگے، اس نے پوچھا: کیا دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: کہ میں حیرت میں پڑ گیا کہ راستہ کتنا طویل ہے اور تم کتنے معذور ہو؟ اس نے جواب دیا کیا دیکھتے ہو ایسے شخص کو جس کو اس کا محبوب اٹھائے لئے جا رہا ہے۔ اپنے قدموں سے تھوڑا ہی چل رہا ہوں، یہ ہیں عشق الٰہی کے آثار۔

..............................................................

ان کا حال یہ ہے کہ بار بار حج کیلئے جاتے ہیں، پیسے پاس نہیں، مگر جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ انتظام فرمارہے ہیں، بیت اللہ کو دیکھ رہے ہیں، زیارت کر رہے ہیں، عجیب حالت ہے۔

## مولانا محب الدین اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہما

وہاں (مکہ مکرمہ میں) حضرت مولانا محب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں، اپنے خلوت خانہ میں رہتے تھے، بڑے صاحب کشف تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا تھا: کہ آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ مجھے مدینہ طیبہ کی مٹی قبول کرلے۔ میرا انتقال یہاں ہو۔

ایک مرتبہ انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ آپ جلدی آجائیں، مولانا نے سمجھا کہ شاید ان کو کشف ہوا ہو، میرے انتقال کا وقت قریب ہو، جلدی سے پہنچ گئے، ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ملاقات کی، تو آپ نے فرمایا: کہ کوئی کام ہے جو رکا ہوا ہے، وہ آپ سے لینا ہے جب تک وہ کام پورا نہیں ہوجائے گا آپ کا وقت نہیں آئے گا، آپ جائیے واپس، ہندوستان واپس آئے، بذل المجہود (کتاب کا نام ہے، جو حدیث شریف کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف کی عربی شرح ہے) کی تصنیف شروع کی، کئی سال اس میں لگے۔ پھر اس کے بعد مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مولانا احتشام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے تھے کہ صبح کی نماز پڑھ کر میری ملاقات مولانا محب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، انہوں نے پوچھا: کیا مولانا خلیل احمد صاحب آ گئے ہیں، میں نے کہا: جی ہاں آ گئے ہیں، کہا: ہاں آج بیت اللہ میں انوار عجیب عجیب ہیں، مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا: کہ مولانا! جب آپ آتے ہیں تو مجھے

پہلے سے خبر ہو جایا کرتی تھی، کیا بات ہے کہ اس مرتبہ خبر نہیں ہوئی، انہوں (مولانا خلیل احمدؒ) نے جواب دیا: میرا اچانک آنا ہوا، پہلے سے انتظام نہیں تھا۔

حرم شریف میں بھی ان کا خلوت خانہ تھا، ''دلائل الخیرات'' پڑھ رہے تھے کہ اچانک مولانا ظفر احمد صاحب سے کہا: (جو کہ پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے) مولوی ظفر احمد! حرم میں کون آیا ہے؟ سارا حرم نور سے بھر گیا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ طواف سے فارغ ہو کر سعی کے لئے جاتے ہوئے حضرت مولانا محب الدین صاحب کے پاس سے گذرے اور حضرت مولانا سے ملاقات فرمائی، حضرت مولانا نے فرمایا؛ میں بھی تو کہوں کہ آج حرم میں کون آ گیا کہ پورا حرم انوار سے بھر گیا۔

مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ تو ملاقات کر کے صفا و مروہ کی سعی کرنے کے لئے چلے گئے، تو مولوی محب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولوی ظفر جانتے ہو ان کو یہ کون ہیں؟ مولانا ظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں جانتا۔ میرے استاذ ہیں، شیخ ہیں۔ فرمایا: (مولوی محب الدین نے) تم نہیں جانتے، یہ ایسے شخص ہیں کہ جب یہ حرم شریف میں بیت اللہ کی طرف نظر جما کر بیٹھتے ہیں تو ان پر اتنے انوارات برستے ہیں کہ میں آفتاب کو دیکھ سکتا ہوں مگر ان کے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور مولوی خلیل احمد تو نور ہی نور ہیں۔ میں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو دیکھا نہیں، سنا ہے کہ وہ قطب الارشاد تھے، مگر مولانا خلیل احمد کو دیکھ کر یقین ہو گیا کہ واقعی وہ قطب الارشاد تھے، تب ہی تو ایسے ایسے کامل بنا گئے۔

یہ بار بار وہاں جانا وہاں کے حقوق کی رعایت رکھنا اسی عشق الٰہی کی سوزش کا اثر ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: کہ آپ مستقل یہاں مکہ مکرمہ میں قیام کرنے کی نیت کر لیجئے۔ فرمایا: ہمارا حوصلہ نہیں یہاں قیام کا، یہ مولانا محمد حسن صاحبؒ جیسوں کا حوصلہ ہے۔

.......................................................................

# مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، مکہ مکرمہ میں کئی برس رہے مدرسہ صولتیہ میں، اس حال میں کہ ان کو خبر نہیں تھی کہ یہ دیوار کس کے مکان کی ہے اور یہ دیوار کس کے مکان کی۔ حرم شریف میں چہرے پر نقاب ڈال کر آتے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے جبکہ مولانا کھانا کھا رہے تھے، مولانا نے ان کی بھی تواضع کی کہ کھانے میں شرکت فرماویں، گردن جھکا کر تھوڑی دیر انہوں نے سوچا، اس کے بعد آکے بیٹھ گئے، اور کھانے میں شریک ہو گئے، مولانا نے پوچھا: کیا سوچا تھا؟ اور اس میں مراقبہ کی کیا ضرورت تھی؟ مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے دیر سے (بہت دنوں سے) کھانا نہیں کھایا تھا، اب سوچا یہ تھا کہ یہاں آنے میں اشرافِ نفس تو نہیں ہے، مولانا نے پوچھا: کب سے نہیں کھایا؟ فرمایا: انیس وقت سے یا اکیس وقت سے نہیں کھایا۔ پوچھا: کیوں؟ فرمایا: تھا ہی نہیں کچھ کیا کھاتے۔

تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے لوگوں کا حوصلہ ہے یہاں رہنے کا، انیس یا اکیس وقت بغیر کھانا کھائے گذر جاتے ہیں، اور اپنے بے تکلف دوستوں کے یہاں جاتے ہیں، وہ دوست کسی ظاہر داری کے لئے کھانا کھانے کی تواضع نہیں کرتے بلکہ واقعی دل سے کھانا کھانے کے لئے کہتے ہیں، پھر بھی سوچتے ہیں اشراف تو نہیں تھا، یعنی یہ خیال تو نہیں تھا کہ وہاں چلنے پر کھانا ملے گا بلکہ قلب اس سے فارغ تھا، ایسے حضرات کا حوصلہ ہے یہاں رہنے کا، تو عشق الٰہی سینے میں ہو اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دینے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔

# اکابر دیو بند کی جہادِ شاملی میں شرکت

۱۸۵۷ء میں جہاد ہوا شاملی کا، اس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے، حضرت حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المؤمنین، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سپہ سالار اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی تجویز کیا گیا تھا۔

حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ نے دیر سے ایک جوڑا نئے کپڑوں کا بنوا کر تیار کر کے رکھوایا تھا اور جہاد کی تیاری کر رہے تھے، عین جہاد کے وقت غسل کیا، اور نئے کپڑے پہنے، عمامہ باندھا، آنکھوں میں سرمہ لگایا، جوتا بھی نیا پہنا اور پھر تلوار لے کر انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ میدان میں چلے وہیں شہید ہو گئے، چاہ ہی رہے تھے شہید ہونے کو۔

اسی جہاد شاملی میں شرکت کی وجہ سے انگریز کے غلبہ کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وارنٹ جاری ہوئے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت شامل حال رہی۔ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ پہنونچ گئے اور وہاں جا کر خانقاہی نظام قائم فرمایا اور پوری زندگی وہیں خدمات انجام دیتے رہے، وہیں انتقال ہوا اور جنت المعلّٰی میں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے وارنٹ جاری ہوئے اور تین روز روپوش رہے۔ تین روز کے بعد باہر نکل آئے، اللہ تعالیٰ کی حفاظت شامل حال رہی کہ پولیس گرفتاری کے لئے تلاش میں رہی، مگر گرفتار نہ کر سکی، یہاں تک کہ گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے عام معافی کا اعلان ہو گیا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب وہ تین روز کے بعد باہر نکل

آئے، روپوش رہنے کے لئے کہا گیا کہ پولیس آپ کی تلاش میں ہے، روپوش ہی رہئے۔ فرمایا؛ کہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے غار ثور میں تین روز کی روپوشی ہی ثابت ہے، اس سے زائد نہیں، یہ تھا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف وارنٹ جاری ہوا، جس کی وجہ سے گرفتار ہوئے اور چھ ماہ مظفر نگر جیل میں رہے، پھر جرم ثابت نہ ہونے پر جیل سے رہا کئے گئے۔

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کے نام کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا نام مظاہر علوم رکھا گیا، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں بڑے تھے) بھی جہادِ شاملی میں شریک تھے۔ ان کی عادت تھی کہ اپنے نیچے کے ہونٹ کو چاٹتے رہتے تھے، کسی بے تکلف کے دریافت کرنے پر فرمایا؛ کہ جہادِ شاملی میں گولی لگنے کی وجہ سے بیہوشی کی حالت میں مردہ سمجھ کر شہید ہونے والوں میں مجھ کو ڈالدیا، نیم بیہوشی کی حالت میں میں نے دیکھا؛ کہ حوریں پیالوں میں شربت لئے ہوئے حاضر ہوئیں، اور شہیدوں کو پلانے لگیں، ان میں سے ایک نے میرے منہ سے بھی پیالہ لگایا ہی تھا کہ اتنے میں دوسری نے ہاتھ مار کر ہٹا دیا کہ یہ ان میں سے نہیں ہے۔ اس نے جو پیالا منہ سے لگایا تھا، نچلے ہونٹ کو ذرا سا لگا تھا، اس کا ذائقہ آج تک نہیں گیا، اس کو چاٹتا رہتا ہوں۔

## رسوم شرکیہ سے بچتے ہوئے توحید خالص پر اعتماد ہو

اس طرح کہ کسی بت کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں، کسی درخت کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں۔ کسی مکان کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھتے ہیں، جو کچھ مانگتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں، تلاش کرتے ہیں تو اللہ کی مدد طلب

کرتے ہیں، بالکل توحید خالص، معالج سمجھا تو اس کو معالج سمجھا، قادر سمجھا تو اسی کو، محی سمجھا تو اسی کو، ممیت سمجھا تو اس کو، نافع سمجھا تو اس کو، ضار سمجھا تو اس کو، غیر کے نفع اور ضرر کا خیال دل سے نکل گیا، آپ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خط میں پڑھا ہوگا کہ "نافع" اور "ضار" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں سمجھتا۔ قلب سے یہ خیال نکل گیا کہ کوئی نفع بھی پہنچا سکتا ہے یا کوئی ضرر بھی پہنچا سکتا ہے۔ رسومِ شرکیہ تو دوسری بات ہے بدعات سے بھی مکمل احتراز کیا حتیٰ کہ بدعات کے قریب بھی نہیں گئے۔

## حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما کا واقعہ

گنگوہ میں عرس ہوتا تھا، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی خانقاہ میں جس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، لیکن عرس کے تین دن خانقاہ خالی کر دیتے تھے، طالب علموں کو اور ذاکرین کو سب کو رخصت کر دیتے تھے، تین روز کے لئے جاؤ بھئی! اور خود بھی گنگوہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ عرس ختم ہو جاتا تھا واپس آ جاتے تھے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا معمول جمعرات کو چھٹا گھنٹہ پڑھانے کے بعد دیوبند سے گنگوہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانے کا تھا، ایک مرتبہ ان کے دوست نے جو زمانۂ طالب علمی سے دوست تھے اور بعد میں سرکاری ملازمت اختیار کرلی تھی پوچھا: کہ او محمود بتا تو دے گنگوہ میں کیا رکھا ہے؟ جو تو ہر جمعرات کو دوڑا دوڑا جاتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: کہ ظالم تو نے پی ہی نہیں اب کے تو بھی چل۔ وہ ساتھ جانے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ ساتھ لے گئے، اتفاق سے ان دنوں میں شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر عرس ہو رہا تھا، حضرت امام ربانی کا معمول عرس کے ایام میں ابتداءً تو یہ تھا کہ ان دنوں میں گنگوہ چھوڑ دیتے تھے، خانقاہ خالی کر دیا کرتے تھے، اور جب معذور ہو گئے تو سفر تو ترک فرما دیا، ہاں خانقاہ میں نہیں آتے تھے۔ البتہ نماز کے لئے پانچوں وقت تشریف لاتے تھے، بلکہ نماز

خود ہی پڑھایا کرتے تھے، اتنا لحاظ عرس والے بھی کرتے کہ اذان کے وقت سے جماعت ختم ہوجانے اور سنتیں وغیرہ پڑھنے تک قوالی بند کردیا کرتے تھے۔ اور ان ایام میں حضرت کے یہاں مہمانوں کی آمدورفت بالکل بند رہتی تھی۔ کسی سے مصافحہ تک نہیں کرتے تھے۔ غرض شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں گنگوہ پہنچے اور حضرت کے مکان پر حاضر ہوئے، حضرت نے دیکھتے ہی ڈانٹنا شروع کردیا اور فرمایا: کہ ابھی واپس جاؤ۔ آپ (شیخ الہندؒ) کے ایک اور دوست تھے شاہ مظہر حسین صاحب گنگوہی (مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی محشی ابوداؤد کے بھائی) انہوں نے عرض کیا: کہ حضرت یہ عرس میں شرکت کرنے کے لئے نہیں آئے، آپ کے پاس آئے ہیں، حضرت نے ارشاد فرمایا؛ کہ یہ میں بھی جانتا ہوں عرس میں شرکت کرنے کے لئے نہیں آئے، اتنا بھولا میں بھی نہیں ہوں، میرے پاس آئے ہیں، مگر آئے تو ہیں اس مجمع میں کو ہو کر، جہاں عرس ہو رہا ہے، ان کے ذریعہ اس مجمع کی رونق تو بڑھی، حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے؛

"مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"

[جس نے کسی قوم کے افراد میں اضافہ کیا وہ انہیں میں سے ہے]

وارد ہوا ہے۔ قیامت کو اپنی برأت کرتے رہیں، اس کے بعد شاہ مظہر حسین صاحب ان کو اپنے مکان پر لے گئے اور کہا: روٹی تو کھالو، اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: کہ حضرت تو فرمادیں ابھی چلا جا، میں کس منہ سے کھاؤں؟ چنانچہ اسی وقت گنگوہ سے واپس ہو گئے۔ پھر دوسرے وقت عرس ختم ہونے کے بعد حاضر ہوئے۔

## اکابر دیوبند کے حسن خاتمہ کے چند واقعات

اس عشق الٰہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کس انداز سے اپنے یہاں بلاتے ہیں:

(۱)......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا سعید گنگوہی تھے، دارالعلوم

دیوبند میں مدرس تھے، کئی روز سے بیمار تھے، ایک روز پوچھا: کیا عصر کی اذان ہوگئی؟ عرض کیا گیا: کہ اذان ہوگئی۔ فرمایا: مجھے وضو کراؤ۔ عرض کیا گیا: کہ آپ وضو کرنے کے قابل نہیں۔ نہیں کر سکتے۔ فرمایا: اچھا تو تیمم کراؤ، چنانچہ تیمم کرادیا گیا۔ فرمایا: لنگی بدلو۔ لنگی بدل دی گئی، فرمایا: مجھے بٹھاؤ۔ اٹھا کر بٹھادیا گیا تو انہوں نے نماز کی نیت باندھ لی اسی حال میں انتقال ہوگیا۔

(۲)...... دہلی میں حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ جماعت تبلیغ کے امیر، ان کے والد سہارنپور میں رہتے تھے، ایک دن دوپہر کو سو کر اٹھے ظہر کے وقت وضو کیا، ان کا معمول تھا کہ ہمیشہ امام کے پیچھے بالکل سیدھ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے، صف میں آئے اور آکر سنت کی نیت باندھ لی، رکوع کیا، سجدے میں گئے، سجدے سے سر اٹھایا اور دوسرے سجدے کے لئے ارادہ کر رہے تھے کہ بے اختیار سر رکھا گیا زمین پر وہیں انتقال ہوگیا۔ گویا دو سجدوں کے درمیان روح قبض ہوگئی۔

(۳)...... شیخ رشید احمد صاحب دارالعلوم کی شوریٰ کے رکن تھے، ایک مخصوص ڈاکٹر کو کہا: کہ میرا علاج بس آپ کریں گے، امید ہے کہ آپ مجھے مشکوک شبہ والی دوا نہیں دیں گے، اخیر شب میں ان کو دورہ پڑا، ڈاکٹر کو بلایا گیا، ڈاکٹر نے معائنہ کرنا چاہا، انہوں نے کہا: کہ ذرا ٹھہر جائیے میں تہجد کی نفلیں پڑھ لوں، اس کے بعد معائنہ کرنا۔ لیٹے ہوئے تھے، اٹھ نہیں سکتے تھے، وضو نہیں کر سکتے تھے، لیٹے لیٹے انہوں نے تیمم کیا، نماز شروع کر دی اور نماز ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

(۴)...... حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد مولوی حکیم رحیم اللہ صاحب تھے، جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آئے، نماز پڑھی، سلام دائیں طرف پھیرا، بائیں طرف سلام پھیرا وہیں انتقال ہوگیا۔

..................................................

(۵)......حکیم جمیل الدین صاحب بھی دارالعلوم دیوبند کے شوریٰ کے رکن تھے اور حکیم اجمل خاں کے استاذ تھے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، تہجد کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے، اسی حال میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(۶)......دیوبند میں قاری محمود صاحب تھے، قرأت کے استاذ، ان کا معمول تھا کہ تہجد پڑھتے تھے اور جب صبح صادق ہو جاتی اس وقت اپنی بیوی کو جگاتے تھے، ایک روز بیوی کو نہیں جگایا، صبح صادق ہو گئی، خوب روشنی پھیل گئی، بیوی کی آنکھ کھلی، گھبرا کر اٹھی کہ کیا معاملہ ہے؟ آج جگایا نہیں، کہیں مدرسہ چلے گئے کیا؟ چل کر دیکھا ان کے کمرے میں مصلے پر سجدے میں ہیں، جب بہت دیر ہو گئی اور انہوں نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا تو پاس آ کر قریب آ کر پوچھا: کہ کیا آنکھ لگ گئی، وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا، ان کا تو اسی سجدے کی حالت میں انتقال ہو چکا تھا اور اسی ہیئت پر رہے تب ان کو اٹھایا گیا۔

(۷)......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کی صاحبزادی صاحبہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ نماز تہجد ادا کرتے ہوئے ایک سجدہ سے سر اٹھایا دوسرے سجدہ میں سر خود بخود رکھا گیا یعنی دو سجدوں کے درمیان انتقال فرمایا۔

ان حضرات کا حال تو یہ ہے کہ عبادات پر ان کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ عبادت کی حالت میں سجدے کی حالت میں ان کو اپنے پاس بلا رہا ہے۔

## حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مخلوق کی محبت پر غالب ہو

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ آپ سے دریافت کریں اور کہیں کہ مانگو کیا مانگتے ہو تو آپ کیا مانگیں گے؟

حضرت نے فرمایا: کچھ نہیں صرف یہ درخواست کروں گا کہ تیرے نبی ﷺ کی محبت جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھی اس کا کوئی حصہ مجھے مل جائے، بس یہ طلب کروں گا۔

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے چند واقعات

ایک صاحب حضرت نبی کریم ﷺ کی بکثرت زیارت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کیسے آدمی ہیں؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: وہ ایسے آدمی ہیں کہ ایک طرف ان کے مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ ہونگے، ایک طرف مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ہونگے۔ ایک جماعت علماء کے ان کی پیچھے ہوگی، ایک جم غفیر مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہوگا۔ ان سب کو لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک صاحب گنگوہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بہت روتے تھے ویسے بھی کثرت سے روتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دریافت فرمایا: کہ اتنا کیوں روتے ہو؟ پریشان کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا: کہ حضرت! دوزخ سے ڈر لگتا ہے، وہ آگ کیسے برداشت ہوگی؟ فرمایا: نہیں نہیں! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور درجۂ احسان

ارواح ثلاثہ کے راوی امیر شاہ خاں صاحب نے ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا: کہ وہاں حجاز میں ایک مرتبہ مسجد میں بیٹھا تھا، وہاں ایک بزرگ تھے، ان کے پاس کچھ لوگ تھے، ایک شخص آیا، انہوں نے اس کو فرمایا: میاں تمہارے سینے میں ایک صورت ہے، انہوں نے شرم کے مارے آنکھیں نیچی کرلیں، بزرگ نے سارا حلیہ بتادیا کہ

ایسی ناک ہے ایسی آنکھ ہے، ایسی پیشانی ہے، سارا حلیہ بتادیا، اس نے کہا: کہ جی مجھے جوانی میں ایک عورت سے عشق ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے بہت پریشان تھا، اب بھی آنکھیں بند کرکے تصور کرلیتا ہوں تو کچھ سکون مل جاتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا، پھر حاضر ہوئے، امیر شاہ خان صاحب نے کچھ روز کے بعد اس قصے کو پھر سنایا، حضرت نے کچھ نہیں فرمایا، پھر حاضر ہوئے کچھ روز بعد امیر شاہ خاں صاحب اور یہی قصہ سنایا، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں امیر شاہ خاں صاحب تمہارا حافظہ کچھ کمزور ہوگیا ہے کیا؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں حضرت؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: اس قصے کو تم کئی مرتبہ سنا چکے ہو۔ امیر شاہ خاں صاحب نے عرض کیا: حضرت بالکل ایسی بات نہیں۔ میرا حافظہ کمزور نہیں ہوا، پہلی مرتبہ سنایا تھا تو فلاں دن فلاں تاریخ تھی اور مجلس میں فلاں فلاں شخص موجود تھے، وہ وہاں بیٹھا تھا اور یہ یہاں بیٹھا تھا، دوسری مرتبہ فلاں تاریخ تھی، فلاں دن تھا، فلاں فلاں آدمی مجلس میں تھے، بار بار عرض کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ اس سلسلہ میں آپ سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کچھ بڑی بات نہیں، اس بیچارے کو تصور کرنے کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی، اور میرا اتنے سال تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ تعلق رہا کہ معمولی نشت و برخاست بھی بغیر ان کی اجازت کے نہیں ہوئی، درانحالیکہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور میں یہاں گنگوہ میں تھا، اور پھر اس کے بعد اتنے سال تک حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہی تعلق رہا کہ معمولی نقل وحرکت، نشت و برخاست بھی بغیر ان کے مشورہ کے نہیں ہوئی۔ پھر خاموش ہوگئے، پھر فرمایا: کہ آگے بھی کہدوں، پھر خاموش ہوگئے، بتایا نہیں کہ آگے کیا؟ پھر دوسرے وقت کسی نے پوچھا: اس کے آگے کیا؟ تو حضرت نے فرمایا: کہ ’’پھر درجۂ احسان رہا۔‘‘

..............................................................

ہمارے مہربانوں نے جہاں اعتراضات کی بوچھاڑ کی ان میں اس قصے کو بھی نقل کیا اور کہا: ''یہ جو کہتے ہیں کہ آگے بھی کہدوں، آگے یہ کہدیں گے کہ اللہ میاں کا چہرہ بھی نظر آیا مجھے، یہ حال ہے ان دیوبندیوں کا، تعجب ہے کہیں اپنی زبان سے اور اعتراض کریں دیوبندیوں پر۔

## نماز میں غیر کا تصور

**سائل**: اس تصور میں جو صورت قلب میں آتی ہے تو؟ اور اگر بالارادہ جمالیا تو نماز کا کیا ہوگا؟

**حضرت مفتی صاحب**: اگر صورت کو قلب میں اس طرح جمالیا کہ کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ رہی، حتی کہ توحید سے بھی قطع نظر ہوا، جب نماز پڑھے گا کہے گا ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' تو کس کو پکارے گا؟ پس اس کو شرک کہا گیا ورنہ محض خیال آنے سے تصور آنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی، بلکہ جب درود پڑھے گا تو تصور تو ضرور آئے گا ٹھیک ہے۔

**سائل**: اس استفسار کی (جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کرتے تھے) کیا کیفیت ہوتی تھی؟

**حضرت**: یہ تو بھائی وہ آدمی بتلائے گا جو اس لائن کا ہوگا۔

## حضرت حافظ محمد احمد صاحب اور حضرت حاجی صاحب کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

**سائل**: جن مسائل میں اختلاف تھا کیا ان کو بھی پوچھا؟

**حضرت**: جی ہاں جن مسائل میں اختلاف تھا میلاد، قیام، نیاز، فاتحہ وغیرہ ان کو بھی۔

دیوبند کے مہتمم مولانا حافظ محمد احمد صاحب (مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد) نے خواب میں دیکھا: کہ مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ بھئی جب فقہاء کی

کتابوں میں گنجائش معلوم ہوتی ہے تو تم لوگ اتنا تشدد کیوں کرتے ہو میلاد، قیام، نیاز کے بارے میں۔ انہوں نے کہا: حضرت گنجائش نہیں ہے۔ اگر گنجائش ہوتی تو ہم تشدد نہ کرتے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھئی ہے گنجائش۔ انہوں نے عرض کیا: کہ حضرت گنجائش نہیں ہے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اچھا اگر ہم نے حضور اقدس ﷺ سے کہلوادیا تو؟ مولانا حافظ محمد احمد صاحب نے عرض کیا: پھر ہمیں کیا ضرورت ہے انکار کرنے کی۔ ہم تو حضور اکرم ﷺ کے حکم کی وجہ سے ہی کہہ رہے ہیں جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں حضور اقدس ﷺ تشریف لائے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بھئی یہ لڑکا (حافظ محمد احمد) ٹھیک کہتا ہے۔ یہ حاجی صاحب سے کہا۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بجا و درست۔ سیدھے کھڑے ہوئے اور جھکتے جھکتے زمین تک پہنچ گئے، پھر سر اٹھایا، سات مرتبہ اسی طرح سے کیا: بجا و درست بجا و درست۔ جیسے کسی زمانہ میں بادشاہوں کے سامنے مجریٰ بجالانے کا دستور تھا۔ اسی طریقہ پر کیا، اور حضور اقدس ﷺ کو دیکھتے ہی یہ مولانا احمد صاحب ایک گوشے میں کھڑے ہوگئے، ہاتھ باندھ کر ادب کی وجہ سے، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوگئے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے۔ اب ہم جائیں۔ حاجی صاحب نے کہا: جیسی رائے ہو حضرت کی۔ تو واپس ہوئے، مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے قریب ہی کو واپسی ہوئی۔ انہوں نے ذرا ہمت کی، کہا: حضرت ہم نے جو حدیثوں میں پڑھا ہے حضور اکرم ﷺ کا حلیہ وہ تو دوسرا ہے۔ یہ جو اس وقت حلیہ ہے آنحضرت ﷺ کا یہ تو مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یہ کیا بات ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہمارا اصل حلیہ تو وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے۔ اور چونکہ تم کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

سے زیادہ محبت وعقیدت ہے اس لئے ہم ان کی صورت میں آئے ہیں۔ پھر ہندوستان سے اس خواب کو لکھ کر حافظ صاحب نے حضرت حاجی صاحب کے پاس مکہ مکرمہ (ان کا وہیں پر قیام تھا) بھیجا۔ حضرت حاجی صاحب بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: کہ اس خواب کو لکھ کر میری قبر میں ایک طاق بنا کر رکھدینا۔

## آنحضرت ﷺ کی زیارت کی کیفیت

**ضمنی سوال:** حضرت زیارت کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

**جواب:** ایک طالب علم نے ایک مرتبہ جو دورہ شروع کیا تھا، آکر مجھ سے کہا: کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کروں، میں نے کہا: ٹھہر جاؤ ذرا، جلدی مت کرو۔ کہا: نہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کروں۔ اس کو کچھ پڑھنے کے لئے بتادیا اور وہ چلا گیا، پھر وہ ایک دو روز کے بعد آیا، نہایت پریشان حال، آنکھوں سے آنسو جاری اور بدن کانپ رہا تھا فجر کی نماز میں میرے قریب کھڑا ہوا، اس کے بعد میرے پاس آیا، بتلایا کہ میں نے زیارت کی، بس زیارت کیا کی ایک پرچہ دیکھا جس پر لکھا ہے حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک۔ کہا: کہ وہاں جو حضور اقدس ﷺ کا نام آیا بالکل مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ابھی میری روح نکل جائے گی، زیارت نہیں کی، نامِ مبارک کی زیارت کی، بس میں نے کہا: کہ بیوقوف پہلے بتادیا تھا ٹھہر جاؤ، ذرا نہیں مانا، خیر کچھ روز کے بعد آہستہ آہستہ پھر اس کو زیارت ہونا شروع ہوگئی تھی۔

## حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت

حضرت شیخ الحدیث ﷺ نے آنکھ کا آپریشن کرایا علی گڑھ میں۔ میں گیا

عیادت کیلئے، میں نے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہا: کہ نیند نہیں آتی، ایک شعر پڑھا:

نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے آنے کی قسم

خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا

غرض جو لوگ اس لائن کے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنا کرم فرماتے ہیں ان کو بکثرت زیارت ہوتی ہے، روزانہ زیارت ہوتی ہے، صاحب حضوری ہیں آج کل بھی موجود ہیں وہ ہمیں بھی بتا دیتے ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کی بات کو غلط کہہ دیں۔

**سائل:** اب یہ بھی بتا دیں کہ وہ استفسار کی کیفیت منامی ہوتی تھی یا بیداری میں؟

**حضرت مفتی صاحب:** مجھے کیا معلوم، میں کیا جانوں اس کو۔

**سائل:** گفتمش تند مرو سوئے غریباں بنگر......☆......تند گردید بمن کردنگاہے عجبے

**حضرت مفتی صاحب:** ؎

تو بنازے عجبے من بہ نیازے عجبے......☆......بہر قتلم چوں کشد تیغ نہم سر بسجود

چشم بد دور کہ ہستم بہ نیازے عجبے

**سائل:** حضرت! یہ جو آپ اپنا دامن بچا لیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں یہ تو ایسا ہی ہے کہ:

تو با تاراجِ دلم مائل من مائل باو

تو بہ فکرے عجبے من بہ خیالے عجبے

**حضرت:** خیالے عجبے ٹھیک ہے، آپ خیالات کی دنیا میں آباد ہیں، میں وہاں سے نکلنا چاہتا ہوں، واقعات کی دنیا میں آنا چاہتا ہوں۔

## حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے زیارت نبوی ﷺ کے واقعات

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ تھا مدینہ طیبہ جانے کا ہندوستان سے، ایک صاحب نے ان کے جانے سے پہلے خواب دیکھا، وہاں مسجد نبوی

میں حضور اقدس ﷺ انتظار فرمارہے ہیں شیخ کا، اور ایک مجمع ہے، اس مجمع میں سے کوئی ایسا نہیں جو پہلے سے دیکھا ہوا ہو، کون لوگ ہیں یہ معلوم نہیں، سامان جانا شروع ہوا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا، تو حضور اقدس ﷺ فرمارہے ہیں اس کو ادھر رکھو اس کو ادھر رکھو، پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ گئے معانقہ فرمایا اور فرمایا: اوہو مولوی زکریا بہت ضعیف ہوگئے، فرمایا: اچھا فلاں دوا لاؤ، وہ دوا اپنے دست مبارک سے کھلادی، دوا کا نام یاد نہیں، اب وہاں سے خط آتا ہے ہندوستان تعبیر کے واسطے، قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند کہ دوا کا نام یاد نہیں اب کیا کریں۔

میں نے کہا: کوئی ضرورت نہیں دوا کا نام یاد رکھنے کی، یہ نہیں ارشاد فرمایا: کہ فلاں دوا ان کو کھلاؤ یا یہ کہ فلاں دوا کھاؤ، بلکہ منگا کر خود کھلادی، نام یاد نہیں نہ سہی، کیا حرج ہے، یہ تاکید تو نہیں فرمائی کہ فلاں دوا کھلاؤ، اگر ذمہ داری سر ڈالی جاتی کہ فلاں دوا کھاؤ تب تو نام یاد رکھنے کی ضرورت تھی وہ تو کھلادی ضعف کی دعا، وہاں کی حاضری، سینے سے لگانا بس، ادھر شیخ کا یہ حال، تقاضا بہت کہ روضۂ اقدس پر حاضری دیں، مگر حج کا زمانہ قریب ہر جگہ جماعتیں ہورہی تھیں، جس جگہ پر قیام تھا، مدرسہ شرعیہ وہاں تک جماعتیں ہوتی تھیں، ادھر طبیعت پر تقاضا حاضری کا (روضۂ اقدس پر) فرمایا: اچھا مجھے چھت پر لے چلو، تو اوپر کی منزل پر لے جا کر وہاں سے روضۂ اقدس کا گنبد خضریٰ نظر آرہا تھا، وہاں سے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ جس سے اطمینان ہوا۔

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا: کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں اور پاس میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ذرا ہٹ کر شیخ (مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بیٹھے ہیں، حضرت مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ عرض کررہے ہیں حضور اکرم ﷺ سے کہ حضور (ﷺ)! ان میاں زکریا کو آپ کی خدمت میں حاضری کا بڑا شوق ہے، لیکن میں چاہتا تھا کہ کچھ اور کام لیا جاتا ان سے۔

..........

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہاں شوق تو ان کو بہت ہے، میں بھی چاہتا تھا کہ کچھ اور کام لے لیا جاتا، ان کی طبیعت میں جو تقاضا تھا کہ کسی طرح سے جلدی موت آ جائے، جلدی موت آ جائے، پہنچ جاؤں جلدی حضرت کی خدمت میں، اب وہ تقاضا ختم ہوگیا، یہی سوچتے تھے کہ میں کس کام کا دنیا میں کیا کام کر سکتا ہوں، بے کار پڑا ہوں، تو بس اس وقت سے اطمینان ہوگیا کہ کام لینے والے تو وہ ہیں، مجھے تھوڑا ہی کہا تم کام کرو، کام لیں گے وہ لیں گے میرے ذمہ تھوڑا ہی ہے۔

ایک صاحب نے دیکھا: کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، پاس ایک صندوق رکھا ہے، اس میں عمدہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں، اس میں جبہ بھی ہے، عمامہ بھی ہے حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں میں نے یہ زکریا کے لئے رکھ رکھا ہے۔

ایک صاحب نے دیکھا: کہ روضۂ اقدس کی جالی سے ایک تھالی نکلی پانوں کی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مولوی زکریا کے مہمانوں کے لئے پان ہیں، اس نے آ کر بیان کیا: وہاں جتنے پان رکھے تھے حضرت شیخ کے پاس، سب منگوا کر مہمانوں کو تقسیم کر دیئے، کھلوا دیئے کہ بھئی وہاں کے ہیں یہ جبھی ایک صاحب ہندوستان سے پہنچے پان لے کر بہت سارے پہنچا دیئے انہوں نے۔

# آفتاب نبوت کے سامنے چراغ کا اضمحلال

جب میں رخصت ہونے لگا مدینہ طیبہ سے، شیخ سے ملاقات کی، شیخ نے فرمایا: کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں وداعی سلام کے لئے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور میرا انتقال ہوگیا۔ روح نکل گئی، میں نے اپنے ان دوستوں سے لڑکوں سے نہیں کہا ہے یہ خواب کہ ابھی سے رونا شروع کر دیں گے۔

میں نے عرض کیا: کہ حضرت یہ وہ انتقال تھوڑا ہی ہے، یہ تو آفتابِ نبوت کے

سامنے چراغ کا اضمحلال ہے اور بس۔

## حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا فنا فی الرسول ہونا

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے لندن۔لندن سے واپسی پر فرمانے لگے مجھ سے مفتی جی کیا فائدہ ہوا وہاں جا کر،تم بتاؤ،میں نے کہا بتاؤں،میں نے ذرا قوت سے کہا بجائے ادب کے دوبارہ میں نے کہا: کہ بتاؤں،کہا: کہ ہاں پوچھ تو رہا ہوں،میں نے کہا: مجھ سے کیوں پوچھتے ہو،پوچھئے ان سے جنہوں نے آپ کو بھیجا ہے کیا فائدہ ہوا،بس حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے،فرمایا: ہاں بھئی بات تو یہی ہے،کئی مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بھی فرمایا کہ جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں،خیر پھر شیخ نے یہ کہا: کہ بھائی کلکتہ والے بہت عرصہ سے بلا رہے ہیں،میں اپنی بیماری اور کمزوری کا عذر کر دیتا ہوں،وہ کہتے ہیں کہ مکہ مدینہ بھی تو جاتے ہیں،میں نے کہا: کہ بھئی تم مکہ مدینہ پر کیا قیاس کرتے ہو اپنے کلکتہ کو،لیکن اب تو لندن بھی ہو آئے،اب کیا جواب دوں گا،تو پھر میں نے عرض کیا: کہ اس کا جواب میں نے دیا ہے، فرمایا: کیا؟ میں نے کہا:

| | |
|---|---|
| ضعف پیری کثرتِ امراض کردش مضمحل | لیک بہر محنت دیں ہمتے دارد جواں |
| مکہ طیبہ پاک افریقہ رسیدہ فیض او | ساخت مرکز زامبیا زنگوں لندن انڈماں |
| کرد اوقاتِ عزیزش بر اشارت منقسم | گاہ او در طیبہ آید گاہ در ہندوستاں |
| بے اجازت نقل وحرکت وصل وہجرت ہیچ نیست | شد فنا قصدش بقصد سید پیغمبراں |

خانقاہ ومدرسہ قائم نمودہ جا بجا
تربیت کردہ فرسد کارواں در کارواں

**ترجمہ اشعار**: ضعف پیری،کثرتِ امراض نے ان کو مضمحل بنا دیا،لیکن دین

کی محنت کے لئے ہمت جوان رکھتے ہیں، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ (زادہما اللہ شرفا وکرامۃ) پاکستان، افریقہ ان کا فیض پہنچ چکا ہے، زامبیا، رنگون، لندن، انڈمان میں مرکز قائم فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اشارہ کے مطابق اپنے اوقات عزیز کو تقسیم فرمایا ہے۔ کبھی مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے ہیں کبھی ہندوستان، بے اجازت نقل وحرکت وصل وہجرت کچھ نہیں، ان کا مقصد سید پیغمبراں ﷺ کے مقصد میں فنا ہو چکا ہے، جا بجا خانقاہ ومدرسے قائم فرماتے ہیں (علماء ومشائخ کی) تربیت فرما کر قافلے کے قافلے (ان مدارس وخانقاہوں میں) بھیجتے ہیں۔

اس پر شیخ نے فرمایا: بات تو یہی ہے، کبھی میں نہ بغیر اجازت آیا اور نہ بغیر اجازت گیا، مدینہ طیبہ پہنچا تو اجازت سے، وہاں سے یہاں آیا تو اجازت سے۔

## لندن میں تین قبریں دیکھیں اور ان کی تعبیر

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ تین قبریں ہیں، وہیں لندن میں، ایک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایک حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی۔ اور تینوں قبروں میں سے مکھیاں نکل رہی ہیں شہد کی، نکل کر وہ اڑ کر جارہی ہیں۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے یہ فیض ہے جو نکل کر جارہا ہے، تینوں بزرگوں کا۔

## چار انبیاء علیہم السلام کے خیمے اور اس کی تعبیر

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا: کہ چار خیمے ہیں، ایک خیمے میں حضور اکرم ﷺ ہیں، ایک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ایک میں حضرت داؤد علیہ السلام ہیں اور ایک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ چاروں کے چاروں اپنے اپنے خیموں میں سے آئے، اور

ایک جگہ بیٹھے، بیٹھ کر کچھ گفتگو فرمائی مگر ہمیں کوئی لفظ سننے میں نہیں آیا، اس کے بعد پھر اپنے خیموں میں چلے گئے، میں نے کہا: ہاں۔ اہل کتاب میں سے سب انہیں حضرات کے نام لینے والے ہیں، اور بات یہی ہے کہ وہ تینوں حضور اقدس ﷺ کے معاون اور مددگار ہیں، ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ ہماری امت بھی حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ہو کر کام کرے اسی زمانہ میں امریکہ سے انگریز پادری کا ایک مضمون شائع ہوا تھا کہ یورپ کو اسلام سے زبردست خطرہ ہے۔ یورپ کے دروازہ پر آ پہنچا اسلام۔ اور وہ کسی تلوار کے زور سے نہیں آیا، اس راستے سے آیا۔

## آتش عشق الٰہی

آتش عشق الٰہی در دل او شعلہ زن
چشم گریاں میچکاند روز و شب سیل رواں

**ترجمہ:** حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دل میں عشق الٰہی کی آگ شعلہ زن ہے۔ (عشق خداوندی میں حضرت قدس سرہ کی رونے والی آنکھیں رات دن سیلاب بہاتی رہتی ہیں۔)

تشریح: ایک خط کے جواب میں (جس میں حضرت قدس سرہ کے کچھ باطنی حالات کا ذکر تھا) حضرت قدس سرہ نے یہ شعر بھی تحریر فرمایا ہے۔ جس سے حضرت کی اندرونی کیفیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
دگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد (آپ بیتی نمبر ۴، ص: ۲۰۲)

(میرے دل میں ایسا درد (عشق) ہے۔ اگر بیان کروں تو زبان جل جائے۔ اور اگر خاموش رہوں تو ہڈی کے مغز (تک) کے جل جانے کا اندیشہ ہے)

اشکہائے نیم شب چوں قطرہائے سلسبیل

می شود شاداب زیں ازہار واشجار جناں

ترجمہ؛ حضرت قدس سرہ کے اشکہائے نیم شب قطرہائے سلسبیل کی طرح ہیں۔ ان سے جنت کے ازہار (پھول وکلی) واشجار (درخت) پرورش پاتے ہیں۔

تشریح؛ حضرت قدس سرہ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے؛

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یاد دلبر میں

ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حضرت شیخ قدس سرہ کے اسی سوز وگداز اور عشق ومحبت کا ذکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ نے سوانح حضرت مولانا محمد یوسف قدس سرہ میں ان الفاظ سے فرمایا ہے؛

**"شیخ کے علم، تصنیفی انہماک، وقار وسکینت اور ضبط وتحمل کے فانوس میں عشق ومحبت کا ایک ایسا شعلہ ہے جو جاننے والوں کی نگاہوں سے مستور نہیں۔ ان کا خمیر عشق ومحبت کے اس جوہر کے ساتھ گوندھا گیا ہے اور وہ شاید ان کے خمیر کے تمام اجزاء وعناصر سے زیادہ مقدار میں ہے، ان کا حال وہ ہے جو سودا نے اپنے شعر میں بیان کیا ہے۔"**

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا

کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

**"عشق ومحبت کے اس جوہر کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے اور اس کے شرارے اسی وقت نظر آتے ہیں جب عشق الٰہی، ذاتِ رسالت پناہی اور واصلانِ بارگاہِ الٰہی کا تذکرہ ہو۔**

**راقم سطور (مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے پہلے سفر حجاز کے**

موقع پر مدینہ طیبہ سے ایک خط لکھا، جس میں مدینہ طیبہ کے راستہ کی کیفیات اور بعض نعتیہ اشعار تھے، جب یہ خط پہنچا تو شیخ کی عجیب کیفیت تھی، جو لوگ پاس موجود تھے ان کا بیان ہے کہ ایک عزیز خادم سے جو خوش الحان بھی ہیں۔ان اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کی فرمائش ہوئی، گرمی کا زمانہ تھا، رمضان کے ایام تھے، اعتکاف کا موقع تھا۔اس وقت کچھ لوگ شیخ کا بدن دبا رہے تھے، دیکھنے والے کا بیان ہے کہ جس وقت ان صاحب نے یہ اشعار پڑھے، اس وقت شیخ فرط شوق اور شدت جوش میں بالشت بالشت بھر اچھل جاتے، جو لوگ بدن دبا رہے تھے، ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ شیخ کے جسم میں ایک بجلی سی پیدا ہوگئی ہے۔اور وہ اپنی کیفیت کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے۔

راقم سطور (مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) نے خود بارہا دیکھا ہے کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اپنے ایک مسودہ سے حضرت رائے پوری کو سنا رہا ہے، شیخ پاس کی چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں، ان پر گریہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ چارپائی ہلنے لگی۔مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں جو حج ہوا تو اس سے واپسی کے موقع پر اس طرح سے بلک بلک کر رونے لگے، جیسے بچہ اپنی ماں کی گود سے علیحدہ کیا جائے تو وہ بے قرار ہو کر روتا اور بلکتا ہے۔‘‘ (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۱۲۱،۱۲۲)

## فراقِ دیارِ حبیب ﷺ پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت

ایک سفر کا حال حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نور اللہ مرقدہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

’’اس سرزمین مقدس اور دیارِ حبیب ﷺ سے ان کی روح اور قلب کو

جو تعلق اور وابستگی ہے اور اس کے چھوٹنے پر ان کے دل پر جو کچھ گذر رہی تھی، اس کا کچھ اندازہ ان سطور سے ہوگا جو ان کے ایک مخلص خادم نے ان سطور کے راقم (مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے ایک مکتوب میں لکھی ہیں۔

”طائف سے واپسی پر عمرہ کر کے یعنی جعرّانہ سے احرام باندھا تھا۔ دوسرے روز جدہ روانگی ہوگئی، حدودِ حرم کے ختم پر جو کنواں ہے، وہاں مغرب کا وقت ہوا، نماز کے بعد سوار ہونے کے وقت حضرت پر گریہ طاری ہوا۔ پھر جدہ پہنچ کر محمد علی خاں صاحب کے مکان پر رات قیام تھا۔ ساری رات عجیب بے چینی میں گذری، حضرت کی خدمت صرف محترمی ابو الحسن صاحب اور بندہ موجود تھے، باقی خدام حضرات حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوسرے کمروں میں تھے۔ حضرت بار بار اُٹھ کر بیٹھتے اور ہم لوگ بھی آہٹ پا کر اٹھ جاتے اور کسی وقت سوئے بنے رہتے اور دیکھتے رہتے، بندہ کو بائیس سال سے کئی دفعہ کافی کافی عرصہ کے لئے حضرت کی خدمت میں رہنا ہوا۔ سفر، حضر، عزیزوں، بزرگوں کی اموات، رمضان مبارک کی راتیں، حج کا سفر، عرفات وغیرہ مختلف اوقات وحالات میں حاضری نصیب ہوئی، مگر ایسی حالت کبھی نہ دیکھی تھی، کبھی کھڑکی سے منہ نکال کر گلی میں، راستوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں: ابو الحسن آج اور عرب کی زمین دیکھ لے، صبح کو جانا ہی ہے۔ دوسرے روز ہوائی اڈہ پر انتظار میں ویٹنگ روم میں بیٹھنا ہوا، موسم حج اور اپنے ساتھ پاکستان جانے والوں کا کثیر مجمع اور جدہ میں رخصت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے کافی وقت بیٹھنا ہوا۔

بندہ نے حضرت کو روتے ہوئے پہلے بھی بہت کثرت سے دیکھا ہے، اکثر اوقات تو ایسا کہ اجنبی کو تو ظاہر نہ ہوتا تھا، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت رو رہے ہیں اور بعض وقت دیکھنے والوں کو محسوس ہو جاتا تھا کہ نماز

تلاوت وغیرہ میں حضرت رو رہے ہیں، لیکن آنسوؤں کی کثرت کا دستور نہ تھا اور یہ قانون تھا کہ ایسی حالت میں جب کوئی ملنے والا آ گیا یا کوئی دوسرا موضوع سامنے آیا، جس میں کسی سے ہنسی مذاق اور خندہ پیشانی کی ضرورت ہوتی یا کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہوتی تو ظاہر طور پر حضرت کی وہ حالت فوراً ختم ہو جاتی اور آنے والے کو کچھ محسوس نہ ہوتا، وقت کے حق کے مطابق حالت ہو جاتی۔

اس رخصتی والے دن کی حالت بالکل نرالی تھی، حضرت تشریف فرما تھے، ارد گرد کافی مجمع تھا، لیکن حضرت ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے کہ بالکل اکیلے ہوں، کوئی بات، کلام، توجہ نہ تھی، بے تحاشہ رو رہے تھے، آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے، کرتہ تربتر ہو رہا تھا، چہرہ مبارک سرخ اور آنسوؤں کے پانی سے ایسا دھل رہا تھا جیسا کہ کوئی نل کے نیچے بیٹھا ہو، بس آواز تو نہیں تھی، حضرت ہاتھ ڈھیلے کئے بیٹھے تھے۔ لوگ چپ چاپ مصافحہ کرتے جاتے تھے، ایک دہشت سی تھی، اس حالت میں رخصتی ہوئی، چونکہ اس قسم کی حالت ہمیشہ مخفی رکھنے کی عادت تھی، اس لئے اگر خود نہ دیکھا ہوتا تو مجھے بھی یقین نہ آتا۔ بیان کو مبالغہ سمجھتا، اور اب بیان کو ناکافی سمجھ رہا ہوں۔''

## درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں تاثیر عشق

اسی محبت واخلاص نے ان کے درس ان کی تصنیفات ان کے ساتھ بیعت وارادت کے تعلق میں وہ تاثیر اور کیفیت پیدا کر دی جو اہل عشق کے ساتھ مخصوص ہے۔ (سوانح مولانا محمد یوسف ؒ: ۱۲۲، ۱۲۴)

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی قدس سرہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے

درس حدیث کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں؛

”اس درس کی کیفیت بھی دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی۔ حدیث شریف کا احترام، سنت سے شغف اور ذاتِ نبوی ﷺ سے عشق کی کیفیت کا اثر تمام حاضرین پر پڑتا ہے۔ اور بعض مرتبہ تو ساری مجلس پر ایک بجلی سی کوندجاتی ہے، خصوصاً ختم کتاب اور دعا کے موقع پر تو یہ پیمانہ ہزار وسعت و عالی ظرفی کے باوجود چھلک پڑتا ہے، اسی طرح وفات نبوی ﷺ کی احادیث پر دامن ضبط ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، آنکھیں بے اختیار اور آواز گلو گیر ہو جاتی ہے۔“ (حوالہ بالا؛۱۰۹،۱۱۰)

# کمالِ عشق ومحبت کا اندازہ

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ کو ان کے حجاز کے دوران قیام میں تحریر فرمایا تھا، اس میں یہ شعر بھی تحریر تھا؛

ہمارا نام لے کر آہ بھی اک کھینچیو قاصد
جو وہ پوچھیں تو کہہ دینا یہ پیغام زبانی ہے

# پانچویں حج کا واقعہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ؛

”پانچویں بار آپ کا سفرِ حج (۱۳۸۹ھ) غایت درجہ اشتیاق وشوق حضوری کے ساتھ ہوا، اس نعمت عظیم کے شکرانہ کے طور پر آپ نے دوماہ کے روزے اور ہمہ وقت بحالت وضو رہنے کی نذر مانی تھی، اللہ تعالیٰ نے راقم کو اس سفرِ حج میں ہمرکابی کی توفیق نصیب فرمائی، اور آپ کے علو ہمت، قوت ارادی،

بارگاہ نبوی ﷺ میں آپ کے آداب ذات نبوی ﷺ سے آپ کے عشق وشیفتگی، علو استعداد نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قیام میں جن مراتب عالیہ اور دولت قرب واختصاص سے نوازا اور سر بلند وسرفراز فرمایا، اس کے عجیب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اسلاف کرام اور اولیاء متقدمین کی یاد تازہ ہوئی، آپ سید الانبیاء ﷺ کے اقدام عالیہ کے پاس مسلسل گھنٹوں ایک حالت میں مراقب رہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب بھی آپ کی سیری نہیں ہوئی، یہ تمنا فرماتے کہ اسی پاک سرزمین میں آپ کو مستقل قیام کا موقع مل جائے، واپسی کا ذکر تک آپ کو بہت شاق ہوتا۔" (حیات خلیل بحوالہ مقدمہ اوجز:۱۱۱)

یہ سب عشق الٰہی اور عشق نبوی ﷺ کے ثمرات ہیں۔

## حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کا سوز وگداز

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ نے حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری قدس سرہ کے والد محترم مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے؛

"مولانا محمد یحییٰ صاحب عجب باغ وبہار طبیعت لے کر آئے تھے۔ "بکّاء باللیل بسّام بالنہار" (رات کو بہت رونے والے دن کو بہت مسکرانے والے) آپ کی صفت تھی، ادھر گریہ طاری ہے، ادھر دوستوں کو اپنے نکتوں اور بذلہ سنجیوں سے ہنسا رہے ہیں، دیدہ گریاں، روئے خنداں اور زبان گل فشاں کا پورا مجموعہ دل کے سوز وگداز اور راتوں کے راز ونیاز کی خبر بہت کم لوگوں کو تھی۔ الخ"

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت:۵۶)

# حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بغرض علاج سہارنپور تشریف لائے، حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ) نے تلبینہ (ایک قسم کا حریرہ جو آٹے، شہد، گھی وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے، دودھ کے مثل سفید اور پتلا ہوتا ہے) تیار کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجا، ساتھ میں ایک پرچہ بھی رکھا، جس میں لکھا: حضرت کے معالج (طبیب) کو اس کھانے کے اجزاء ترکیبیہ وغیرہ بتا کر تحقیق کر لیا ہے کہ یہ کھانا نہ حضرت کے مزاج کے خلاف ہے نہ طبع کے نہ مرض کے نہ دوا کے مقوی اور مفرح قلب ہے اور فلاں حدیث میں اس کی ترغیب بھی ہے، لہٰذا حضرت کی خدمت میں پیش ہے نوش فرمالیں۔ مادی نفع اور عدم مضرت دونوں چیزیں بتلا دیں اور جتنی دین کی بات تھی کہ حدیث شریف میں ترغیب آئی ہے وہ بھی ظاہر کر دی، اس واسطے نہیں بتائی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہ تھا، وہ تو علم کے بحر ذخار تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لے لیا پرچہ پڑھا اور جواب لکھا:

محبی ومحبوبی! آپ نے جوشِ محبت میں اصول کی رعایت نہیں کی، پہلے ہی حدیث سنادی، اب مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کھانے میں یہ مجھ کو مزیدار معلوم نہ ہوا پسند نہ آیا تو جس چیز کی ترغیب حدیث شریف میں آئی ہے اس سے بدمزگی اور ناپسندیدگی لازم آئے گی، اگر پہلے مجھے پیش کرتے پھر میرے پسند کرنے پر حدیث سناتے تو زیادہ راحت ملتی، لہٰذا آپ کا تحفہ جواب کے انتظار میں رکھا ہے، جیسا جواب آئے۔ (احادیث اور روایات کی یہ حضرات اس قدر رعایت رکھنے والے تھے کہ لذیذ وغیر لذیذ ہونا حالانکہ شرعی چیز نہیں، مگر پھر بھی جس چیز کی حدیث شریف میں ترغیب وارد ہوئی ہے اور طبعی طور پر وہ لذیذ معلوم نہ ہو یہ ان کو برداشت نہ تھا، ان سے بڑھ کر حدیث وسنت کی قدر کرنے والا کون ہوگا، پھر یہ بھی نہیں کیا کہ اس کو واپس کر دیتے کہ دل شکنی کا باعث ہوگا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی رعایت کی۔)

..........................................................

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھا: کہ حضرت اوّل تو لذیذ و غیر لذیذ ہونا زیادہ تر پکانے والے کی مہارت پر موقوف ہے، جو ماہر ہوتا ہے وہ معمولی چیز کو بھی لذیذ پکا دیتا ہے، اور جو اناڑی ہوتا ہے وہ عمدہ چیز کو بھی خراب کر دیتا ہے، پس اگر یہ لذیذ معلوم نہ ہوا تو توجیہ ہوگی کہ جس چیز کی ترغیب حدیث شریف میں آئی ہے وہ ان پکانے والوں کے قابو میں نہیں آئی، یہ اچھی طرح نہیں پکا سکے، دوسرے یہ کہ حدیث شریف میں اسکو نافع ومفید کہا گیا، دوائے تلخ مفید ہوتی ہے مگر لذیذ نہیں ہوتی، پس لذیذ نہ ہونا حدیث کے خلاف نہیں۔

تیسرے یہ کہ بعض روایات میں ہے ''ویکرہ المریض'' مریض کو اچھی نہیں لگتی ناگوار گذرتی ہے۔ اگر لذیذ معلوم نہ ہوئی تو اس سے حدیث کی مزید تقویت ہوگی تائید ہوگی نہ کہ مخالفت اس لئے اس کو نوش فرمالیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نوش فرمایا اور کچھ نہ فرمایا کہ لذیذ معلوم ہوئی یا نہیں؟

## حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دوعالم ﷺ کا دربار عالی لگا ہوا ہے، مگر مجھے وہاں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے، میرے ماموں بھی وہاں پر موجود تھے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بوڑھے نحیف شخص کے ہاتھ میں دیدیا، پھر آنکھ کھل گئی۔

ان بزرگ کی تلاش میں متعدد مقامات کے سفر کئے، مگر کامیابی نہ ہوئی، سخت حیرانی ہوئی، کچھ روز بعد انہوں نے اپنے استاذ مولانا قلندر علی صاحب محدث جلال آبادی سے یہ خواب بیان کیا، مولانا قلندر محدث جلال آباد رحمۃ اللہ علیہ صاحب حضوری تھے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت بیداری میں ہوا کرتی تھی اور شاگرد اور خلیفہ تھے حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو شاگرد خاص تھے۔

حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور خلیفہ ہیں، جو شاگرد رشید ہیں

..............................................................................................

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا؛ کہ ذرا لوہاری (تھانہ بھون کے قریب ایک گاؤں کا نام) بھی تو ہو آؤ، یہاں میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، دیکھا تو وہی بوڑھے نحیف شخص ہیں جو خواب میں دیکھے تھے، فوراً قدموں پر گر پڑے، میاجی صاحب نے سینہ سے چمٹا لیا اور ارشاد فرمایا: کہ تمہیں اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے، حضرت حاجی صاحب اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میرے شیخ کی سب سے پہلی کرامت تھی جو میرے دیکھنے میں آئی کہ بغیر ذکر کئے خواب کا علم ہو گیا۔

اسکے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ بیعت ہوئے اور سلوک کی تکمیل کی اور میاجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عشق الٰہی کا یہ عالم تھا کہ تیس برس یا چالیس برس تک ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ اور پھر یہی اثر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں آیا، اور پھر یہی اثر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں آیا۔

## حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڑھی نور اللہ مرقدہ کے اشعار کا مجموعہ ''عرفان محبت'' کے نام سے چھپا ہوا ہے، اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں؛

حمد تیری اے خدائے لم یزل
ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا
ذکر تیرا روح کی میرے شفا

جب زباں پر محمد ﷺ کا نام آ گیا — دوستو زندگی کا پیام آ گیا
آپ ﷺ کی مدح انساں کیا کر سکے — عرش سے جب درود و سلام آ گیا

خدا کا فضل ہے ورنہ تو میں اس قابل نہ تھا احمدؔ
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبت میں

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو، لیکن ترا بسمل نہیں

نثار جاں حزیں کردے شوق سے احمدؔ
کھڑا ہے کون؟ ذرا دیکھ تیرے سرہانے

کوئی اہل محبت سے تو پوچھے عجب شے ہے صدائے لن ترانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے مجھے خود کر دیا روح المعانی

عشق نے احمدؔ مجلّی کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

عمر غفلت میں ہوگئی برباد میرے مالک تری دہائی ہے
میں وہ عاصی ہوں دیکھ کر جس کو رحمت حق بھی مسکرائی ہے

آتش عشق نے جلا ڈالا
زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

جب کوئی ہم کلام ہوتا ہے دل کا برہم نظام ہوتا ہے
حسن کا انتظام ہوتا ہے عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے
عشق کی اک نگاہ سے احمدؔ
ذرہ ماہِ تمام ہوتا ہے

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبور بیاں رہنا زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

یہ فیضانِ محبت ہے یہ احسانِ محبت ہے سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا
یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام ونشاں رہنا
یہی شانِ محبت ہے یہی آنِ محبت ہے انہی کا ہو کے رہنا چاہئے کچھ بھی ہو جہاں رہنا

نہ کوئی رہ پاجائے نہ کوئی غیر آجائے
حریم دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

ہوا محسوس جیسے مل گئی کونین کی دولت
مقدر سے ترے پہلو میں جب میں نے جگہ پائی
میں اس پر جان و دل سب کچھ کروں قرباں نہ کیوں آخر
کرم سے جس کے در دلا دوا کی بھی دوا پائی
سنیں یہ بات میری گوش دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مر مٹا تب گلشن دل میں بہار آئی
عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہل محفل کا
حدیث عشق کی احمدؔ نے جب بھی شرح فرمائی

ملتی ہے اہل محبت کو زبانِ زندگی اور کوئی کر نہیں سکتا بیانِ زندگی
ہو گئے پیدا جہاں میں طالبانِ زندگی تم نے جب دنیا میں دی آ کر اذانِ زندگی
میں تو اس قابل نہ تھا لیکن جنوں کے فیض سے کھول دی ہے میں نے بھی احمد دکانِ زندگی

یاد کا ان کی چھایا جب عالم
فرش آیا نظر عرشِ اعظم

سناؤں داستانِ عشق میں کس کو یہاں ساقی
نظر آتا نہیں جب ہائے کوئی راز داں ساقی

# حدیث شریف کی تشریح

**سائل:** حدیث "من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة" سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی وہ بیداری میں ضرور دیکھے گا۔ کیا ایسا ہے؟ کیا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے؟ ملفوظات فقیہ الامت میں آپ کی اور حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو بھی اس سلسلے میں ہے۔

**ارشاد:** یہ حضور اقدس ﷺ کی زندگی کے بارے میں ہے کہ اگر کسی شخص نے مجھ کو دور سے خواب میں دیکھ لیا تو وہ ان شاء اللہ میرے پاس پہنچ کر رہے گا، میری زیارت ضرور کرے گا، پھر ایک تو ہے یقظہ (بیداری) میں زیارت کرنا ایک ہے خواب میں زیارت کرنا، دونوں میں فرق ہے، جو شیخ نے فرمایا اور میں نے عرض کیا وہ تو یہ ہے کہ ایک شخص خواب میں زیارت کرتا ہے ایک شخص بیداری میں زیارت کرتا ہے کون اس میں قوی ہے؟ میں نے کہا: خواب والا قوی ہے، کیونکہ خواب کی تو ضمانت لی گئی ہے۔

"من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل بی"

[جو شخص مجھے خواب میں دیکھے تحقیق اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری تمثیل نہیں بنا سکتا۔]

بیداری کی حالت میں ضمانت نہیں لی گئی۔

حضرت شیخ نے دریافت فرمایا: کہ کیا شیطان کو بیداری میں قدرت ہے صورت بنانے کی؟ میں نے کہا: نہیں اس کو تو قدرت نہیں نہ خواب میں نہ بیداری میں البتہ قوت متخیلہ صورت گھڑ سکتی ہے۔

**سائل:** کیا یہ قضیہ شرطیہ ہے کہ "من رأنی" یہ شرط ہے "فسیرانی" مشروط ہے۔

**مفتی صاحب:** اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ مستقل چیز ہے، میں اس کو کہہ

رہا ہوں "من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة" کہ یہ اس وقت کے لئے ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ حیاتِ ظاہری میں تھے کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا وہ ان شاء اللہ مجھ تک پہنچ کر رہے گا۔

**سائل:** حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دن میں رویت ہوئی تھی افطاری میرے ساتھ کر لینا۔

**حضرت مفتی صاحب:** وہ تو خواب کی بات ہے اس کی تصریح ہے۔

**سائل:** فتح الباری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خواب کا تذکرہ ہے اور یہ کہ انہوں نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس خواب بیان کیا اور آئینہ انہوں نے دیکھا تو اس میں اپنی صورت کے بدلے حضور اقدس ﷺ کی صورت نظر آئی۔

**حضرت مفتی صاحب:** ٹھیک ہے خواب میں صورت نظر آ سکتی ہے اور صورت بدل کر بھی نظر آ سکتی ہے، اور ہو سکتا ہے آئینہ میں دیکھا ہو کوئی بعید نہیں۔

## حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں درسِ حدیث دے رہے تھے، مسئلہ آ گیا حیات النبی ﷺ کا۔ حضرت نے اس کو ثابت کیا، طلبہ نے اس پر اشکال کیا، حضرت نے جواب دیا، پھر اشکال کیا، پھر جواب دیا، پھر اشکال کیا۔ حضرت نے یکدم گردن موڑ کر اس طرح سے دیکھا (روضہ اقدس کی طرف) طلباء نے دیکھا کیا بات ہوئی، اس طرح سے اچانک مڑ کر دیکھا، دیکھا تو روضۂ اقدس وہاں موجود نہیں، عمارت غائب ہے، کھلی جگہ ہے صاف اور اس میں حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں، اس کے بعد پھر کتاب کی طرف متوجہ ہو گئے، وہ بھی اور طلبہ بھی، پھر روضۂ اقدس کی طرف دیکھا تو وہ اسی

01 Khutbat-e-Mahmood J-1



طرح موجود تھا۔ اس قسم کی چیزیں ہوئی ہیں۔ اب بھی ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر کرم فرماوے۔ لیکن "من رآنی فی المنام فیسرانی فی الیقظة" کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان طلبہ نے خواب میں زیارت کی ہو، اس کی وجہ سے ان کو بیداری میں زیارت ہوئی ہو، بہت لوگ ایسے ہیں جو خواب میں زیارت کرتے ہیں، بعضے روزانہ زیارت کرتے ہیں خواب میں، لیکن کبھی یقظۃً زیارت کی نوبت نہیں آئی انہیں۔

**سائل:** ابن عربی نے "وقد اشکل ھذا الحدیث علی العلماء" لکھا ہے۔

**مفتی صاحب:** اشکال کیا؟ کس چیز پر ہے ان کو؟

**سائل:** کیفیت پر۔

**مفتی صاحب:** میں تو کہتا ہوں کہ اس کی کیفیت یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں ایمان لانے سے پہلے جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی، اسے حق تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ بیدار ہو کر ایمان لایا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اس میں کیا اشکال ہے؟

**سائل:** گویا اس میں تخصیص نہیں تعمیم ہے آج بھی ہو سکتا ہے؟

**مفتی صاحب:** آج بھی ہو سکتا ہے۔ مگر "سکتا ہے"، ضروری نہیں۔ بخلاف شرط وجزا کے کہ وہاں پر شرط پر جزا کا ترتب یقینی ہے۔ وہ حیات طیبہ کی بات تھی، اور بعضے حضرات کہتے ہیں کہ بیداری کی حالت میں دیکھنا زیادہ قوی ہے، کیونکہ اس کو مناسبت اتنی ہو گئی ہے کہ حجابات اس سے اٹھا دیئے گئے ہیں۔

**سائل:** ارواحِ ثلثہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تردد ذریت کے بارے میں اور حضور اقدس ﷺ کا عیاناً جلوہ گر ہونا اور فرمانا کہ جیسے میری اولاد اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ کوئی آدمی سوال لے کر آیا۔

..............................................................................

**مفتی صاحب:** شاہ صاحب کے وعظ میں تشریف لانا استفادہ کی غرض سے نہیں تھا، جیسے کہ میں اور آپ استفادہ کے لئے بیٹھے ہیں بلکہ اعانت کے لئے تھا، تصویب کے لئے ہے ان کی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہو جائے اس کے لئے، تو کیا اشکال ہے اس میں؟

## قرآن پاک سننے کیلئے حضرت نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری

خود شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں غالباً اپنے والد کی طرف سے یا اپنی طرف سے کہ دلی کے فلانے جنگل میں قاری عبداللہ صاحب رہتے تھے، ان کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے لئے ہم گئے تھے، قاری صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو آنکھیں بند کر کے خوب جھوم جھوم کر مست ہو کر پڑھتے تھے، وہ تلاوت کر رہے تھے، کچھ لوگ عربی لباس میں آئے آگے آگے ان کے سردار معلوم ہوتے تھے، ذرا دیر ٹھہرے اور پھر کہا: "بارك الله اديت حق القرآن" [اللہ پاک تم کو برکت دے، تم نے (تلاوت) قرآن کا حق ادا کر دیا۔] یہ کہہ کر چلے گئے۔ قاری صاحب نے اپنی تلاوت سے فارغ ہو کر آنکھ کھولی۔

پوچھا: میاں کوئی آیا تھا؟ میرے قلب پر ایک رعب طاری ہوا۔

بتایا گیا: کہ اس طرح سے ہوا اور تو کچھ معلوم نہیں۔

پھر ایک اور بزرگ آئے، انہوں نے فرمایا: کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تھے یہاں، پوچھا گیا کیسے؟

فرمایا: کہ میں نے پرسوں خواب میں زیارت کی تھی اور حضور اقدس ﷺ نے یوں فرمایا تھا کہ میں پرسوں قاری عبداللہ کا قرآن سننے جا رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سو نہیں رہا تھا۔ بلکہ جاگ رہا تھا، میری آنکھیں بند نہیں تھیں، میں کھلی

آنکھوں دیکھ رہا تھا۔

خواب کے واقعات تو بے شمار ہیں لیکن یہ بیداری کی بات ہے۔

بہر حال میں اکابر دیوبند کے تعلق اور عشق رسول ﷺ کی بات بتا رہا تھا۔

## حضرت سہارنپوری اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہما کے واقعات

ایک خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، انہوں نے دین کی خدمت کی، اہل بدعت سے مناظرے کئے، ان کو شکستیں دیں، حال یہ کہ روضۂ اقدس پر مدینہ پاک میں کھڑے ہو کر وہاں تراویح میں پورا قرآن پاک حضور اقدس ﷺ کو سنایا۔

روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے صلوۃ وسلام پڑھنے کے لئے تمام بدن کانپ جاتا تھا، سر سے پیر تک، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ابھی بتا ہی چکا ہوں، جو صاحب ان کے ساتھ تھے مدینہ منورہ میں انہوں نے بتلایا: کہ مولانا روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہوتے تھے، گردن جھکی ہوئی بالکل خاموش، آواز نہیں نکالتے تھے ادب کی وجہ سے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے، ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بالکل اسی طرح کھڑے رہتے تھے، صلوۃ وسلام پڑھتے تھے، کیا یہ سب کچھ بغیر عشق کے ہوتا تھا؟ محبت وعشق اصل تو قلب میں پیدا ہوتا ہے، اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے، آنکھوں پر بھی اثر ہوتا ہے کہ وہ اتباعِ سنت کرتی ہیں، کانوں پر بھی اثر ہوتا ہے کہ وہ بھی اتباعِ سنت کرتے ہیں، زبان پر بھی اثر ہوتا ہے کہ اتباعِ سنت اس کے اندر آجاتی ہے، ہر چیز کا یہی حال ہے، صرف نام اہل سنت رکھنے سے اتباعِ سنت نہیں ہوتا، اور آدمی اہل سنت نہیں بن جاتا۔

..........

# عشق ومحبت کی علامت

اور علامت کیا ہے عشق کی؟ ہر شخص دعویٰ کرسکتا ہے کہ مجھے عشق ہے، عشق کا حال تو یہ ہے کہ جس قدر کسی شخص کو حضور اقدس ﷺ سے عشق ہوگا اسی قدر سنت رسول ﷺ کا اتباع کرے گا، اپنی زندگی کو حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطبق بنائے گا، یہ اس کی علامت ہے: "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ" [آپ کہد یجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔] محبت کی شرط اتباع کو بتایا ہے۔ "لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ" [تم میں سے کوئی شخص تب تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے طریقہ (شریعت) کے تابع نہ ہو۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی معارف بیان کرے مکاشفات بیان کرے دوسرے عالم کی، اونچی اونچی چیزیں بیان کرے، ان کی وہ حیثیت نہیں ہے جو ایک معمولی چیز کی ہے جو سنت کے مطابق ہو، مثلاً استنجا کرے سنت کے مطابق، اس کی جو حیثیت ہے وہ اونچے سے اونچے معارف کی بھی نہیں۔

محبان رسول ﷺ تھے یہ لوگ محبت اور عشق کی علامت یہ ہے کہ زندگی کا ہر گوشہ اتباعِ سنت سے منور رہو، جو کام کرے یہ سوچتے ہوئے یہ سمجھتے ہوئے کرے کہ یہ سنت کے خلاف تو نہیں ہے۔

محبت تو قلبی چیز ہے، دعویٰ کوئی بھی کرسکتا ہے، نعرہ کوئی بھی لگا سکتا ہے کہ ہم ہیں محبین رسول ﷺ لیکن محبت کی علامت یہ ہے کہ اتباعِ سنت ہو۔ پوری زندگی سنت کے مطابق ہو۔

..........

# حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سنت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ ہیں مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ، دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہے، ساری عمر حدیث شریف پڑھائی، سیاست میں اٹھے، ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے گرفتار ہوگئے، کئی برس مالٹا میں جیل میں رہے۔ سخت سے سخت سزائیں دی گئیں، مگر وہ اپنی بات کے بڑے پکے اور مضبوط تھے، سینہ پر ان کے نشانات تھے، پسلیوں پر نشانات تھے، مالٹا سے جب واپس تشریف لائے، معلوم ہوا کہ تہجد کے وقت جب حضرت وہاں اٹھتے تھے، سردی زیادہ تھی، لوٹے میں پانی لے کر حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیٹ سے لگا لیتے تھے، اور اسی طرح رات گذارتے تا کہ پیٹ کی گرمی سے اس کی ٹھنڈک کچھ کم ہو جائے، وہ پانی نمازِ تہجد کے لئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو پیش فرماتے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس سے وضو کرتے تھے، اور نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، جو گورے (انگریز سپاہی) پہرے پر تھے، وہ سنگین (لاٹھی جس کے آگے چھری سی ہوتی ہے) کے چوکے نماز پڑھتے پڑھتے سینے پر پسلیوں پر مارتے تھے، ان کا جو افسر تھا وہ بھی انگریز تھا، اس نے کہا:

**”ارے کیا غضب کرتے ہو، یہ ایسا شخص ہے کہ اگر تم نے قتل کر کے جلا بھی دیا تو اس کے خون سے، اور اس کی خاک سے، حق حق کی آواز آئے گی۔“**

ان کا حال یہ تھا کہ جمعہ کا دن آتا، کپڑے دھوتے، غسل کرتے، جمعہ کی نماز کے لئے جیل کے دروازے تک آتے، مگر جیل کا دروازہ بند ہوتا تھا، واپس ہو جاتے تھے، جہاں تک اپنے بس میں تھا کہ جمعہ کی تیاری کی، غسل کیا، اس میں کمی نہیں کی، آتے ہیں نماز کے لئے جمعہ کی تیاری کر کے، مگر آگے دروازہ بند ہے، دو آنسو ٹپکا کر واپس ہو جاتے، اپنے ہاں ظہر کی نماز پڑھ لیتے۔ جتنا اپنے اختیار میں تھا اس میں کمی نہیں

فرماتے۔ یہ ہے عشق الٰہی۔

قربانی کے لئے گائے پالتے سال بھر تک، اس کو خود نہلاتے، گھاس دانہ خود کھلاتے، خود پانی پلاتے، گائے کو بھی اتنا تعلق ہو جاتا کہ جب وہ سبق پڑھانے کے لئے گھر سے چلتے تو گائے پیچھے پیچھے آتی اور دارالعلوم کے دروازے پر بیٹھ جاتی، بارہ بجے سبق پڑھا کر فارغ ہو کر چلتے تو گائے ساتھ ساتھ چلتی، اور جب قربانی کا زمانہ قریب آجاتا، تو گائے کا گھاس کم کرتے، بجائے گھاس کے دودھ جلیبی کھلاتے بالٹی میں بھر بھر کر، اور اس کے مہندی لگاتے، پھول بناتے اس کی کمر پر۔ اس کو خوشنما بناتے، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا کے راستہ میں اپنا محبوب مال خرچ کرو، اس سے محبت بہت ہو جاتی، بقرہ عید کی نماز پڑھ کر کے اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح کرتے اور کچھ آنسو بھی ٹپکایا کرتے اور اگلے سال کے لئے قربانی کے واسطے اسی وقت سے دوسری گائے خرید لیتے۔

رمضان شریف میں رات رات بھر نہیں سوتے تھے، خود حافظ نہیں تھے لیکن دوسرے لوگوں کو تجویز کرتے تھے۔ ایک کو بلایا ایک پارہ اس نے پڑھا، دوسرا آیا ایک پارہ اس نے پڑھا، تیسرا آیا ایک پارہ اس نے پڑھا، رات بھر نفلوں میں اسی طرح مشغول رہتے تھے۔

نفلیں پڑھتے پڑھتے ایک مرتبہ پیروں پر ورم آ گیا، اس روز بہت خوش ہوئے بہت خوش کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بھی پیروں پر ورم آتا تھا، نماز پڑھتے ہوئے، آج حضور اقدس ﷺ کی سنت کا اتباع نصیب ہوا۔ یہ ہیں عشق الٰہی اور عشق نبوی کے ثمرات۔

## علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سنت

ہمارے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بیمار ہوئے کہ کھڑے نہیں

ہوسکتے تھے، دو کھڑاؤں بنوائے تھے ان کو زمین پر ٹیک کر بیٹھ بیٹھ کر مسجد میں نماز کے لئے جاتے تھے۔ اس قدر اتباعِ سنت کا اہتمام تھا۔

## حضور اقدس ﷺ کا عمل مرض الوفات میں

حضور اقدس ﷺ کا مرض الوفات ہے غشی طاری ہے، جب طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مرض کی شدت میں کچھ افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا: کہ سات مشکیں پانی کی میرے سر پر ڈالو شاید کچھ سکون ہو اور میں لوگوں کو کچھ وصیت کرسکوں، چنانچہ حسب الحکم آپ ﷺ پر سات مشکیں ڈالی گئیں۔ اس طرح غسل سے آپ ﷺ کو ایک گونہ سکون ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔

(سیرت المصطفیٰ: ۳۳۲ بحوالہ البدایہ والنہایہ)

## حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت مدنی ﷺ کے یہاں سالن دو برتنوں میں آ گیا۔ عامۃً ایک سالن بڑے برتن میں آیا کرتا تھا۔ اسی کے چاروں طرف سب بیٹھ کر کھایا کرتے تھے۔ اس دفعہ کوئی صاحب بیمار تھے انکے واسطے سالن علیحدہ آ گیا۔ تو حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ حضرت اب سالن دو دو طرح کا کھایا جایا کرے گا۔ کہیں حدیث میں دو سالن کھانا حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ اس پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوداؤد شریف کی روایت بیان نہیں فرمائی (جس میں دو سالن کا تذکرہ ہے) بلکہ یہ فرمایا؛ حافظ صاحب! ہم تو پیٹ کے گدھے ہیں، ہم سے اتباع سنت کہاں ہوتا ہے، آپ ہم سے اتباع سنت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ ان حضرات کا حال تھا۔

..................

## اشاعت دین اور خدمت حدیث نبویؐ

جس قدر کسی شخص کو حضور اقدس ﷺ سے عشق ہوگا اسی قدر سنت کا اتباع کرے گا۔ اپنی زندگی کو حضور اقدس ﷺ کی سنت کے مطابق بنائے گا، اسی قدر دین کی اشاعت کرے گا، یہ اس کی علامت ہے۔ اب دیکھ لو اٹھا کر۔

حضور اقدس ﷺ کے ساتھ علماء دیوبند کو عشق ہے، محبت ہے، ساڑھے چھ سو طلبہ آج بھی دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھنے والے موجود ہیں، جو رات دن حدیث شریف پڑھتے ہیں۔

## بخاری شریف کی اشاعت

اب تو دورہ حدیث شریف پڑھنے والوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوتی ہے، بخاری شریف کو چھاپنے والے دیوبندی۔ مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

بخاری شریف پہلے چھپی ہوئی نہیں تھی، انہوں نے چھپوایا، اس پر حاشیہ لکھا۔ جس میں فتح الباری، قسطلانی، عینی اور دیگر شروح بخاری کا خلاصہ حاشیہ پر درج ہے۔ اور اخیر کے پانچ پاروں کا حاشیہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے۔

## فیض الباری

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی تقریر عربی میں پانچ جلدوں میں "فیض الباری" کے نام سے چھپ کر آچکی ہے۔ جس کو ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی نور اللہ مرقدہ نے لکھا، موصوف مرحوم نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ سے دس مرتبہ بخاری شریف پڑھی، اس کے بعد

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری کو جمع اور مرتب فرمایا، اور ''فیض الباری'' کے نام سے پانچ جلدوں میں شائع فرمایا۔

## ترجمان السنۃ

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نور اللہ مرقدہ کی اور بھی تصانیف ہیں، جن میں زیادہ مشہور ''ترجمان السنۃ'' ہے جو چار جلدوں میں ہے۔ چوتھی جلد معجزات کے بیان میں ہے۔ چوتھی جلد کو تصنیف کے بعد لے کر روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

اک جلد معجزات کی لایا ہوں نذر کو
اس کے سوا تو حوصلہ کیا ہے غلام کا

کرلیں اگر قبول تو کیسا شرف ملے
پشتوں کو اس حقیر کی اور اس غلام کو

ہو جائے یہ نصیب تو رہ جائے یادگار
بخشش کی اک کریم کی اپنے غلام کو

ہاں جنت بقیع میں میری بھی ہو جگہ
اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو

کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں عمر کے تھی
ہو جائے گر نصیب غلامِ غلام کو

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

..................................................

## بذل المجهود

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بذل المجہود پانچ جلدوں میں ابوداؤد شریف کی شرح کی۔ جو حضرت مولانا مفتی تقی الدین مظاہری وندوی زید مجدہم کی تعلیق وتحقیق کے ساتھ چودہ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ رد شیعیت میں مطرقۃ الکرامہ اور براہین قاطعہ جیسی کتابیں لکھیں۔ اور ایک زمانہ تک دورۂ حدیث شریف تک کی پوری کتابیں حضرت نے خود پڑھائیں۔

## اوجز المسالك

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موٹی موتی چھ جلدوں میں مؤطا امام مالک کی شرح "اوجز المسالك" فرمائی، جو آج ساری دنیا مین پھیلی ہوئی ہے، مصر میں چھپ رہی ہے اور کہاں کہاں چھپ رہی ہے۔ اور اب شیخ الحدیث حضرت مولانا تقی الدین مظاہری وندوی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ ضخیم اٹھارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

''' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی "الكوكب الدري" اور تقریر ترمذی اور بخاری شریف کی تقریر "لامع الدراری" کے نام سے چھپ چکی ہیں۔ کتنی خدمت کی حدیث کی۔

## الكوكب الدري

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہ نے دورانِ درس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی ترمذی شریف کی تقریر قلمبند فرمائی، جس کو ان کے صاحبزادۂ محترم

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے اپنے حاشیہ کے ساتھ ’’الکوکب الدرّی‘‘ کے نام سے دو جلدوں میں شائع فرمایا۔

## الکنز المتواری

اسی طرح بخاری شریف کے درس کی تقریر نقل فرمائی جس کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے ’’لامع الدراری‘‘ کے نام سے تین جلدوں میں شائع فرمایا۔ اور اب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ رشید اور خلیفۂ خاص حضرت مولانا ملک عبد الحفیظ مکی زید مجدہم کی زیر نگرانی ’’لامع الدراری‘‘ پر تعلیق وتحقیق کا کام کیا گیا، اور تعلیق وتحقیق کے بعد ’’الکنز المتواری فی لامع الدراری وصحیح البخاری‘‘ کے نام سے چوبیس ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

## کفایت المفتی

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ ’’کفایت المفتی‘‘ تقریباً نو جلدوں میں چھپے ہیں۔

## فتاویٰ دار العلوم

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ ’’فتاویٰ دار العلوم‘‘ کے نام سے تقریباً پندرہ جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔

## فتاویٰ امدادیہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ پانچ

جلدوں میں ''فتاویٰ امدادیہ'' کے نام سے چھپے ہوئے ہیں۔

## خدماتِ دارالعلوم دیوبند

حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کی تعلیم دینے والے، فقہ، حدیث، تفسیر پڑھانے والے علماء دیوبند ہیں۔ تمام دنیا میں علمائے دیوبند کا فیض پھیلا ہوا ہے، دارالعلوم کے فضلاء اور فیض یافتہ یا فضلاء کے فضلاء تمام عالم میں پھیلے ہوئے ہیں، جو مدارس، مساجد، خانقاہوں کے ذریعہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو غصے میں بھرے ہوئے آئے کہ علماء دیوبند کا مقابلہ کریں گے، ان کی مخالفت کریں گے۔ لیکن جیسے ہی دارالعلوم میں داخل ہوئے دارالحدیث میں دیکھا ''قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کی آوازیں سنیں ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ فوراً تائب ہو گئے اپنی بدعات سے۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہوئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ان میں سے ہر ایک نے دین کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ جہاد کے اندر خوب بہادری سے کام کیا۔ تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے بھی دین کی اشاعت کی۔ مدارس قائم کئے، خانقاہوں کا سلسلہ پھیلایا، افرادسازی کا کام بڑے پیمانہ پر کیا کہ ان حضرات کے تربیت یافتہ حضرات نے دنیا بھر میں اشاعت دین، احیائے سنت، دعوت وتبلیغ کا وسیع پیمانہ پر کام کیا کہ دنیا بھر میں اس کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ جس سے عقلیں حیران ہیں۔

## بیان القرآن

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی

تفسیر "بیان القرآن" لکھی۔ جو انتہائی جامع تفسیر ہے۔

## اعلاء السنن

علم حدیث میں "اعلاء السنن" لکھوائی۔ جو اٹھارہ جلدوں میں ہے۔ جس میں فقہ احناف کے دلائل و مستدلات کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے، جو اپنی مثال آپ ہے۔ فقہ حنفی کے فروغ کے لئے مختلف کتابیں لکھیں۔ علم تصوف کا خوب کام کیا۔ اس کے اندر کتابیں تصنیف کیں۔ مثلاً "التکشف عن مھمات التصوف" "بوادر النوادر" وغیرہ ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ دین کا کوئی موضوع ایسا نہیں جس سے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف نہیں فرمائی۔

غرض جہاں بھی جائے دین کی اشاعت کرے۔ یہ تڑپ ہونی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ مخلوقِ خدا کے پاس دین پہنچ جائے۔ اسی مقصد کو لے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اسی مقصد کی تکمیل کے واسطے کہ دین کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔ پوری زندگی گذاری اور بے مثال قربانیاں دیں۔

## جیل میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا قرآن پاک پڑھانا

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے جیل میں رکھا گیا۔ وہاں کسی شخص کو کسی مجرم کو حضرت نے قرآن پاک شروع کرادیا۔ حضرت مولانا کی جیل کی مدت پوری ہوگئی، رہائی کا پروانہ مل گیا کہ آپ جاسکتے ہیں۔ اس شخص نے (جس کو قرآن پاک شروع کرایا تھا) کہا: کہ حضرت آپ جارہے ہیں میرا تو قرآن شریف رہ گیا، مکمل نہیں ہوا، حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں، میں نہیں جارہا ہوں میں ٹھہروں گا، چنانچہ اس کا قرآن پاک پورا کرنے کیلئے جیل میں خود ٹھہرے رہے۔ اس کا قرآن شریف

پورا کرا کے جیل سے باہر آئے۔

حکومت کہتی ہے کہ آپ کی مدت پوری ہوگئی ہے مگر یہ کیوں جائیں؟ وہاں قرآن شریف پورا کرانا ہے۔ دین کی اشاعت جیل کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

## مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی بیعت تھے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اور تقریباً دس برس حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں رہے۔ انہوں نے یہ تبلیغ کا سلسلہ قائم کیا جو ساری دنیا میں جاری ہے۔ مکہ مکرمہ میں، مدینہ طیبہ میں، منیٰ میں اور مزدلفہ میں، عرفات میں، جہازوں پر، ریلوں پر ہر جگہ جاری ہے۔ اور دنیا کے ہر ہر ملک اور ہر ہر شہر اور ہر ہر بستی میں تبلیغی کام ہو رہا ہے اور تبلیغی کام کی برکت سے پوری دنیا میں ایک عظیم اسلامی انقلاب پیدا ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر بیت اللہ کا پردہ پکڑ پکڑ کر دعائیں کیں کہ یا اللہ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں ان پر بھی مہربانی اور کرم فرما۔ اور جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں ان پر بھی مہربانی اور کرم فرما۔ وہ اپنے مخالفین کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں۔

## امت کے لئے بیقراری

اور ایسا مجاہدہ کیا ہے شروع شروع میں تبلیغ کے سلسلہ میں کہ حیرت ہوتی ہے اللہ الصمد! دبلے پتلے چھوٹے سے آدمی مگر جوش تھا جوش۔ رات کو رو رہے ہیں۔ سارے گھر میں اٹھ کر رات کو گشت کر رہے ہیں۔ گھوم رہے ہیں۔ ہائے اللہ! میں کیا کروں۔ ہائے اللہ! میں کیا کروں۔ بیوی کی آنکھ کھل گئی، بیوی نے کہا: کیا بات ہے؟ کچھ پیٹ میں

درد ہے؟ کیا تکلیف ہے؟ کہا: اللہ کی بندی تو پڑی سو رہی ہے، تو بھی اٹھ جا، چار آنکھیں رونے والی ہو جائیں گی، خدا کے سامنے میں نے امت محمدیہؐ کے خون کی نہریں دیکھی ہیں۔ چنانچہ اسی سال ۱۹۴۷ء کے ہنگامے پیش آئے اتنے مسلمان قتل ہوئے خدا کی پناہ۔

## امر غیبی

۱۳۴۴ھ میں دوسرے حج کے لئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمرکابی میں تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا فرماتے تھے؛

**”کہ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران میں مجھے اس کام (تبلیغ) کے لئے امر ہوا اور ارشاد ہوا، ہم تم سے کام لیں گے۔ کچھ دن میرے اس بے چینی میں گذرے کہ میں ناتواں کیا کرسکوں گا؟ کسی عارف سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ پریشانی کی کیا بات ہے۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کروگے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے، بس کام لینے والے کام لے لیں گے۔“**

اسے بڑی تسکین ہوئی اور حرمین شریفین میں پانچ مہینہ قیام کے بعد ۱۳/ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ کو واپسی ہوئی۔

## تبلیغی گشت کی ابتداء

حج سے واپسی پر حضرت مولانا نے تبلیغی گشت اور تبلیغی دورے شروع فرمائے کہ عوام میں نکل کر دین کے اوّلیں اصول و ارکان (کلمۂ توحید اور نماز) کی تبلیغ کریں۔

خود بھی بڑے بڑے دَورے فرمائے اور دوسروں کو بھی جماعت بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجنا شروع فرمایا اور حضرت مولانا کی انتھک مساعی کی وجہ سے ملک بھر میں سلسلۂ تبلیغ شروع ہوگیا اور بہت سے رسوم و رواج ختم ہوئے، باہمی نزاعات کے فیصلے ہوئے

اور ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا جو معاصی میں مبتلا تھے اور دین سے ناآشنا تھے توبہ کر کے دیندار بن گئے۔ کتنے چوراور ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ لوگوں نے توبہ کی اور کتنے خدا سے ناآشنا لوگ نوافل تک کے پابند اور اخیر شب میں سربسجود ہونے والے اور امت کے لئے گڑگڑا کراپنے خدا سے مانگنے والے بن گئے۔

## دعوت کا انہماک

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں؛

**”اس موضوع (احیاءِ دین) کے سوا کوئی بات کہنا تو درکنار سننا تک گوارا نہ تھا، اگر کوئی شخص دوسری بات سامنے شروع کر دیتا تو اکثر اوقات برداشت نہ فرما سکتے اور فوراً روک دیتے۔ خدام میں سے کوئی خیریت مزاج پوچھتا تو فرماتے؛**

**بھئی! تندرستی بیماری تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے، اس میں کیا خیریت اور بے خیریت۔ خیرت تو جب ہے کہ جس کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں وہ کام ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو چین ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حال میں چھوڑا تھا اس میں ادنیٰ تغیر آنے کو بھی وہ خلافِ خیریت سمجھتے تھے۔“ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت: ۱۶۶، بحوالہ رسالہ الفرقان ماہ رجب وشعبان ۱۳۶۳ھ)**

**”کاندھلہ سے کچھ اعزہ عیادت کے لئے آئے، مولانا نے پوچھا؛ کس لئے آئے؟ کہنے لگے؛ آپ کی خیریت دریافت کرنے کے لئے۔ فرمایا؛ جو مٹنے کے لئے بنا ہے اس کی خیریت پوچھنے کے لئے کاندھلہ سے یہاں تک آئے، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین عزیز جو مٹنے والا نہیں وہ مٹا جا رہا ہے اور تم**

اس کی خبر نہیں لیتے۔" (ایضاً: ۱۶۷)

## درد و بے قراری

حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا کا سا درد اور بے قراری دیکھنے میں نہیں آئی، جس شخص نے نہیں دیکھا وہ تصور نہیں کر سکتا، بعض اوقات ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے، آہیں بھرتے اور فرماتے: "میرے اللہ! میں کیا کروں؟ کچھ ہوتا نہیں۔" کبھی کبھی دین کے اس درد اور اس فکر میں بستر پر کروٹیں بدلتے اور بے چینی بڑھتی تو اٹھ کر ٹہلنے لگتے، ایک رات والدۂ مولانا یوسف صاحبؒ نے پوچھا: کہ آخر کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی؟ فرمایا: کیا بتلاؤں اگر تم کو وہ بات معلوم ہو جائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے دو ہو جائیں۔

بعض اوقات دیکھنے والوں کو ترس آتا اور تسکین دیتے، بعض مرتبہ اس جوش کے ساتھ گفتگو کرتے کہ معلوم ہوتا کہ سینہ میں تنور گرم ہے، حمیتِ اسلامی اور جذبات کا ایک طوفان برپا ہے، زبان ساتھ نہیں دیتی، اور الفاظ مساعدت نہیں کرتے، بعض مرتبہ پورا درد دل کہنے کے بعد غالب کے مشہور شعر کو بڑی لطیف ترمیم کے ساتھ پڑھتے:

بک رہا ہوں جوش جنوں میں کیا کیا
کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

کبھی سامعین کے اضطراب اور وحشت کا خیال کر کے خاموش ہو جاتے، لیکن یہ شعر (جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خطوط کے آخر میں بار بار لکھا ہے) حسبِ حال ہوتا:

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اس کیفیت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے زمانہ کے لوگ مجنوں کیوں کہتے تھے؟ اور "لعلک باخع نفسک الا یکونو مومنین" کی تنبیہ کی بار بار ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ اس درد و بے قراری سے عہد سلف کے اولو العزم اور دردمند انسانوں کے سوز و اضطراب کا اندازہ ہوتا تھا کہ دین کے انحطاط و تنزل اور اپنے زمانہ کی دینی ویرانی کا ان کو کیسا احساس تھا اور دین کی وہ کیا غیرت و حمیت تھی جس نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے بار بار یہ شعر لکھوایا؛

آنچہ من گم کردہ ام گر از سلیماں گم شدے
ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

اور یہ الفاظ ان کے قلم سے نکلے، واویلاہ، واحزناہ، وامصیبتاہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است اتباعِ او ذلیل وخوارند ودشمنانِ او باعزت واعتبار"

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت: ۲۱۳)

دل کی اس تپش اور حرارت کے ساتھ اور طبیعت کی اس بے چینی اور بیقراری کے ساتھ یہ انہیں کا ظرف وضبط تھا کہ ہنستے بولتے بھی تھے، لوگوں کا اکرام بھی کرتے تھے اور دنیا کے سب کام کرتے تھے، ورنہ یہ شعلۂ جانسوز جس کو برسوں سے سینہ میں لئے ہوئے تھے کسی اور کام کا نہ رکھتا تو تعجب نہ تھا، اور بالا خراس کے سوز سے شمع کی طرح پگھلتے پگھلتے شب عمر نے سحر کردی۔

ہمچو شبنم دیدۂ گریاں شدم تا امین آتش پنہاں شدم

شمع را سوز عیاں آموختم خود نہاں از چشم عالم سوختم
شعلہ ہا آخر ز ہر مویم دمید
از رگ اندیشہ ام آتش چکید

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی اس بے چینی اور بے کلی کا اندازہ حضرت کے اس خط سے کچھ ہوگا۔ تحریر فرماتے ہیں؛

**”میں جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پارہا ہوں۔ اور اس وقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام دنیا کی اسلامی مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا دفعیہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آرہا ہے۔“**

**(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت: ۲۹۳)**

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں؛

**”اس بات کا ضرور یقین کرنا چاہئے کہ جو شخص اسلام کے مٹنے کا درد لئے ہوئے بغیر مریگا اس کی موت بدترین موت ہے، مذہب کے فروغ سے غفلت والا اور اپنی ہی لذت اور دنیوی زندگی میں مست رہنے والا قیامت کے دن روسیاہ اٹھے گا۔**

**میرے دوستو! دین کی کوشش میں لگا ہوا شخص مرنے کے وقت تروتازہ اور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ سرخ روئی سے منہ کر سکے گا۔ اور محمدی دین سے غفلت میں مرنے والا روسیاہ اور محمد ﷺ کے سامنے منہ نہ کرنے کے قابل اور بری موت مرے گا، دین کے اندر کوشش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درد کا مرہم ہے۔ اتنی بڑی ہستی کے مرہم کا فکر نہ کرنا بڑی جہالت اور سخت بڑی بات ہے۔“ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت: ۲۹۴)**

۱۱ / رجب ۱۳۶۳ھ کو حضرت مولانا قدس سرہ کا وصال ہوا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں؛

"اس عاجز نے اور غالباً ہر دیکھنے والے نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تین باتیں بہت ہی غیر معمولی درجہ میں دیکھیں؛ (۱) دین کا درد اور فکر۔ (۲) اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین۔ (۳) معارف وحقائق کا فیضان۔ دین کے درد و فکر کے لحاظ سے ان کا حال بلا مبالغہ اس باپ کا سا تھا جس کا اکلوتا با کمال بیٹا جس سے اس کی بڑی امیدیں اور آرزوئیں وابستہ ہوں، سخت بیمار اور موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو اور اس کی زندگی اور صحت کی فکر نے تمام دوسری فکروں اور ذاتی مسئلوں کو بالکل دبا دیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اور اس کی مدد پر ان کو ایسا اعتماد و یقین تھا گویا قضا و قدر کے فیصلوں کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں، آخرت کے بارے میں، دین کے بارے میں جب باتیں فرماتے تو اہل علم اور اصحابِ درس بھی محسوس کرتے تھے کہ ان کے قلب پر حکمت کا فیضان ہو رہا ہے اور "ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا" کی تفسیر سامنے آجاتی۔

پھر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ہر دیکھنے والے نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ یہ تینوں باتیں دفعتاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں آگئیں۔ اور ان تینوں میدانوں میں وہ بہت تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری سے بڑھتے رہے۔"

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ: ۲۰۰)

..........

# وہابی کیا ہے؟

**سائل:** کہا جاتا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ اور یہ رضا خانی اور بریلوی کون ہیں؟

**حضرت مفتی صاحب:** سنئے وہابی کیا چیز ہے۔

ایک شخص گذرا ہے عرب میں، نام اس کا محمد بن عبد الوہاب اس نے ایک تحریک اٹھائی جس میں ظاہر یہ کیا کہ ہم سنت کا اتباع کریں گے، بدعت کو مٹائیں گے، نافرمانیوں کو ختم کریں گے، چنانچہ ان کے ساتھ بہت سارے آدمی ہو گئے، اور جو شخص بھی یہ بات کہے اس کے ساتھ حسن ظن قائم ہو ہی جاتا ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو بھی یہ کہے گا کہ میں بدعتوں کو مٹاؤں گا اور نافرمانیوں کو ختم کروں گا، اور حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کو زندہ کروں گا، تو آپ کو بھی حسن ظن قائم ہو گا کہ بہت اچھا کام ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اتباع انہوں نے کیا، مگر ان کے پاس علم کم تھا، انہوں نے پڑھا کہ حضور اقدس ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اونٹنی پر سوار ہو کر کیا۔ انہوں نے کہا: کہ میں بھی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کروں گا۔ یہی سنت ہے۔ حالانکہ حضور اقدس ﷺ کی شان تو یہ تھی کہ اتنی دیر تک اونٹنی مسجد میں رہی نہ پیشاب کیا، نہ پاخانہ، نہ اپنا لعاب ڈالا، اور انہوں نے جو طواف کیا اپنی اونٹنی پر چڑھ کر۔ اونٹنی نے پیشاب بھی کر دیا، پاخانہ بھی کر دیا، مسجد کو خراب کر دیا، تو ان کے پاس علم کم تھا، اتباعِ سنت کا شوق زیادہ تھا، بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ تو حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اس زمانہ کی حکومت نے ان کو شکست دیدی۔ اور اسی زمانے کی بات ہے کہ ادھر ہندوستان میں دہلی میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جہاد کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

وغیرہ نے جہاد کیا۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ قافلہ کو لے کر چلے جہاد کیلئے اور جہاد کیا۔ کئی لاکھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ انگریز کا تازہ تازہ ہندوستان پر تسلط تھا وہ بہت فکرمند تھا کہ کل کو یہ ہمارے ساتھ لڑیں گے، مقابلہ کریں گے، لہٰذا اس نے ان حضرات کو بہت سخت ایذائیں دیں۔ تکلیفیں دیں۔

ڈبلو ڈبلو ہنٹر جو صوبہ بنگال کا گورنر تھا، اس نے ایک کتاب لکھی ہے: ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' اس کتاب کا نام ہے۔ اصل کتاب تو انگریزی میں ہے، اس کا اردو ترجمہ یہ ہے: اس نے لکھا ہے کہ: ''ہم نے ان کی (مسلمانوں کی) بستیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ لیکن یہ تو برابر بڑھتے جارہے ہیں، جہاد کے نام پر ایسا جوش ہے ان کی طبیعتوں میں کہ ہر شخص سر کٹانے کو تیار ہے جہاد کے نام پر۔ اور چونکہ کسی قسم کی دنیاوی غرض ان کے سامنے نہیں۔ اس لئے لوگوں پر اثر ان کا بہت ہے۔ یہ لوگ رات کو تہجد پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، دن کو مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے ہیں، یہ کیفیت ان کی ہے، ہم عوام کو، پبلک کو ان سے ہٹانا چاہتے ہیں تو ہٹا نہیں پاتے۔

تو ہم نے مجبور ہو کر عوام کو ان سے ہٹانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ محمد ابن عبدالوہاب جو عرب میں تھا اس کو شکست ہوئی تھی، اس کی فوج بھی ختم ہوگئی تھی اور وہ بہت بدنام بھی ہوا تھا کہ قبروں کو توڑتے ہیں، زیارتِ قبور کو منع کرتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کو منع کرتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ پروپیگنڈہ جب ہندوستان میں پھیلا تو ہم نے مجبوراً ان (مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مسلمانوں) کا رشتہ ان (محمد بن عبدالوہاب وغیرہ) سے جوڑ دیا اور مشہور کیا کہ یہ وہی پٹے ہوئے مہرے ہیں جو عرب میں تھے اب ہندوستان میں آئے ہیں۔ اور یہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے متعلق پھیلایا۔

پس یہ وہابی کا لقب دینے والا ہمارے علماء کو انگریز ہے حالانکہ محمد بن عبدالوہاب

سے نہ ہمارا کوئی تعلق استاذی شاگردی کا ہے کہ ہم نے ان سے پڑھا ہو وہ ہمارے استاذ ہوں، نہ وہ ہمارے پیر نہ مقتدا، ہم یہاں کے رہنے والے وہ وہاں کے، وہ یہاں ہمارے پاس نہیں آئے، اور ہم وہاں ان کے پاس نہیں گئے، ہمارا ان کا کوئی رابطہ نہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ''الشہاب الثاقب'' اس میں بہت سے مسائل لکھے کہ ہمارا ان سے (وہابیوں سے) اختلاف ہے ان مسائل میں۔ لہٰذا ہم کو ان کی طرف منسوب کرنا ٹھیک نہیں غلط ہے۔

اب یہ کیفیت ہے کہ دنیا بھر کی گالیاں ایک طرف اور وہابی کا لفظ ایک طرف۔ وہابی کہدیا اس کے معنی یہ ہوئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کو نہیں مانتا۔ قبروں کی زیارت کو منع کرتا ہے۔ ساری باتیں اس ایک لفظ کے اندر، فاسق کہا جائے فاجر کہا جائے وہ اتنا سخت نہیں جتنا وہابی کا لفظ سخت ہے۔ ہم بار بار براءت کر رہے ہیں ڈیڑھ سو دو سو سال ہو گئے براءت کرتے ہوئے کہ ہمارا کوئی تعلق محمد بن عبد الوہاب سے نہیں ہے۔

## رضاخانی یا بریلوی......حسام الحرمین اور براہین قاطعہ

مگر اسی زمانے میں مولانا احمد رضا خاں صاحب ۱۳۲۳ھ میں گئے ہیں بریلی سے حجازِ مقدس۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب یوپی کے شہر بریلی کے رہنے والے ہیں اس لئے ان کو بریلوی کہتے ہیں اور ان کا ساتھ دینے والوں کو بریلوی اور رضاخانی بھی لوگ کہتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک کتاب لکھ کر لے گئے۔ اس کتاب کا نام ''حسام الحرمین'' ہے۔ اس میں بتلایا گیا کہ ہندوستان کا حال بہت تباہ ہو رہا ہے۔ وہاں ایک مرزا قادیانی ہے جو لوگوں کو قادیانی بنا رہا ہے۔ ایک سرسید ہے جو لوگوں کو دہریہ بنا رہا ہے۔ اور ایک رشید احمد گنگوہی ہے جو لوگوں کو بددین بنا رہا ہے۔ یہ سب ایک ہی لائن کے آدمی ہیں۔ آج

مسلمانوں کے دین کے سنبھالنے کا دارومدار آپ لوگوں کی تحریر پر ہے۔لہٰذا اس پر دستخط کردو۔ہمارے بزرگوں کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ کرکے پیش کیا، ان کے سامنے اور وہاں کے بہت سے علماء دھوکہ میں آ گئے اور انہوں نے دستخط کر دیئے۔

اسی زمانے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں تھے حجاز مقدس میں۔ انہوں نے اٹھائیس سوالات لکھ کر بھیجے سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، ان ہی مسائل سے متعلق جو حسام الحرمین میں لکھے تھے۔مولانا نے خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں ان کے جوابات لکھے اور بہت سارے علماء کے اس پر دستخط کرائے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس کو لے کر گئے حجازِ مقدس۔وہاں سے شام گئے۔وہاں کے علماء سے بھی اس پر دستخط کروائے۔تو جن علماء نے اس سے پہلے حسام الحرمین (مولانا احمد رضا خاں کی کتاب) پر دستخط کئے تھے ان کے سامنے پیش کیا، تو انہیں بڑا افسوس ہوا کہ ہمیں دھوکہ دے کر یہ کیا گیا کہ دستخط کرائے گئے تھے۔حالانکہ یہ لوگ (علماءِ دیوبند) تو بڑے اللہ کے ولی ہیں، بڑے متبع سنت لوگ ہیں وہ جن کو وہابی کہہ کر آج یہ بدنام کر رہے ہیں۔

## حضرت فقیہ الامت قدس سرہ کی
## حضرت مولانا عبد القادر طرابلسی قدس سرہ سے ملاقات

میری خود ملاقات ہوئی ایک صاحب سے نام ان کا مولانا عبد القادر طرابلسی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: کہ ہندوستان میں ایک مولوی احمد رضا اور ایک جماعت علماء دیوبند تھی۔ان میں آپس میں اختلاف تھا۔اب کیا حال ہے ان کا؟ میں نے کہا: آپ طرابلس کے رہنے والے، آپ کو کیا خبر ہے اس کی؟ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: کہ مولوی احمد رضا خاں یہاں آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے خود کہا تھا، کتاب لکھ کر لائے تھے، کہا تھا کہ اس پر دستخط کر دو، میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ بھئی یہ کتابیں تو اردو میں ہیں۔میں اردو تو

جانتا نہیں میں کیسے دستخط کر دوں بغیر سمجھے۔ تو انہوں نے یوں کہا: کہ میں اس کا ترجمہ عربی میں کئے دیتا ہوں۔ میں نے کہا: کہ آپ تو مدعی ہیں خود۔ آپ کا ترجمہ معتبر کیسے ہوگا؟ مگر انہوں نے میرے ایک شاگرد کو پکا کر لیا۔ شاگرد کو انہوں نے سمجھایا۔ شاگرد نے مجھے سمجھایا تو میں نے یہ عبارت لکھی کہ اگر یہ عبارات واقعی ان حضرات کی ہیں جن کا نام لیا ہے اور ان کا یہی مطلب ہے جو یہ بیان کر رہے ہیں۔ آگے پیچھے سے ملا کر مطلب نہیں بدل جاتا تو یہ عبارات کفریہ ہیں ان کا لکھنے والا کافر ہے۔ اور انہوں نے سب کو ایک لائن میں شمار کیا۔ مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اور مرزا غلام احمد قادیانی کو اور سرسید احمد خاں کو، سب کی عبارتیں نقل کیں، قادیانی کی سرسید کی اور یہ کہا: کہ یہ سب ایک ہی لائن کے آدمی ہیں۔ اور پھر ان کو اتنا بدنام کیا اتنا بدنام کیا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کہ دنیا بھر میں پھیلا دیا۔ رسالے لکھ لکھ کر چھاپ چھاپ کر۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس فتویٰ قلمی لکھا ہوا ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب کا کہ خدا جھوٹ بولتا ہے۔ اور یہ کہا: کہ آج تک اس کی تردید شائع نہیں کی حالانکہ فتاویٰ رشیدیہ میں دیکھ لیجئے، مولانا رشید احمد صاحب نے جو لکھا وہ یہ ہے کہ جو شخص کہے یا اعتقاد رکھے کہ خدا جھوٹ بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، ہرگز مسلمان نہیں، وہ یہ فرماتے ہیں انہوں نے یہ لکھا، نقل کیا ان کی طرف سے۔

## حیات النبی ﷺ سے متعلق مغالطہ

مناظرے میں بیان کرتے ہیں کہ دیکھو وہابی لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے، یہ ان کا عقیدہ ہے، حالانکہ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے:

**"سوال: زید یہ کہتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے، یہ اس کا عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟"**

جو سوال تھا سوال کرنے والے کا اس کو مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف

منسوب کیا کہ انہوں نے فتاویٰ میں یہ لکھا ہے۔ حالانکہ وہ عبارت سوال کی ہے مولانا کی نہیں۔ مولانا نے جو جواب دیا وہ یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ

**"وفات کے بعد حضور اقدس ﷺ کو قبر میں مٹی میں دفن کیا گیا تو یہ بات صحیح ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ مٹی بن گئے تو یہ بات غلط ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا جسم ہمیشہ محفوظ رہتا ہے اس کو مٹی نہیں کھا سکتی۔"**

براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم الغیب ہیں کہ دیکھو انبیاء کو وہاں عالم الغیب مان رہے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے براہین قاطعہ میں یہ نہیں بلکہ براہین قاطعہ میں یوں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آتے جاتے ہیں۔ انہوں نے "عالَمِ غیب میں" کو "عالِمِ غیب ہیں" بنادیا۔ عالم میں لام کے زبر کو زیر سے بدل دیا اور میں کو ہیں بنا کر بات ختم کردی۔ چنانچہ مناظرہ میں اس کی نوبت آئی تھی۔

ہم نے کہا: شرم نہیں آتی، ڈوب کے نہیں مرا جاتا کہیں، پانی نہیں ملتا ڈوب کر مرنے کے لئے کیا براہین قاطعہ میں یہی لکھا ہے، جو پڑھ رہے ہو ان کو دکھلایا۔

## عقائد علمائے دیوبند

**سائل**: علماء دیوبند کے عقائد کیا ہیں؟

**مفتی صاحب**: وہی دیکھئے اٹھائیس سوالات جو بھیجے تھے، اس کے جوابات عربی میں لکھے تفصیل اس میں ہے۔ اس کتاب کا نام ہے "التصدیقات لدفع التلبیسات" اور پھر اس کا اردو میں ترجمہ کر کے بھی شائع کیا گیا۔ اس کا نام ہے "عقائد علمائے دیوبند" جو عقیدہ جس کے متعلق پوچھنا ہے پوچھئے میں بتاؤں گا۔

# عجیب واقعات

**سائل:** یہاں بدعات تو جہالت کی وجہ سے تھیں، لیکن اب کچھ رضا خانی آ رہے ہیں۔

**حضرت:** جی! اس واسطے کہ وہاں سے ان کا پتہ کٹ رہا ہے۔ ان کو کوئی جگہ تو چاہئے جینے کے لئے۔

کتابیں منگائیے جن کتابوں پر وہ اعتراضات کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کی وہ کتابیں منگائیے۔

# تحذیر الناس کی ایک عبارت پر اعتراض اور اس کا جواب

مثلاً ایک اعتراض کیا مناظرہ میں کہ ''تحذیر الناس'' میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا لکھا ہے۔ میں نے کہا: کس گنبد میں آپ آرام فرما رہے ہیں۔ ایک صدی سے زائد کا زمانہ گذر چکا ہے اس کا جواب چھپے، شائع ہوئے وہ آپ نے نہیں دیکھا۔

کہنے لگے: یہ تو ایسا ہو گیا جیسے کہ کوئی کسی لڑکے کو جوتا مار دے اور وہ کہے کہ میں ابا سے شکایت کر دوں گا۔ ایسا ہی ہو گیا ہے۔

میں نے کہا: بالکل صحیح سمجھا آپ نے۔ اول تو وہ کمینہ نہایت بزدل نالائق ہے جو اپنے سے کمزور لڑکے کو جوتا مار دے۔ کمینہ ایسی حرکت کیا کرتا ہے۔ کچھ بہادری ہے تو اپنے برابر والے کا مقابلہ کر کے دیکھے تو چھٹی کا دودھ یاد آ جائیگا۔ اور جس بچے کے سر پر باپ موجود ہے وہ تو یہی کہہ دیگا کہ ابا سے شکایت کر دوں گا اور جو بغیر باپ کا ہو وہ کس سے کہے گا، اماں سے کہے گا باپ تو ہے نہیں، کس سے شکایت کروں۔ باپ تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے۔

اب بس یہ الزام دیتے پھرتے ہیں کہ علماء دیوبند کو حضور اقدس ﷺ سے عشق نہیں ہے۔ خود کو اہل سنت کہتے ہیں۔ غلط فہمیاں پھیلاتے پھرتے ہیں۔

..................................................................................

# ایک رضاخانی کی تقریر

ایک جگہ سات آٹھ نو آدمی تبلیغی جماعت والے، وہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ایک شاگرد آئے۔ انہوں نے تقریر کی، ایسی آگ برسائی تقریر میں کہ اللہ کی پناہ۔ سب لوگ دشمن ہو گئے ان تبلیغ والوں کے، ان کا گھر سے نکلنا دشوار ہو گیا۔ اور بات یہی کہی کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ توہین کرتے ہیں۔

# مولانا منظور صاحب اور مولانا حشمت علی صاحب کا مناظرہ

حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی سے مناظرہ تھا، مولانا حشمت علی کا۔ مولانا حشمت علی نے کہا: کہ تم نے گستاخی کی، تم نے توہین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، تم توہین کرتے ہو، ایک دفعہ کہا، دو دفعہ کہا، تو حضرت مولانا منظور صاحب نے کہا: کہ بے غیرت تجھے شرم نہیں آتی، تیرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جارہی ہے تو سلامت بیٹھا ہے تجھ سے مرا کیوں نہیں جاتا، تو میرے سامنے توہین کر کے دیکھ ابھی تیرے پیٹ میں چاقو ماردوں گا۔ کیا یہی محبت اور عشق ہے کہ تیرے سامنے توہین کی جارہی ہو اور تو بیٹھا مزے سے پان کھا رہا ہے۔

# حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کی عشاء کے بعد سے فجر تک تقریر

یہ دعویٰ تو بہت آسان ہے دوسروں کو کہہ دینا بہت آسان ہے کہ تو نے توہین کی۔ تو وہاں تبلیغی جماعت والوں کا نکلنا بند ہو گیا گھروں سے مجھے، اطلاع کی گئی میں نے کہا: اچھی بات ہے تم اعلان کراؤ دیہات میں سب جگہ آس پاس کہ ایک وہابی کی تقریر ہوگی، اور دیکھو وہابیوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور اگر ان سے

کہا جاتا ہے کہ تم گستاخی کرتے ہو تو منکر ہو جاتے ہیں۔

دو ہفتے تک اعلان ہوا اس کے بعد میں گیا۔ گرمیوں کا زمانہ، کھلے ہوئے میدان میں جلسہ تھا کوئی پنڈال وغیرہ نہیں تھا، عشاء کی نماز کے بعد تقریر شروع ہوئی، اسمیں بتایا: کہ حضور اقدس ﷺ کے حقوق کیا ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیسے وہ حقوق ادا کئے، تابعین نے کیسے ادا کئے۔ ائمہ مجتہدین نے کیسے وہ حقوق ادا کئے، ہمارے اکابر نے کیسے ادا کئے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کا ذکر مبارک تو اتنا ہے کہ ساری زندگی ختم ہو جائے تو ختم نہ ہو۔ یہ بیان کیا اور اپنے اکابر کا نام لے کر بیان کیا کہ فلاں نے یہ خدمت کی فلاں نے یہ خدمت کی، فجر کی اذان تک تقریر کی، اور اڑتالیس میل تک کے علاقے کے لوگ لاٹھیاں لے کر آئے تھے کہ آج اس وہابی کی ہڈیاں توڑ دینی ہیں جو حضرت رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے گا۔ اذان تک تقریر کی۔ اذان پر وہ لوگ یہ کہہ کر اٹھے کہ بھئی اگر یہ وہابی ہے تو آج سے ہم بھی وہابی ہیں۔

پھر ان پیر صاحب کو اطلاع کی کسی نے کہ ایک وہابی آیا تھا اس نے ساری فضا خراب کر دی یہاں کی۔ وہ پیر صاحب آئے اور جو ان کا سب سے بڑا مرید تھا جس کے یہاں ٹھہرتے تھے جس کے ذریعہ سے انتظام ہوتا تھا جلسے کا، ان کے مکان پر آئے، اس نے کھڑے ہو کر تعظیم و تکریم کی کہ آئیے تشریف لائیے اور آتے ہی یہ کہا: کہ آپ میرے پیر صاحب ہیں میں آپ کا مرید ہوں میں نے آپ کی بیعت فسخ نہیں کی، آپ تشریف لائیں گے، آپ کے لئے ٹھہرنے کا انتظام کروں گا، بستر ے کا انتظام کر دوں گا، اور جب آپ رخصت ہوں آپ کے لئے سواری کا انتظام کروں گا لیکن ایک درخواست ہے، آپ اگر چاہیں کہ آپ کی تقریر ہو تو تقریر آپ کی نہیں ہو سکتی۔ اسی کے انتظام سے تقریر ہوا کرتی تھی، تو وہ قصہ ختم ہوا۔

# حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کی مشغولی

اس واسطے ہم لوگ تو اپنے کام میں اتنے لگے ہوئے ہیں کہ ہمیں فرصت نہیں ملتی، ڈاک کا گڈا کا گڈا سامنے رکھا ہوتا ہے ان کے جوابات لکھوانے، سبق پڑھانا، مسائل بتانے اتنی مشغولیت کہ اس کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی۔

میرا معمول ہمیشہ سے یہ تھا کہ عید کی نماز پڑھ کر ہمیشہ اپنے گھر جایا کرتا تھا، بچیوں سے ملنے کے لئے، اب کے موقع نہیں ملا، ۲۷ر شوال تک موقع نہیں ملا گھر جانے کا۔ پھر میں ستائیس کو گیا اس طریقہ پر کہ ۲۷ر کو فجر کی نماز دیوبند سے پڑھ کر گیا اور ۲۷ر کو ظہر کی نماز دیوبند آ کر پڑھی، گیا تھوڑی دیر ٹھہرا۔

# تبلیغی جماعت کے بارے میں غلط فہمی

ہوڑہ میں ان حضرات نے کانفرنس کی، ستاون ہزار روپیہ اس کے لئے چندہ کیا، ان بریلوی حضرات نے تقریریں کیں، جو بڑے بڑے مقرر تھے ان کو بلایا، ایک صاحب نے کہا: تبلیغی جماعت کو کوئی نہیں جانتا دنیا میں، یہ بیس پچیس آدمی محلہ کو لوٹولہ کے رہنے والے، اس مسجد سے اس مسجد میں چلے گئے، اس محلے سے اس محلے میں آ گئے، کسی کو نیچا نیچا کرتا پہنا دیا کہ یہ عرب کا ہے بھائی، یہ بیس پچیس آدمی ہیں ان سے بے فکر رہنا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے بندے کہاں تک جھوٹ بولیں گے، کوئی حد ہے جھوٹ کی، کیا ساری روئے زمین پر جو تبلیغی آدمی ہیں وہی بیس پچیس آدمی ہیں جو کلکتہ میں ہیں اور کہیں کوئی نہیں جانتا، اتنے بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ اللہ الصمد کا پلٹ ہوگئی۔ لوگوں کے حالات بدل گئے، زندگیاں بدل گئیں۔ کتنے لوگ ایسے تھے جو حج کے لئے جاتے تھے ان کو گھڑی کا نرخ معلوم ہوتا تھا، مگر یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ حج کیسے کرتے ہیں۔

ہر جگہ ان (تبلیغی) حضرات نے جا کر حج کا طریقہ بتلایا، سکھلایا، صحیح طریقے پر حج کرنے کی ترکیبیں بتلائیں۔

وہاں (ہوڑہ میں) ایک بڑے پیر صاحب تھے، ان پیر صاحب کے مریدین سب کے سب تبلیغ میں آ گئے۔ پیر صاحب کو پتہ چلا، آئے، ان کو (مریدین کو) بلوایا، بلا کر ڈانٹا: خبیثو! مردودو! ملعونو! تم بھی مرتد ہو گئے، کافر ہو گئے، الیاسی ہو گئے، تبلیغی ہو گئے، جب وہ سب کچھ کہہ چکے تب ایک صاحب نے عرض کیا: کہ

حضرت! ہم کچھ نہیں جانتے، ان (تبلیغی لوگوں) کے عقائد کیسے ہیں؟ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے گھر کا راستہ بتایا، مسجد میں جانے کا کہ نماز پڑھا کرو۔ اور حضرت! آپ کی خدمت میں ہم حاضر ہو کر نذرانہ بھی پیش کرتے ہیں، گالی تو ضرور سنی، لیکن کبھی نہیں سنا آپ کی زبانِ مبارک سے کہ نماز بھی پڑھا کرو۔ ہم کچھ نہیں جانتے تبلیغ والوں کہ وہ کیسے ہیں؟ بس اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ خدا کے گھر کا راستہ بتادیا۔

یہ حالات ہیں، بڑی بڑی ان کی خانقاہیں ہیں۔ جہاں اگر کوئی دیوبندی داخل ہو جائے تو بس برا حال ہوتا ہے۔

## بریلوی صاحب کا دیوبندی کے مسجد میں آنے سے مسجد دھلوانا

کانپور میں ایک صاحب اپنی مسجد کی دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے (وہاں کے بڑے مفتی اعظم) ایک طالب علم سڑک سے گذر رہا تھا، سڑک کے کنارے یہ مسجد تھی، اس طالب علم نے دیکھا: کہ کوئی صاحب (بزرگ) بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ مسجد میں چلا گیا، چل کے مصافحہ کیا، اس (مفتی اعظم صاحب) نے پوچھا: کون ہو تم؟ کہا: (طالب علم نے) سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم کا طالب علم ہوں، ہاتھ جھٹک دیا فوراً (مفتی اعظم صاحب نے) مؤذن کو آواز دی کہ

دیکھو کون کتا گھس آیا مسجد میں، نکالو اس کو یہاں سے۔

مسجد میں کوئی دیوبندی چلا گیا تو اس مسجد کو پاک کراتے تھے کہ مسجد ہی ناپاک ہوگئی۔ خود سب کچھ کرتے رہیں، ہمیں کیا؟ وہ جانیں ان کے اعمال جانیں، مگر یہ حال ہے۔

## اگالدان کا نام دیوبند

مولانا حشمت علی صاحب (مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ) کی ایک جگہ پر تقریر ہو رہی تھی لاؤڈ اسپیکر پر۔ آواز مجھ تک بھی آرہی تھی، تقریر کرتے کرتے ان کو کھانسی آئی، کہا: لاؤ نا دیوبند۔ اگالدان (وہ برتن جس میں تھوکتے ہیں) لایا گیا۔ اس کے بعد اس میں تُھو کر کے زور سے تھوکا۔ اس اگالدان کا نام دیوبند رکھا۔

## بریلویوں کے یہاں دیوبند و تھانہ بھون

ایک جگہ پر جانا ہوا وہاں ایک مکتب تھا، مدرسہ تھا ان (بریلوی) لوگوں کا۔ دیکھا: کہ ایک جگہ پر لکھا ہوا ہے جلی قلم (موٹے) سے، دیوبند، اور ایک جگہ پر لکھا ہوا تھا تھانہ بھون۔ یہ کیا؟ معلوم ہوا کہ ایک پاخانہ ہے اور ایک پیشاب خانہ ہے۔ بچہ جب استاذ سے پوچھتا ہے کہ میں پاخانہ کیلئے جاؤں، پیشاب کیلئے جاؤں تو اس طرح (پاخانہ پیشاب کہہ کر) نہیں پوچھتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میں دیوبند جاتا ہوں، میں تھانہ بھون جاتا ہوں۔

(دیوبند کا لفظ تو ظاہر ہے۔ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قیام فرما تھے۔)

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق فریب دہی

کانپور میں ایک صاحب نے کہا: کہ میں پہلے مولانا حشمت علی صاحب

(خلیفہ مولانا احمد رضا خاں) سے بیعت تھا۔ اور مجھے انہوں نے بتا رکھا تھا، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہ (العیاذ باللہ) ان کا چہرہ خنزیر جیسا ہوگیا ہے۔ اس لئے ہر وقت وہ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) چہرے پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں۔ کسی کو دکھلاتے نہیں۔ (ایسا اس لئے ہوگیا ہے) کیونکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

تو مولانا (اشرف علی تھانویؒ) کانپور تشریف لائے، اس شخص نے کہا: کہ میں قصداً دیکھنے کیلئے آیا کہ ان کے چہرے پر پردہ پڑا ہوا ہے یا نہیں۔ آ کے دیکھا مجلس میں (حضرت تھانویؒ) بیٹھے ہیں کوئی پردہ نہیں ہے۔ نورانی چہرہ، بڑا خوبصورت، انکی (حضرت تھانویؒ کی) صورت دیکھتے ہی میری زبان سے اپنے پیر کے متعلق لعنت نکلی کہ خدا تم پر لعنت کرے، تم نے مجھے اب تک دھوکے میں رکھا، پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا۔

## ایک عورت کا خواب

ایک عورت پہلے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے بیعت تھی۔ اس کے بعد حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئی۔ اس نے اپنا خواب لکھا (حضرت تھانویؒ کو): کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب یوں کہہ رہے ہیں کہ اشرف علی یوں کہتا ہوگا کہ احمد رضا خاں بڑا بدمعاش تھا۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ الحمد للہ میں نے کبھی یہ لفظ نہیں کہا۔ میں اپنی زبان کیوں خراب کروں۔

ہمارے بزرگوں کا تو یہ طریقہ کہ کیوں اپنی زبان کو خراب کیا، کیوں کسی کو برا کہا؟ اتنی دیر کسی کو گالی دینے یا برا کہنے کے بجائے اپنا کام کرنا چاہئے۔

..............................

## بیان القرآن اور حضور اقدس ﷺ کی بشارت

خواب میں دیکھا ایک صاحب نے: کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں، کسی آیت کا مطلب اس (خواب دیکھنے والے) نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''بیان القرآن) میں دیکھو۔ بیان القرآن تفسیر ہے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی۔

انہوں نے یہ خواب مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا، تو مولانا تھانوی ؒ نے فرمایا: ع

بریں مژدہ گرجاں برفشانم رواست

کہ اس خوشخبری پر اگر میری جان بھی قربان ہو تو ٹھیک ہے۔ پھر ساری رات نہیں لیٹے بلکہ اس خوشخبری کے شکریہ میں پوری رات برابر درود شریف پڑھتے رہے۔

## بزرگوں کا حوصلہ

اور دیکھئے حوصلہ کتنی بلند بات ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھئی! مولانا احمد رضا خاں صاحب ہم لوگوں کو برا کہتے ہیں۔ غصہ ہے ان کو شاید وہ یہی سمجھتے ہوں کہ ہم گستاخی کرتے ہیں حضور اقدس ﷺ کی شان میں۔ اس وجہ سے وہ غصہ کرتے ہیں، یہ جذبہ اللہ کے یہاں بڑا قابل قدر ہے۔ کیا بعید ہے کہ یہی جذبہ ان کے لئے ذریعہ نجات بن جائے۔

اگرچہ یہ بات (کہ ہم حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں) بالکل غلط ہے۔ ہم حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی نہیں کرتے۔ لیکن جس شخص کو وہ یہ سمجھیں کہ وہ گستاخی کرتا ہے۔ اس شخص کے متعلق غصہ ہونا ہی چاہئے۔

وہ اس چیز کو ان کے لئے ذریعہ نجات تجویز کرتے ہیں اور یہ (اعلیٰ حضرت بریلوی صاحب) بڑی سے بڑی عبادتوں کو بھی ذریعہ نجات تجویز کرنے کے لئے تیار نہیں۔

# چند مزید واقعات

## بعض بریلویوں کی حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ سے سفر حج میں ملاقات

بمبئی کے قریب ایک جگہ بھیونڈی ہے۔ وہاں بھی ایک سال مناظرہ کی ٹھن گئی تھی، مولانا ارشاد صاحب مرحوم (مبلغ دار العلوم دیوبند) کے ساتھ۔ مجھے اسی سال حجازِ مقدس جانا تھا۔ وہاں کے چند لوگ بھی حجاز جانے والے تھے۔ ایک ہی جہاز میں ہم اور وہ لوگ بیٹھ گئے۔ کھاتے پیتے ساتھ تھے، کسی قسم کی کوئی اختلافی بات نہیں ہوتی تھی، مکہ مکرمہ گئے، پندرہ رمضان تک وہاں رہے۔ اس طرح سے کہ ہر روز تراویح کے بعد ہم لوگ حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ) کی ہمرکابی میں تنعیم جاتے تھے وہاں سے احرام باندھ کر آتے تھے، عمرہ کرتے تھے، پھر حلال ہو جاتے تھے، اس واسطے چودہ عمرے اس رمضان میں ہو گئے، اس کے بعد مدینہ شریف گئے، آدھا رمضان وہاں گذارا، مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں صف اوّل میں بڑی جماعت قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتی تھی، زیادہ وقت ان کا تلاوت میں گذرتا تھا۔ میں نے اس شخص کو دکھلایا کہ دیکھو یہ سب دیوبندی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ سب گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ ان میں سے کسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نہیں۔ وہ شخص رو پڑا کہ ہمیں اندھیرے میں رکھا ہمارے بڑوں نے، اتنی برائیاں کیں دیوبندیوں کی ہمارے سامنے کہ ان کے نام سے نفرت ہو گئی۔

بس اس کے بعد اس کے سب حالات درست ہو گئے، داڑھی بھی اس نے رکھ لی، دیر تک خط وکتابت بھی رہی۔

مسلمان دین کے اعتبار سے کتنا ہی کمزور ہو بے عقل ہو لیکن حضرت نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر جب دیوبندیوں کا تعارف اس طرح سے کرایا جائے کہ یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو کس مسلمان کے دل میں غضب اور غصہ پیدا نہیں ہوگا۔

## حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے قافلہ کا بمبئی میں قیام

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حجاز مقدس جانے کا ارادہ کیا، بڑا قافلہ ساتھ تھا، بمبئی میں ان کو ٹھہرنے کے لئے جگہ نہیں ملی، آبادی سے باہر ایک جگہ کو کرایہ پر لے لیا، آسانی سے وہاں شامیانہ تان کر ٹھہرے، کئی روز ٹھہرنا تھا جہاز کے انتظار میں، ہر طرف شور ہوا کہ وہاں وہابی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بریلوی لوگ بھی آتے تھے دیکھنے کے لئے، کچھ لوگ دور سے دیکھتے تھے کچھ لوگ پاس آکر دیکھتے جاتے تھے، کہتے تھے بھئی دیکھتے ہو کہا جاتا ہے کہ یہ وہابی ہیں، یہ تو بڑے اچھے ہیں، کوئی تلاوت میں مشغول ہے کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے کوئی دعا کر رہا ہے کوئی رو رہا ہے۔

## بنیا وہابی

پشاور کا واقعہ ہے کہ ایک امام صاحب مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے آئے، مسجد کے قریب ایک ہندو بنئے کی دوکان تھی۔ امام صاحب اس سے سودا خریدتے تھے، زیادہ تر ادھار لیتے تھے، سامان لیتے تھے، سامان لیتے رہے، قرضہ بہت ہوگیا امام صاحب پر۔ تو اس بنئے نے امام صاحب کو کچھ سخت بات کہدی کہ میرے پیسے نہیں دیتے کھاتے رہتے ہیں۔ امام صاحب نے مسجد میں اعلان کر دیا کہ (ہندو) بنیا وہابی ہوگیا۔ بس کیا تھا سب نے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ سامان خریدنا چھوڑ دیا۔ ان لوگوں کے ساتھ پہلے اس کے تعلقات بہت اچھے

تھے، ہنستے کھیلتے تھے اس کے ساتھ، اب اس کے ساتھ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا، وہ سوچنے لگا کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے کسی سے پوچھا: تو اس نے کہا: کہ تو تو وہابی ہوگیا۔ بنئے نے پوچھا: وہ کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا: ارے تو کیا سمجھے گا کہ وہابی کیا ہوتا ہے؟ ترکیب میں بتاؤں، امام صاحب سے کہنا آپ تو آتے نہیں کیا بات ہے؟ پیسے نہیں ہیں دینے کے لئے نہ سہی، پھر سہی سودا تو لیجئے، پیسے کی ضرورت ہے تو وہ بھی لیجئے۔ بنئے نے ایسا ہی کیا، اب امام صاحب نے اعلان کیا کہ اس نے (بنئے نے) وہابیت سے توبہ کی۔ اب یہ وہابی نہیں رہا۔ پھر لوگوں نے حسب سابق سامان خریدنا شروع کر دیا۔

## چائے کی تواضع سے بدعتی میں تبدیلی

کانپور میں ایک شخص بہت بڑا بدعتی تھا۔ حوض کے اس کنارے پر میں اور دوسرے کنارے پر وہ وضو کر رہا تھا۔ کسی شخص نے اس سے کہا: کہ یہاں اس مسجد میں حدیث کی کتاب سنائی جاتی ہے۔ آپ تشریف نہیں لاتے، کہنے لگے میں تو نہیں سن سکتا، میں کیسے آؤں، میرے نزدیک تو یہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ میں نے بھی یہ الفاظ سنے اور مجھے سنانے کے لئے ہی اس نے کہے تھے۔

میں ایک روز ہوٹل میں چائے پینے کے لئے گیا۔ وہاں وہ بھی تھے، میں نے ہوٹل والے سے کہا: بھئی! حلوا لاؤ چائے لاؤ۔ اور ان کی تواضع کی، انہوں نے ہلکا سا انکار کیا، اس کے بعد شریک ہوگئے، بس میری ساری دیوبندیت، وہابیت، کفریت ختم ہوگئی۔

ایک روز مسجد میں امام صاحب موجود نہیں تھے، تو مجھ سے کہا: کہ آپ نماز پڑھائیے، میرے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہوگئے۔ (اس سے پہلے مسلمان بھی نہیں سمجھتے تھے) میں نے کہا: بس۔

اسی مسجد میں دستار بندی کا جلسہ تھا، میں نے تقریر کی، انہوں نے سب سے پہلے اٹھ

کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ ہاتھ چومے اور کہا: کہ آپ نے تو دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ غرض دو چمچہ حلوا اور ایک کپ چائے سارے کفر کا کفارہ بن گئی۔

## ایک مناظرہ

مولانا صدیق احمد صاحب (باندوی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک دفعہ اطلاع کی کہ یہاں قریب کے گاؤں میں فلاں پیر صاحب آ رہے ہیں، ایک شادی ہے، لوگوں نے مجھے بھی بلایا ہے، میں بہت پریشان ہوں کہ کیا کروں، جاتا ہوں تو وہ پیر صاحب ہمارے اکابر کو گالیاں دیتے ہیں، گالیاں دیں گے سننی پڑیں گی، اگر میں بولتا ہوں تو فساد ہو جائے گا، غرض بولوں تو مصیبت نہ بولوں تو مصیبت۔ کیا کروں۔

چنانچہ شادی ہوئی، پیر صاحب نے مناظرہ کے لئے کہا: مولانا صدیق صاحب نے کہا: کہ مناظرہ سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ بے کار ہے۔

اس نے کہا: اگر مناظرہ نہیں کرتے تو دیوبندیت کی لعنت سے توبہ کرو۔ انہوں نے مولانا کو مجبور کیا، تو مولانا نے کہا: اچھی بات ہے، چلو مناظرہ سہی۔

وہ پیر صاحب مولانا سے بولے کہ اپنے پیر صاحب کو بلا لو، تاریخ مقرر کر لو، مولانا نے کہا: یہی آج ہی کی تاریخ ہے (جمع ہو ہی گئے ہیں) کسی کو بلانے کی ضرورت ہی نہیں، میں تنہا کافی ہوں، اس پر پیر صاحب نے کہا: کہ اس وقت مناظرہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمیں حج کو جانا ہے۔ حج سے واپسی پر مناظرہ ہوگا۔

مجھے اطلاع کی کہ یہ ہو گیا۔ میں نے کہا: یہی غنیمت جان لو، اب جو حضرات اہل قلب ہیں اللہ نے جن کے دل میں اپنا خوف اور حضور اقدس ﷺ کی محبت ڈال دی ہے، ان کی تقریر کرائیے، جلسے کرائیے، اور صرف حضرت نبی اکرم ﷺ کے حقوق بیان کیجئے اور یہ کہ ان کے ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے ذہنوں مین جو مغالطہ ہے وہ

ختم ہو جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب پیر صاحب واپس پہنچے تو مولانا نے مجھے اطلاع کی، میں دیوبند سے وہاں پہنچا اور دوست واحباب کو بھی بلا لیا۔ مولانا ارشاد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند سے، مولانا قاری صدیق صاحب باندہ سے، لکھنؤ سے مولانا عبدالسلام، مولانا عبدالوحید فتحپور سے، کانپور سے مولانا منظور صاحب، مولانا مبین صاحب، مولانا ریاست صاحب، غرض بڑا مجمع کا مجمع پہنچا، لیکن ادھر حکومت نے کلکٹر نے دفعہ ایک سو چوالیس (۱۴۴) قائم کر دی کہ کسی جلسے کی اجازت نہیں۔ اور ہم بھی پولیس کے پہرے کے باوجود ٹرک میں بہت احتیاط سے پہنچ ہی گئے۔

ان لوگوں نے ہمارے پاس اطلاع بھیجی کہ کلکٹر کی طرف سے ممانعت ہوگئی ہے۔ لہٰذا ہم لوگ دوبارہ اپنے آدمیوں کو بھیج رہے ہیں تاکہ اجازت ہو جائے، آپ بھی اپنا نمائندہ بھیج دیجئے تاکہ دونوں فریق کی موجودگی میں اجازت ہو جائے، ہم نے کہا: بہت اچھا۔ بھیج دیا نمائندہ۔

## مناظرہ میں مباحثہ

کلکٹر ہندو تھا۔ اس نے کہا: کیا بات ہے، مناظرہ کیا ہوتا ہے؟

انہیں بتلایا گیا کہ جس طرح سے عدالت میں دو وکیل کھڑے ہو کر گفتگو کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اس طرح سے ہے۔ دوسرا کہتا ہے اس طرح سے نہیں بلکہ اس طرح ہے، اسی طرح مناظرہ ہوتا ہے۔ کلکٹر نے کہا: یہ تو مباحثہ ہے۔ اس میں کیا حرج ہے؟ کس بات پر ہے مباحثہ؟

## کسی مسلمان کو کافر کہنے کا حق نہیں

ان سے کہا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے عالم جو گذرے ہیں یا کچھ موجود ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ مثلاً مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمن، مولانا محمد میاں،

مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ علماءِ دیوبند کا نام لیا جو سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے (کہ ان لوگوں کو ان ہی کا تعارف زیادہ ہوتا ہے)۔

کلکٹر نے کہا: یہ ان کو کہتے ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ یہ تو غلط طریقہ ہے۔ ایک پنڈت کو یہ تو کہنے کا حق ہے کہ میں پنڈت ہوں، لیکن یہ کہنے کا حق نہیں کہ فلاں پنڈت پنڈت نہیں۔ اپنے متعلق تو دعویٰ کر سکتا ہے لیکن دوسرے کے متعلق نفی نہیں کر سکتا۔ اس پر تو فساد ہو جائے گا، جب مسلمانوں کے بڑوں کو یہ کہا جائے گا کہ وہ مسلمان نہیں۔ پھر اس کو کون برداشت کرے گا۔ اس پر ان لوگوں (بریلویوں) نے کہا: کہ جی ہاں وہ مسلمان نہیں تھے، اس پر کلکٹر نے کہا: کہ یہ نیکی پھیلانے کے لئے کیا میرا ہی ضلع رہ گیا، سب کو پکڑ کے بند کر دوں گا خوب ڈانٹ دیا۔ غرض مناظرہ ہی ختم ہو گیا۔

## دیوبند مناظرہ کے لئے آنے کی دعوت

جب وہاں سے واپس ہونے لگے، اس شخص نے کہا: کہ صاحب ہم تو مناظرہ سننے کیلئے آئے تھے، آپ جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا: ہم بھی مناظرہ کرنے آئے تھے، آپ اجازت لو کلکٹر صاحب سے، یہ آپ کا ضلع ہے، ہم تیار ہیں مناظرہ کیلئے اگر اجازت مل جائے، اگر تم لوگ اجازت نہیں لے سکتے، ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں، چلو دیوبند، یہاں ہم آپ کی دعوت پر آئے تھے، وہاں آپ ہماری دعوت پر آئیں، وہاں کلکٹر سے اجازت لینا ہمارے ذمہ ہوگا۔ بلکہ جتنے مہمان آپ کے ساتھ ہوں گے ان سب کا کھانا بھی ہمارے ذمہ۔

انہوں نے کہا: ہم دیوبند تو نہیں آ سکتے، ہم نے کہا: ہم نے تو یہ جواب نہیں دیا تھا کہ ہم آپ کے یہاں نہیں آ سکتے۔

## بریلوی سنی نہیں ہو سکتے

ایک اور شخص نے کہا: ہم تو مناظرہ کے لئے آئے تھے، میں نے کہا: تم کون ہو؟

اس نے کہا: سنی ہوں ۔ مولانا احمد رضا خاں کا معتقد ہوں ۔ میں نے کہا: وہ تو سنی نہیں تھے، اس واسطے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مجھے سنتیں معاف ہیں ۔ جس کی سنتیں معاف ہوں وہ سنی کیسے ہو سکتے ہیں ۔ مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں میں یہ موجود ہے کہ:

**"بحمد اللہ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں کہ سنتیں مجھے معاف ہیں ۔ میں نے سنتیں تو نہیں چھوڑیں ۔ البتہ نفلیں اسی روز سے چھوڑ دیں ۔"**

حالانکہ نفلیں پڑھنا بھی حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے ۔ حضور اقدس ﷺ نے تو نہیں چھوڑیں، جب سنتیں معاف ہیں تو سنی کیسے؟

## مناظرہ سے انکار مت کرنا

مولانا ریاست علی صاحب نے کہا: کہ اچھا کوٹ (مقام کا نام) چلو وہاں مناظرہ کریں گے لیکن وہ کہاں آتے ۔

بہر حال مناظرہ نہیں ہوا ۔ خوب روپیہ اور چالیس من غلہ ان لوگوں نے مناظرہ کے لئے جمع کیا تھا یہ کہہ کر کہ وہابیوں کے یہاں سنت کا جھنڈا گاڑنا ہے، اب ان کی جماعت نے مطالبہ کیا کہ ہمارا غلہ اور روپیہ واپس کیجئے ۔ جب مناظرہ نہیں ہوا تو غلہ اور روپیہ کیوں رکھتے ہو؟ لائیے واپس ۔ ان کا تو گذارہ ان ہی چیزوں پر ہے ۔ پھر انہوں نے یہ تجویز کی کہ کانپور میں مناظرہ ہوگا ۔ کانپور سے مجھے اطلاع کی گئی، میں نے کہا: کہ انکار ہرگز مت کرنا مناظرہ سے، جو شرائط وہ رکھیں رکھنے دیں ۔

اصل میں وہ چاہتے تھے کہ چاہے ایک ہی جھڑپ ہو جائے تاکہ یہ غلہ اور روپیہ ہضم ہو جائے، مناظرہ سے چورن کا کام لینا چاہتے تھے ۔ وہاں بھی مناظرہ نہیں ہوا ۔ البتہ اپنا جلسہ کر کے تقریریں کیں ۔ جو کہنا تھا کہہ دیا ۔

اور حال ان کا یہ کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے چھیڑتے رہتے ہیں، گالیاں دیتے رہتے ہیں، پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں ۔ وہ کرتے رہیں جو کچھ کرتے ہیں ۔ ہمیں ان کا کیا

جواب دینا ہمارے اکابر کا کام دنیا کے سامنے ہے۔ ہمیں اپنے کام سے فرصت نہیں۔

## حضور اقدس ﷺ نے تسلی دی

لکھنؤ میں ایک صاحب رہتے ہیں، مولانا وارث حسن کے صاحبزادے۔ مولانا وارث حسن صاحب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: میں مرید ہونا چاہتا ہوں، لیکن میں فلاں فلاں کو مسلمان نہیں سمجھتا، کافر سمجھتا ہوں، اکابر دیوبند کا نام لے لے کر کہا: کہ ان کو کافر سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود آپ مجھے مرید کر سکتے ہیں تو کر لیں۔ انہوں نے مرید کر لیا۔

پھر ایک روز وہ شخص آیا، بدن کانپتا ہوا، روتا ہوا، بہت بے قرار، اس نے عرض کیا: میں نے خواب میں زیارت کی حضرت نبی کریم ﷺ کی، کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضور اقدس ﷺ کے قدموں پر اس طرح سے ہاتھ رکھے ہوئے دوزانو بیٹھے ہوئے ہیں، جس طرح سے التحیات میں بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں حضور! میرا قصور تو بتا دیجئے کیا ہے؟ یہ لوگ کیوں مجھے برا کہتے ہیں؟ حضور اقدس ﷺ نے دونوں ہاتھ ان کے پکڑے اور پکڑ کر سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا: ''میں تو برا نہیں کہتا، میں تو برا نہیں کہتا۔''

پھر اس شخص نے کہا کہ؛ اب میں اس واسطے آیا ہوں کہ آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ ان حضرات کو کبھی برا نہیں کہوں گا۔

اس لئے ہمیں اپنی براءت کے لئے اور اپنے اکابر کی براءت کے لئے کچھ نہیں کہنا، ان کی خدمات لوگوں کے سامنے ہیں اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔

البتہ بھئی! جو حضرات مخالف ہیں، دعا کریں ان کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلب میں صلاحیت پیدا فرمائے، غلط راستے سے حفاظت فرمائے، حضرت نبی کریم ﷺ کا حقیقی متبع بنائے۔ آمین!

**ختم شد**

........................................

# سلام بدرگاہِ خیر الانام

## صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

**پیش فرمودہ:** فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

بڑھاپا ہے چلا ہوں سوئے طیبہ ۔۔۔ لرزتا لڑکھڑاتا سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری ۔۔۔ پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا ۔۔۔ تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی ۔۔۔ کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی ۔۔۔ کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی ۔۔۔ وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے ۔۔۔ دیا والا میری نیّا ترائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑ گڑا کر ۔۔۔ سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے
سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے ۔۔۔ سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے ۔۔۔ سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے

سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے
سلام اس پر جو گرتوں کو بچائے

☐☐☐

# اِلتجا

**پیش فرمودہ:** فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

باادب درود وسلام من، بہ در نبی بہ رساں صبا
پس از اں ببیں، کہ چساں شود بہ جواب وا، لبِ جاں فزا
چوں شود قبول بہ درگہش ، بہ فرشتہ حسنات گو
بسرم نہند، بہ شکل تاج، جوابِ شاہِ مدینہ را
بہ ذخیرہ ام نہ عبادتے نہ ریاضتے ، بہ خدا قسم
چہ شرف بلند بود مرا، زغلامی شہِ دوسرا
نہ عمل بہ من، نہ خلق بہ من، نہ صفاءِ سر وعلن بہ من
زحیا سرم نہ شود فراز، ہمیں بس است مرا سزا
چو شود حسابِ گناہِ من بصد التجا بہ نبی رسم
نہ شود غلام شما، ذلیل ، پر از گناہ پر از خطا!
بہ شفاعتِ شہ انبیاء ، کرم کریم نظر کند
ہمہ جرمہائے سیاہِ من بہ شود مرا سبب عطا
چہ مدیح ذرہ نعل پاک نبی شود ز قلم بیاں!
مہ وخور فلک بکند نثار، وملک بہشت ثمر فدا
قدم نبیؐ بہ سرش فتد زہے یاوریٔ نصیب او
بہ قمر چگونہ بہم رسد زرہِ قدم شدہ ایں عطا
چو شود ز قبر بروں سرم بہ ہزار شوق ندا کنم
بتنم بجائے کفن نہند غبارِ راہِ مدینہ را
ز گناہ زندگیم تباہ کنوں خجل شدہ آمدم
بہ غلامِ عاصی سرنگوں نظر کرم نظر کرم

□□□

# مکتبہ محمودیہ کی اہم مطبوعات

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | فتاویٰ محمودیہ ترتیب جدید (۳۱؍ جلدیں) | ۲۱ | مواعظ فقیہ الامت ۵؍ جلدیں |
| ۲ | الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح (۱۵؍ جلدیں) | ۲۲ | تربیت الطالبین |
| ۳ | گلدستۂ سلام بدرگاہ خیر الانام ﷺ | ۲۳ | ترجمہ عمل الیوم واللیلۃ اردو |
| ۴ | تذکیر الاحباب، بعد وفات قطب الاقطاب | ۲۴ | محمود الاعمال |
| ۵ | رفع یدین اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام | ۲۵ | تحفۂ اسکوٹ لینڈ |
| ۶ | نعت محمود، وصف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم | ۲۶ | آسان فرائض |
| ۷ | حیات محمود (سوانح) مکمل ۲؍ جلدیں | ۲۷ | ارمغان اہل دل (کلام محمود) |
| ۸ | ملفوظات فقیہ الامت ۳؍ جلدیں | ۲۸ | وصف شیخ |
| ۹ | معاشرت پر ایک نظر (جدید مع حذف واضافہ) | ۲۹ | لطائف محمود |
| ۱۰ | صلوۃ وسلام اور معمولات یومیہ مع شجرۂ مبارکہ | ۳۰ | غیر مقلدیت |
| ۱۱ | مکتوبات فقیہ الامت ۳؍ جلدیں | ۳۱ | رد شیعیت |
| ۱۲ | مناقب النعمان (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) | ۳۲ | آئینہ مرزائیت |
| ۱۳ | گلدستۂ سلام بدرگاہ خیر الانام ﷺ | ۳۳ | رضاخانیت |
| ۱۴ | مسلک علمائے دیوبند اور حب نبی ﷺ | ۳۴ | اسباب لعنت |
| ۱۵ | ذکر محمود (یعنی مختصر سوانح حضرت فقیہ الامت) | ۳۵ | اسباب غضب |
| ۱۶ | اصول حدیث منظوم نافع (ترجمہ تشریح) | ۳۶ | حقیقت حج |
| ۱۷ | اصول حدیث منظوم نافع | ۳۷ | حدود اختلاف (ترتیب جدید) |
| ۱۸ | جناب گرونانک جیؒ اور اسلام (ہندی) | ۳۸ | سرکاری سودی قرضے |
| ۱۹ | جناب گرونانک جیؒ اور اسلام (اردو) | ۳۹ | مشائخ احمد آباد |
| ۲۰ | جناب گرونانک جیؒ اور اسلام (پنجابی) | ۴۰ | شاہد قدرت |